ندائے منبر و محراب

جلد ثانی

تالیف

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

جس میں قدیم و جدید موضوعات پر دس مدلل اور مفصل خطبات و مقالات شامل ہیں۔ خطباء اور لیکچررز کے لئے بے مثال تحفہ۔ عوام و خواص کے لئے یکساں مفید۔ آیات و احادیث، مستند حکایات و واقعات، عالمانہ نکات، اشارات کا بیش بہا خزانہ

ناشر

مکتبہ حلیمیہ فون ۲۵۶۲۴۲۴

تالیف	مولانا محمد اسلم شیخوپوری
کمپوزنگ	خیری کمپیوٹر سینٹر سعید منزل کراچی
طباعت	قریشی آرٹ پریس ناظم آباد نمبر ۲ کراچی
	٦٦٨٦٠٨٢
ساتواں ایڈیشن	سنہ ۱۴۱۹ھ

ملنے کے پتے:

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار۔ لاہور

مکتبہ رحمانیہ اردو بازار۔ لاہور

مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار۔ راولپنڈی

مکتبہ المعارف بنوری ٹاؤن۔ کراچی

اجمالی نظر

آئینہ

محرّم حقائق کے آئینے میں

پسند اپنی اپنی

ذات اور صفت میں عام طور پر فرق یہ کیا جاتا ہے کہ ذات، مستقل وجود رکھتی ہے لیکن صفت کا کوئی مستقل وجود نہیں ہوتا، ذات کو دیکھا جا سکتا ہے، مس کیا جا سکتا ہے اس کا وزن کیا جا سکتا ہے، اسے اٹھایا جا سکتا ہے، جھکایا جا سکتا ہے، بٹھایا جا سکتا ہے، مگر صفت کو نہ ہاتھ لگا سکتے ہیں، نہ آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں، نہ اس کا وزن کر سکتے ہیں، نہ اس کو اٹھا بٹھا اور جھکا سکتے ہیں۔ بنا بریں اگر کوئی آپ سے سوال کرے کہ کیا تم نے زہد و تقویٰ کو، محبت و مروّت کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے تو آپ کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا کیونکہ ان صفات کے اثرات کو تو محسوس کیا جا سکتا ہے مگر خود ان صفات کا مشاہدہ ناممکن ہے۔ لیکن اگر یہی سوال آپ مجھ سے کریں تو میرا جواب یہ ہوگا کہ جی ہاں! میں نے زہد و تقویٰ کو حالتِ نشست و برخاست میں دیکھا ہے، میں نے محبت و مروّت کو ہنستے مسکراتے دیکھا ہے، میں نے رقّت و لطافت کو آہ و بکا کرتے دیکھا ہے۔ میں نے صداقت و سخاوت کو گوہر نایاب لٹاتے دیکھا ہے میں نے دیانت و شرافت کو آتے جاتے دیکھا ہے ـــــ غالباً آپ کا دوسرا سوال یہ ہوگا کہ تم نے ان صفات کو کہاں دیکھا ہے کیسے دیکھا ہے، کب دیکھا ہے؟ میرا جواب انتہائی مختصر ہوگا وہ یہ کہ میں نے ماضی قریب میں حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمہ اللہ کو دیکھا ہے اور یوں ایک گلدستہ میں کئی پھولوں کو دیکھا ہے یہ کتاب انہی کی خلقِ کردار، نقوشِ اخلاق، پاکیزگیٔ سیرت اور علو مرتبت کی نذر کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

محمد اسلم شیخوپوری

یکم ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

رونمائی

کم و بیش دو سال پیشتر جب میں نے "ندائے منبر و محراب" کی پہلی جلد پیش کی تھی تو دل لرزاں و ترساں تھا کہ نہ معلوم قارئین اسے شرف قبولیت بخشیں گے بھی یا نہیں لیکن بے حد حساب شکر ہے اس رب کریم کا جو میری زندگی کا میری ذہنی، فکری صلاحیتوں کا، میری جسمانی توانائیوں کا میری زبان اور قلم کا مالک ہے کہ محض اس کے فضل و کرم سے اس کتاب کو میری توقع سے کہیں زیادہ پسند کیا گیا، یہ کتاب ہزاروں کی تعداد میں چھپی اور بکی اس کی جامعیت اور معنویت کو سراہا گیا اس کے انداز اور طرز بیان کی تعریف کی گئی اس میں بیان کردہ نکات و اشارات کی داد دی گئی اس کے اشعار اس کی عبارت آرائی اس کی سخن سنجیوں اور اس کی بامقصد تنقید و تعریض اس کے دلائل و براہین اور اس کی متانت و ثقاہت کی تحسین و تعریف نے میرے حوصلوں کو جلا بخشی ہے، میرے عزائم کو پختگی عطا کی ہے میرے مستقبل کے سفر کو روشنی دی ہے اور میرے اشہب تحریر کو مہمیز دی ہے

لیکن اس تعریف و تحسین نے مجھے خود سر اور متکبر نہیں بنایا بلکہ میرے عجز و انکسار میں اضافہ کیا ہے بار بار سوچتا ہوں کہ ایک "دہقان کے بچے" اور سراپا "عاجز" انسان کی کونسی ادا بارگاہ عالی میں پسند آگئی کہ مختلف دینی خدمات کے لئے اسے قبول کرلیا گیا ہے۔

نہ گلم نہ درخت سبزم نہ درخت سایہ دارم۔ در حیرتم کہ دہقان بہ چہ کار کشت مرا

(حزینہ)

اور آج جبکہ میں "ندائے منبرو محراب" کی جلد ثانی پیش کر رہا ہوں تو یقین فرمائیں کہ میرے ہر بن مو سے رب کائنات کی حمد و ثناء کے نغمے بلند ہو رہے ہیں۔

طلباء خطباء اور احباب و رفقاء کو جلد ثانی کا جس بے تابی سے انتظار تھا اس کا

اظہار اکثر وہ مجھ سے ملاقاتوں میں کرتے رہتے تھے اور بعض بے تکلف دوست مجھے ا۔ تنکیت کرنے کے لئے کہا کرتے تھے جناب اگر ہر جلد کے درمیان اتنا طویل وقفہ ہوتا رہا تو پھر دس جلدیں تو ہماری زندگی میں پوری نہ ہو سکیں گی دراصل وہ میری مجبوریوں اور اعذار سے واقف نہ تھے میرے عزائم تب بھی بلند تھے اور اب بھی ہیں لیکن وسائل کی قلت فرصت کا فقدان اور ماخذ و مراجع کی کمی زنجیر پا بنتی رہی اب جبکہ ایک طویل عرصہ کے سوچ بچار کے بعد میں نے اپنے اوقات کا اکثر حصہ قلم و قرطاس کے لئے وقف کر دیا ہے تو آپ کو بجا طور پر امید رکھنی چاہیے کہ بقیہ آٹھ جلدیں نسبتاً مختصر وقت میں منظر عام پر آجائیں گی لیکن اس کے لئے آپ کی مسلسل دعاؤں اور سرپرستی کی ضرورت ہے۔

○○○○○○○○○

میری خواہش تھی کہ "ندائے منبر و محراب" کو حوالہ جات سے مزین کروں میں جلد ثانی میں کسی حد تک اپنی اور قارئین کی خواہش کی تکمیل میں کامیاب ہوا ہوں یہاں تک کہ اگر کسی کتاب سے چند الفاظ یا مختصر عبارت بھی لی گئی ہے تو میں نے اس کا حوالہ بھی ہر تقریر کے آخر میں دے دیا ہے مگر مجھے اس بات کا اقرار ہے کہ یہ حوالہ جات ناقص ہیں کیونکہ ان میں جلد صفحہ اور شائع کنندہ مکتبہ کا نام شامل نہیں ہے انشاء اللہ اگلی جلدوں میں اس کمزوری پر بھی قابو پانے کی کوشش کی جائے گی۔

○○○○○○○○○

بعض قارئین کا خیال ہے کہ تقاریر قدرے مختصر مگر زیادہ ہونی چاہئیں تو مجھے بھی اس خیال سے اتفاق ہے اور اس لئے میں نے ابھی سے ارادہ کر لیا ہے کہ تیسری جلد میں پندرہ تقریریں ہوں گی مگر نسبتاً مختصر ہوں گی لیکن جلد ثالث سے پہلے میری کوشش ہے کہ تسہیل الشمائل کا قرض اتار دوں اس کے لئے ماخذ اور مراجع کی تلاش کا کام شروع ہو چکا ہے اگرچہ ہدایہ اخیرین کی شرح فاضل جلیل حضرت العلامہ

محمد حنیف گنگوہی مدظلہ العالی کے قلم سے "ظلوع النیرین" کے نام سے شائع ہو چکی ہے مگر تسہیل الہدایہ کا انداز اس سے قدرے مختلف ہوگا۔

OOOOOOOOO

قارئین کرام! میں جب دیکھتا ہوں کہ وہ فرقے اور جماعتیں جن کو ہم باطل پرست کہتے ہیں ان کی ایک ایک کتاب ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتی اور بکتی ہے اور ان کا ہر کارکن اسے اپنی گرہ سے خریدنا اپنا جماعتی اور گروہی فرض سمجھتا ہے تو میرا دل خون ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ ہمارے ہاں عمومی صورتحال یہ ہے کہ بیشتر کتابیں خیرات میں بٹتی ہیں یا "بلاعوض" تقسیم ہوتی ہیں، ہم آپ کے تعاون سے اس صورتحال کو بدلنا چاہتے ہیں آپ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہنچانے کے لئے ہمارے ساتھ معاونت فرمائیں جس کی ایک صورت یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ کتابیں خرید کر طلباء علماء اور اپنے احباب کی خدمت میں "تحفتہً" پیش کریں، اس سلسلہ میں ہم بھی آپ کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔

آج جبکہ پوری دنیا میں لٹریچر کے ذریعہ سے ضلالت و الحاد کو فروغ دیا جا رہا ہے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اسی کے ذریعہ سے ہدایت کی روشنی پھیلائیں اور علم کی خوشبو کو عام کریں مگر اس کے لئے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے، مجھے اپنی درخواست پر لبیک کہنے والوں کا انتظار رہے گا۔

محمد اسلم شیخوپوری
۲۰ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ
۳۱ اگست ۱۹۹۱ء

توحید باری تعالیٰ

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے
پر غیب سے سامان بقا میرے لئے ہے

میں کھو کے تیری راہ میں سب دولت دنیا
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لئے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

(مولانا محمد علی جوہرؒ متوفی ۱۳۴۰ھ)

ایک مشرک اور موحد انسان کے تصورات' جذبات' خیالات اور سیرت وکردار میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔

موحد خالق کو پوجتا ہے مشرک مخلوق کے در پر جبین نیاز کا تقدس لٹاتا ہے
موحد کی نظر مسبب الاسباب پر ہوتی ہے مشرک کی نگاہ اسباب پر ہوتی ہے
موحد خالق کائنات سے ڈرتا ہے مشرک کائنات سے ڈرتا ہے
موحد بندہ خدا ہوتا ہے' مشرک بندہ نفس وہوا ہوتا ہے
موحد نمک حلال ہوتا ہے' مشرک نمک حرام ہوتا ہے
موحد یکجائی ہوتا ہے' مشرک ہرجائی ہوتا ہے
موحد اللہ کا محبوب ہوتا ہے' مشرک رب کا مغضوب ہوتا ہے
موحد رشک ملائکہ ہوتا ہے' مشرک ننگ انسانیت ہوتا ہے
ارے موحد ابراہیم خلیل اللہ ہوتا ہے' مشرک نمرود جیسا عدو اللہ ہوتا ہے
موحد بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہوتا ہے' مشرک ابو لہب اور ابو جہل ہوتا ہے
موحد کے دل میں ایمان کا نور ہوتا ہے' مشرک کے دل میں شرک کا فتور ہوتا ہے
موحد کی اداؤں میں عجز کا ظہور ہوتا ہے مشرک کی خصلتوں میں تکبر اور غرور ہوتا ہے

توحید باری تعالیٰ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ رَسُوْلِنَا الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○ (۱)

ہم نے جو بھی نبی بھیجا اس کو یہی حکم دیا کہ صرف میں ہی معبود ہوں پس تم میری ہی عبادت کرنا

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ○ (۲)

اور اللہ نے فرمایا دو معبود نہ بناؤ بس وہ ایک ہی معبود ہے پس تم مجھ ہی سے ڈرو۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (۳)

فرمادیجئے بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو پروردگار ہے سب جہانوں کا، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں ماننے والوں میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الذَّنْبِ عِنْدَ اللّٰهِ اَکْبَرُ قَالَ اَنْ تَدْعُوْا لِلّٰهِ نِدًّا وَ هُوَ خَلَقَکَ (۴)

ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ کون سا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

یَا مُعَاذُ اَتَدْرِیْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰی عِبَادِهٖ وَ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰهِ قُلْتُ اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ

اے معاذ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ

قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَ لَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَ حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا (۵)

جانتے ہیں آپ نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اس کو ایک سمجھیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ ان موحدین کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے۔

گرامی قدر حاضرین! قرآن اور حدیث میں سب سے زیادہ جس مضمون کو بیان کیا گیا ہے وہ توحید کا مضمون ہے سب سے زیادہ جس عقیدے پر زور دیا گیا ہے وہ عقیدہ توحید ہے' اللہ نے اپنی مقدس کتب میں اتنی بار مختلف عنوانوں اور طریقوں سے اس مضمون کو بیان کیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے مجھے ایک شخص کی بات یاد آتی ہے وہ عام کاروباری آدمی تھا مگر اس نے عجیب بات کہی' کہنے لگا مولوی صاحب اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اتنی بار توحید کا مضمون بیان کیا ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص ایک ہی بات اتنی بار کہے تو ہمیں اس پر دیوانگی کا شبہ ہونے لگے ہر سورۃ میں توحید کا مضمون ہے ہر رکوع میں توحید کا بیان ہے ہر صفحے میں توحید کا ذکر ہے ہر آیت میں توحید کی تاکید ہے اس شخص کا مقصود اللہ تعالیٰ کی توہین یا تنقیص نہیں تھا وہ صحیح موحد اور پکا مسلمان تھا بلکہ توحید کی اہمیت بیان کرنے کے لئے اس نے اس انداز میں بات کی۔ میں نے اس کا جواب دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ ماں کو اپنے بچوں سے جتنی محبت ہوتی ہے اللہ کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ محبت ہے اور ماں کو تم نے کبھی دیکھا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو کیسے سمجھاتی ہے کیسے نصیحت کرتی ہے۔ ایک بات کو بار بار کہتی ہے بیٹے جوان بھی ہو جاتے ہیں لیکن ماں اپنی مادرانہ محبت اور شفقت کی وجہ سے اپنی نصیحتوں کا سلسلہ جاری رکھتی ہے یہ نہیں کہ بچے ناسمجھ یا پاگل ہوتے ہیں بلکہ ماں کی ممتا اسے بار بار سمجھانے پر مجبور کرتی ہے وہ

نوجوان بیٹے کو سفر پر روانہ کرتی ہے تو ایک ہی بات سو طریقوں سے سمجھاتی ہے ' اللہ تعالٰی نے جو توحید کا مضمون اتنی بار بیان کیا ہے تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسے اپنے بندوں سے بے پناہ محبت ہے وہ نہیں چاہتا کہ اس کا ایک بندہ بھی دوزخ میں جائے اور عقیدہ توحید کے بغیر کسی کی مغفرت نہیں ہو سکتی ' توحید کی ضد شرک ہے جو انسان توحید سے روگردانی کر کے شرک میں مبتلا ہوا

وہ کتنا ہی صدقہ و خیرات کرنے والا کیوں نہ ہو '

وہ کتنا ہی محب اور عاشق کیوں نہ ہو '

وہ کتنا ہی مجاہد اور حاجی کیوں نہ ہو '

وہ کتنا ہی شب بیدار اور روزہ دار کیوں نہ ہو '

اس کے ماتھے پر سجدوں کا نشان کیوں نہ ہو '

اس کے ہاتھ میں ہزار دانوں والی تسبیح کیوں نہ ہو

اگر وہ شرک کے مرض میں مبتلا ہے تو اس کی بخشش نہیں ہو سکتی ' وہ رحیم و کریم آقا اگر چاہے گا تو چوروں ' ڈاکوؤں ' شرابیوں ' زانیوں اور فاسقوں ' فاجروں کو معاف کر دے گا لیکن شرک کو ہرگز معاف نہیں کرے گا یہ اس کا اعلان ہے۔

قرآن حکیم میں ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيْمًا (سورۃ انبیاء)

(بیشک اللہ نہیں بخشتا ہے یہ کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے نیچے جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا طوفان باندھا۔)

سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت ذکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت یسع علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور اس کے بعد فرمایا

وَ لَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۷)

(اور اگر وہ شرک کرتے تو ان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے)

ان جلیل القدر انسانوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں جو زمانے میں ہدایت کے چراغ تھے خیر مجسم تھے، خدا کے برگزیدہ تھے، گلشن ہستی کا عطر کشیدہ تھے، انسانیت کے سردار تھے، روشنی کے مینار تھے کہ اگر وہ بھی بالفرض شرک کا ارتکاب کرتے تو ان کی نبوت سلب ہو جاتی، وہ اپنے منصب سے محروم ہو جاتے، ان کی قربانیاں، ان کی عبادات، ان کا قیام و قعود، ان کا رکوع و سجود، اور ان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے گویا شرک ایک ایسی چنگاری ہے کہ اگر وہ نیکیوں کے خرمن پر بھی گر جائے تو اسے جلا کر راکھ کر دیتی ہے، سالہا سال کی عبادات لمحہ بھر کے شرک سے ضائع ہو جاتی ہے۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے شرک صادر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو اللہ کے منتخب کردہ ہوتے ہیں وہ تو معصوم ہوتے ہیں، وہ تو دنیا والوں کو توحید کی دعوت دینے کے لئے آتے ہیں اور یہ بات ہم سے زیادہ اللہ کو معلوم ہے کہ ان سے شرک کا صدور نہیں ہو سکتا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے تو یہ عام انسانوں کو سمجھانے کے لئے ہے کہ جب انبیاء تک کے اعمال

شرک کی وجہ سے ضائع ہو سکتے ہیں تو تم کس باغ کی مولی ہو۔

پھر یات صرف انبیاء کی نہیں بلکہ سید الانبیاء کو بھی کہہ دیا گیا

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (۸)

(اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ ہو جائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں سے)

اور ایک عمومی قاعدہ کے طور پر فرمایا

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ۝ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (۹)

(بے شک جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تو اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں)

مشرک پر جنت حرام ہے

اس لئے کہ جنت پاکوں کا مقام ہے اور مشرک ناپاک ہے'

جنت وفاداروں اور نمک حلالوں کا ٹھکانہ ہے اور مشرک غلیظ قسم کا باغی اور نمک حرام ہے'

جنت ایک کے بن جانے والوں کی جگہ ہے اور مشرک تو ہر جائی ہے

آخر میں فرمادیا کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے' یہاں ظالم سے مراد مشرک ہے اسلئے کہ مشرک سب سے بڑا ظالم ہے' ایسا اسلئے فرمایا تاکہ مشرک اپنے دل میں یہ نہ سوچ لے کہ مجھے اللہ کی گرفت سے فلاں ولی چھڑا لے گا' فلاں قطب ابدال چھڑا لے گا' فلاں پیر بابا میری دستگیری کرے گا' صاف فرمادیا کہ قیامت کے دن مشرک کا کوئی مددگار نہیں ہو گا۔۔۔

صداقت کی دلیل

قرآن کریم کی یہ باتیں اور یہ انداز اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کسی انسان کا کلام نہیں ' اللہ تعالیٰ مشرکوں کے دلوں میں چھپے ہوئے اس خیال کو جانتا تھا کہ ان میں سے کوئی تو یہ سوچ سکتا ہے کہ مجھے عزیر علیہ السلام بچالیں گے 'کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ مجھے عیسیٰ علیہ السلام بچالیں گے 'کوئی ود ' سواع ' یغوث 'یعوق ' اور نسر پر بھروسہ کیے بیٹھا ہے 'کوئی لات و ہبل سے آس لگائے ہوئے ہے 'کوئی ولیوں ' قطبوں ' ابدالوں ' پیروں اور مشائخ پر تکیہ کیے ہوئے ہے کہ یہ اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں کسی نہ کسی طرح اللہ کو منالیں گے اور ہمیں بچالیں گے اللہ تعالیٰ نے دلوں کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی اس سوچ کو جان لیا اور وضاحت فرمادی کہ خدا سے بیوفائی اور طوطا چشمی کرنے والے مشرک کا قیامت کے دن کوئی حامی و ناصر نہیں ہو گا۔

اضداد

بات توحید کی ہو رہی تھی میں شرک کی قباحت بیان کرنے لگا ہوں کہ توحید کی ضد ہے کیونکہ کسی چیز کی ماہیت اور حقیقت اسی وقت معلوم ہوتی ہے جب اس کی ضد سے بھی تعارف ہو ' خزاں سے بہار کا اور سردی سے گرمی کا تعارف ہوتا ہے ' رات کے اندھیرے سے دن کی روشنی کی اور غصے کی گرمی سے محبت کی نرمی کی قدر ہوتی ہے۔ آپ توحید کی صحیح قدر اس وقت تک نہیں کر سکیں گے جب تک شرک کی قباحت اور ذلالت کو سامنے نہیں رکھیں گے۔ توحید اور شرک میں **بعد المشرقین** ہے ایک آگ ہے تو دوسرا پانی ' ایک زمین ہے تو دوسرا آسمان ' ایک ظلمت ہے تو دوسرا نور ' ایک پھول ہے تو دوسرا کانٹا۔ بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ آگ اور پانی ' پھول اور کانٹا ' زمین اور آسمان جمع ہو سکتے ہیں ان کا آپس میں ملاپ ہو سکتا ہے لیکن توحید اور شرک کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے یہ ایسی دو ضدیں ہیں جن کا کبھی بھی ملاپ نہیں ہو سکتا جہاں توحید

ہو گی وہاں شرک نہیں ہو گا اور جہاں شرک ہو گا وہاں توحید نہیں ہو گی، آدھا تیتر اور آدھا بٹیر والا خیال دل سے نکال دیجئے کہ آپ شرک بھی کریں، غیر اللہ کے سامنے دامن بھی پھیلائیں، قبروں پر سجدے بھی کریں، پیروں فقیروں سے بھی مانگیں لیکن اس سب کچھ کے باوجود آپ کی توحید میں کوئی خلل نہ آئے۔ الطاف حسین حالی مرحوم نے خوب کہا ہے

کرے گر غیر بت کی پوجا تو کافر   جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر   کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں   پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں   شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں   اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے   نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

انبیاء کی دعوت

توحید کی اسی اہمیت کی وجہ سے ہر نبی کی پہلی دعوت اور بنیادی پکار توحید سے متعلق ہوتی تھی، حضرت نوح علیہ السلام وہ پہلے پیغمبر ہیں جنہیں مشرکوں کا سامنا کرنا پڑا ورنہ اس سے پہلے دنیا میں اور گناہ تو تھے لیکن شرک نہیں تھا، قرآن حضرت نوحؑ کے بارے میں بتاتا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ (۱۰)

(اور ہم نے نوح کو بھیجا اس کی قوم کی طرف کہ میں تم کو ڈر سناتا ہوں کھول کر کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو)

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال شب و روز تبلیغ کرتے رہے مگر

مشرکوں پر کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ شرک سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے اور انسان حیوانیت کی سطح پر آجاتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ (۱۱)

(وہ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے اور بدراہ)

چوپایوں میں گھوڑا گدھا بھی شامل ہے اور کتا اور خنزیر بھی۔ لیکن وہ جب مسلسل تبلیغ کے بعد بھی شرک چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے تو ان پر ایک ہولناک سیلاب آیا جس کی تباہی سے حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی نہ بچ سکا

قرآن میں حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ انھوں نے بھی اپنی قوم کو سب سے پہلا پیغام یہ دیا

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ (۱۲)

(اے قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں)

ان کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کا پہلا پیغام اور پہلی تبلیغ توحید کے بارے میں ہوتی تھی اور ان کو سب سے زیادہ عقیدہ توحید کی وجہ سے ستایا گیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو توحید کا پیغام پہنچایا تو اس نے کہا

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰھًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّکَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ (۱۳)

(اگر تو نے میرے علاوہ کوئی اور معبود بنایا تو میں تجھ کو قید میں ڈال دوں گا)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی طرف بلایا تو ان کے والد نے قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَہِ لَاَرْجُمَنَّکَ وَاھْجُرْنِیْ مَلِیًّا (۱۴)

(اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھ کو سنگسار کروں گا اور تو مجھ سے دور ہو جا ایک مدت تک)

حضرت نوح علیہ السلام نے شرک کی تردید کی تو دھمکی ملی

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ (۱۵)

(اے نوح اگر تو (یہ دعوت) نہ چھوڑے گا تو تو سنگسار ہو گا)

حضرت صالح علیہ السلام سے کہا گیا

اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ○ (تجھ پر کسی نے جادو کیا ہے)

حضرت لوط علیہ السلام سے کہا گیا

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ (اگر تو باز نہ آیا تو تجھے نکال دیا جائے گا)

جب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کی تردید کی تو کسی نے ساحر کہا' کسی نے مجنون کہا' کسی نے اس مقدس چہرے پر تھوک دیا جس کی زیبائی و رعنائی کی قسمیں خالق حسن و جمال نے کھائی ہیں۔ جس چہرے کی تابانی بدر کامل کو شرماتی تھی'

کسی نے راستے میں کانٹے بچھا دیے'

کسی نے جسد مبارک پر غلاظت پھینکی

اور طائف والوں نے تو حد کر دی انہوں نے اس مقدس جسم پر سنگ باری کی جو پھولوں سے زیادہ معطر اور آبگینوں سے زیادہ نازک تھا'

ان ہاتھوں کو زخمی کر دیا جو ان کی ہدایت کی دعا کے لئے بارگاہ ایزدی میں اٹھتے تھے' ان مبارک قدموں کو لہولہان کر دیا جو ان تک حق کا پیغام پہنچانے کے لئے طویل مسافت طے کر کے آئے تھے۔

جھگڑا کیا تھا

سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر جھگڑا کیا تھا وہ آپ کو کیوں ستاتے تھے' جسم اطہر پر سنگ باری کیوں کرتے تھے قرآن اور حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جھگڑا

صرف "لاالہ" پر تھا "الااللہ" پر کوئی تنازع نہیں تھا' اللہ کو تو وہ بھی مانتے تھے' سورۃ العنکبوت میں ہے **وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (۶۱)**

(اور اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے اور سورج اور چاند کو کس نے کام میں لگایا ہے تو وہ کہیں گے اللہ نے)

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (۶۳)

(اور اگر تو ان سے سوال کرے کہ آسمان سے پانی کس نے اتارا پھر اس سے زندہ کر دیا زمین کو اس کے مرنے کے بعد' تو کہیں گے اللہ نے)

تو اللہ کو تو وہ مانتے تھے اللہ کے وجود کا اقرار کرتے تھے' یہ بھی اعتراف کرتے تھے کہ پیدا کرنے والا وہی ہے' رزق دینے والا وہی ہے' زندگی دینے والا اور دے کر واپس لینے والا وہی ہے۔ سارا جھگڑا تو کلمہ طیبہ کے پہلے جزو پر تھا' اگر آپؐ "لاالہ" پر اصرار چھوڑ دیتے تو ممکن تھا کہ وہ بھی آپؐ سے اتفاق کر لیتے' اہل مکہ صاحب زبان تھے وہ خوب جانتے تھے کہ "لاالہ" کی زد ان کے کن تصورات پر پڑتی ہے انہیں معلوم تھا کہ ان دو لفظوں سے ان کے پورے نظام باطل کی نفی ہو جاتی ہے' ان دو لفظوں کے کہہ لینے کے بعد حاکمیت مطلقہ صرف اللہ کی ماننی پڑے گی' پھر احبار و رہبان کی خدائی سے انکار کرنا ہو گا' پھر ارباب اقتدار اور سرداروں سے بغاوت کرنی ہو گی' ان کا کوئی ایسا حکم ماننا جائز نہیں ہو گا جس کے ماننے سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو **لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق** (خالق کی نافرمانی کر کے مخلوق کی اطاعت جائز نہیں) اس سارے مفہوم کو سمجھنے کی وجہ سے وہ "لاالہ" کہنے سے انکار کرتے تھے' ان دو لفظوں میں انہیں پورے باطلانہ نظام کی موت نظر آتی تھی۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے

؎ چوں گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

علامہ اقبال چونکہ "لا الٰہ" کا مفہوم اور اس کے تقاضے اور مطالبات اور مشکلات سمجھتے تھے اسلئے ان کے جسم پر "مسلمانم" کہتے ہوئے لرزہ طاری ہو تا تھا لیکن ہم میں سے اکثر چونکہ اس کے مفہوم سے ناواقف ہیں اس لئے وہ ہندوؤں کی رسمیں بھی کرتے ہیں، قبروں پر سجدہ بھی کرتے ہیں، غیر اللہ کے نام کی نذریں بھی مانتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کے احکام سے بغاوت بھی کرتے ہیں، اور دھڑلے کے ساتھ مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں .... حیف ہے ہماری مسلمانی پر ...... اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہمیں جیسے مسلمانوں کے بارے میں ہے
وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (۱۸) (اور ان میں اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر ساتھ شرک بھی کرتے ہیں)

لا الٰہ کا مفہوم

علماء کہتے ہیں کہ "لا الٰہ" کے کئی معانی ہو سکتے ہیں
۱۔ لَا مَعْبُودَ إِلَّا اللّٰہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں)
۲۔ لَا مَحْبُوبَ إِلَّا اللّٰہ (اللہ کے سوا کوئی محبت کا مستحق نہیں)
۳۔ لَا مُتَصَرِّفَ فِي الْعَالَمِ إِلَّا اللّٰہ (کائنات میں اللہ کے سوا کسی کا تصرف نہیں)
۴۔ لَا مَرْجُوَّ إِلَّا اللّٰہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی امیدوں کا مرکز نہیں)
لَا مَخُوفَ إِلَّا اللّٰہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی اس قابل نہیں کہ اس سے ڈرا جائے)
(۱۹)

گویا ہر قسم کی عبادت صرف خدا کے لئے ہے خواہ وہ نماز اور روزہ ہو یا حج اور زکوٰۃ ہو، خواہ صدقہ و خیرات ہو یا نذر و نیاز ہو، قرآن حکیم میں ہے کہ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَ

معبود اور محبوب

یاد رکھیں دوسرے مذاہب نے خدا کے بارے میں بڑی افراط و تفریط سے کام لیا ہے۔ یہودیوں نے خدا کو بڑے خوفناک اور ڈراونے انداز میں پیش کیا ہے تورات میں اسے "فوجوں کا سپہ سالار" اور "باپ کا بدلہ پشت با پشت تک بیٹوں سے لینے والا" کہا گیا ہے۔۔ دوسری طرف عیسائیوں نے خدا کے صرف رحم و کرم اور محبت و شفقت کا تذکرہ کیا ہے لیکن ہمارے نبی صلی اللہ وسلم نے خدا کے جلال کا بھی تذکرہ کیا ہے اور جمال کا بھی آپؐ نے بتایا کہ اگر وہ قہار و جبار اور منتقم ہے تو وہ غفور و رحیم اور رحمٰن و کریم بھی ہے لیکن اس کی محبت اور رحمت اس کے غضب اور عذاب پر غالب ہے۔

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (۲۸)

اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر یوں فرمائی ہے۔

رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ (۲۲)

(میرے غضب سے میری رحمت آگے بڑھ گئی ہے)

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ سے محبت رکھو کیونکہ وہ تمہارا معبود ہی نہیں محبوب بھی ہے اہل لغت کے ایک قول کے مطابق اللہ کا معنی ہے "پیارا"۔ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ مجذوب صفت بزرگ تھے اور قرآن حکیم کی آیتوں کے ترجمے اکثر ہندی میں فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے ہندی میں اللہ کا ترجمہ کیا ہے "من موہن" یعنی دلوں کا محبوب تو موحد جب "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہتا ہے تو وہ یوں کہتا ہے کہ "لَا مَحْبُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ" حقیقی محبوب صرف اللہ ہے بلکہ کامل موحد تو ہوتا ہی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو چکا ہو اتنا فنا ہو گیا ہو کہ دل میں

اللہ کی محبت کے سوا کچھ بھی باقی نہ رہے بقول مجذوبؒ

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

ایک نکتہ

عربی زبان میں محبت کے مختلف درجات کے لئے مختلف الفاظ وضع کئے گئے ہیں۔

پہلا درجہ " علاقہ " ہے یعنی محبوب سے دل کا ایک تعلق پیدا ہوجانا۔
دوسرا درجہ " الصبابہ " ہے یعنی دل کا محبوب کی طرف جھک جانا۔
تیسرا درجہ " الغرام " ہے یعنی دل کا محبوب کے ساتھ جڑجانا۔
چوتھا درجہ " العشق " ہے یعنی محبوب پر دل و جان سے فریفتہ ہوجانا۔
پانچواں درجہ " التیم " ہے یعنی محبوب کے لئے سب کچھ فنا کردینا عربی میں کہا جاتا ہے " تیم اللہ " اور لغت میں لکھا ہے کہ اس کا معنی ہے " عبداللہ " تو " تیم اللہ " کا معنی ہے فلاں شخص اللہ کا عاشق ہے کیونکہ " تیم " اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے محبوب کی محبت میں فنا ہوکر اس کا بندہ بن گیا ہو گویا " عبداللہ " وہ ہوگا جو اللہ کے ساتھ بے پناہ محبت رکھتا ہو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اللہ کا بندہ ہونے کا تو دعوٰی کرے لیکن اللہ سے محبت نہ رکھتا ہو۔ (۲۳)۔

عرض یہ کررہا تھا کہ " لا الہ الا اللہ " کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ " لا محبوب الا اللہ " اور یہ بھی بتا رہا تھا کہ ہر نبی کو سب سے زیادہ مخالفت کا سامنا " لا الہ " کی وجہ سے کرنا پڑا مگر نبی نے واضح کردیا کہ نفی پہلے ہوگی اثبات بعد میں ہوگا تخلیہ پہلے ہوگا تحلیہ بعد میں ہوگا ، صفائی پہلے ہوگی رنگ و روغن بعد میں ہوگا جس

دل میں غیر اللہ کی عبادت و اطاعت کا جذبہ باقی ہے اس میں کلمہ طیبہ کی حقیقت اور اللہ کی سچی محبت سما ہی نہیں سکتی اگر کوئی مشرک خدا سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے ہاں موحد صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور اس لئے محبت کرتا ہے کہ اس کی ذات میں محبوبیت والی ساری صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں خالق وہ ہے رزق وہ دیتا ہے محسن وہ ہے جمیل وہ ہے بلکہ خالق حسن و جمال وہ ہے صفات عالیہ اس میں پائی جاتی ہیں۔

ایک سوال

یہاں ایک سوال کیا جاسکتا ہے وہ یہ کہ تم کہتے ہو مومن صرف اللہ سے محبت کرتا ہے حالانکہ مومن تو تمام انبیاء علیہم السلام سے محبت کرتا ہے سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعین سے محبت کرتا ہے اولیاء، اتقیاء، علماء، شہداء، سے محبت کرتا ہے اپنے والدین، اساتذہ، مشائخ، دوستوں اور محسنوں سے محبت کرتا ہے پھر یہ آپ نے کیسے دعویٰ کردیا کہ "لا محبوب الا اللہ" اللہ کے سوا کوئی محبوب نہیں، اس سیدھے سادے سوال کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ ہر موحد اصلاً" اور اولاً" تو محبت اللہ ہی سے کرتا ہے پھر ہر اس شخصیت سے محبت کرتا ہے جس جس سے محبت کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور کسے نہیں معلوم کہ یہ ساری شخصیات وہ ہیں جن کے ساتھ محبت کرنے کا رب کریم نے حکم دیا ہے بس ذہن میں یہ بات ضرور رہنی چاہئے کہ یہ شخصیات تو بہت بڑی ہیں ان میں محبوبیت والے اوصاف اور اسباب بھی پائے جاتے ہیں لیکن یہ سارے اوصاف اور اسباب ان کی ذات میں اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کئے ہیں

وہ اگر چاہتا تو کوئی نبی، منصب نبوت پر فائز نہ ہو سکتا،

ولی کو ولایت نہ مل سکتی،

شہید، مقام شہادت تک نہ پہنچ سکتا،
عالم کا سینہ علم کے نور سے منور نہ ہو سکتا،
بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر عمارت کو دیکھ کر معمار کا اور گلشن کو دیکھ کر باغبان کا کمال معلوم ہوتا ہے تو ان عظیم شخصیات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا کمال سمجھ میں آتا ہے اور اس کا محبوب حقیقی ہونا اور بھی مستحکم اور ثابت ہوجاتا ہے جس خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے باکمال انسانوں کو پیدا کیا وہ خود کتنا باکمال ہوگا اگر ان کے ساتھ ہمیں محبت ہے تو اس کے ساتھ محبت کیوں نہ ہوگی اور یہ بھی تو سوچو کہ جس خلاق نے اس عالم رنگ و بو کو بے پناہ حسن و جمال عطا کیا ہے وہ خود کتنا حسین و جمیل ہوگا۔

ہر جگہ وہ

اسی لئے ایک موحد مسلمان جب مظاہر قدرت پر نظر ڈالتا ہے تو اسے ہر جگہ اور ہر چیز میں اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے آسمانوں کی بلندی میں "وہ"، پہاڑوں کے جلال میں "وہ"، درختوں کے جمال میں "وہ"، ماضی اور حال میں "وہ"، مستقبل اور حال میں "وہ"، انسانوں کی زبان قال میں "وہ"، ذروں کی زبان حال میں "وہ"، دن کی روشنی میں "وہ"، رات کی تاریکی میں "وہ"، سورج کی کرنوں میں "وہ"، کواکب کی چشمک میں "وہ"، پھولوں کی چٹک میں "وہ"، کلیوں کی مہک میں "وہ"، عصافیر کی چہک میں "وہ"، سبزے کی لہک میں "وہ"، ابر کی دھمک میں "وہ"، زندگی کی ہمک میں "وہ"، لہروں کی لپک میں "وہ"، صحرا کے سناٹے میں "وہ"، آبادی کے ہنگامے میں "وہ"، ملائکہ کی تسبیحات میں "وہ"، مجاہدین کی تکبیرات

میں "وہ" ' داؤد علیہ السلام کے نغموں میں "وہ" ' موسیٰ علیہ السلام کی تختیوں میں " وہ " ' کتاب مقدس کی اناجیل میں "وہ" ' قرآن کے پاروں میں "وہ" ۔ قران میں تقریباً دو ہزار نو سو چالیس مرتبہ لفظ " اللّٰہ " آیا ہے انسان نے اسے غاروں اور ویرانوں میں تلاش کیا مگر غیب سے آواز آئی وَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ
ادھر ادھر بھٹکنے والو ذرا اپنی ذات میں تو جھانک کر دیکھو
تمہاری گویائی میں "وہ" ' تمہاری شنوائی میں "وہ" ' تمہاری بینائی میں "وہ" تمہاری سانسوں کے زیروبم میں "وہ" ' تمہاری رگ جان میں "وہ (۲۴)

توحید کی قسمیں

علماء بتاتے ہیں کہ توحید کی تین قسمیں ہیں ۔

(۱) توحید ربوبیت یعنی خدا کی ذات کا اقرار کرنا ' یہ تسلیم کرنا کہ واقعی خدا ہے اور ایک ہے اس کی ذات میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے ' اس بزم ہستی کو سجانے والا وہی ہے زمین و آسماں اور جن و انسان کا خالق اور رازق وہی ہے ۔

(۲) توحید الوہیت اس کا مطلب یہ ہے کہ عبادت اور عبادت کی تمام قسمیں صرف اللہ کے لئے ہیں نماز روزہ اسی کے لئے ' جبین نیاز میں تڑپتے ہوئے سجدے اسی کے لئے ' دعائیں اور التجائیں اسی سے ' امیدیں اور آرزوئیں اسی سے ' نذرونیاز اور قربانی اسی کے لئے ' خوف رغبت اور محبت اسی سے ' توکل اعتماد اور بھروسہ اسی پر ' توحید الوہیت یا توحید عبادت ہی وہ مسئلہ تھا جس کی وجہ سے اہل مکہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ' شرک نے ان کی عقلوں کو کچھ ایسا ماؤف کردیا تھا کہ یہ مسئلہ ان کی سمجھ میں آتا ہی نہیں تھا وہ بڑے تعجب سے کہتے تھے ۔
اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ (۲۵)

(کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے)۔

عقل کا بحران

اگر کسی مشرک سے اس کے بہن بھائیوں کی تعداد پوچھی جائے تو کہہ سکتا ہے کہ دو ہیں یا چار ہیں لیکن اگر اس سے سوال کیا جائے کہ تمہارے حقیقی باپ کتنے ہیں تو وہ مرنے مارنے پر تل جائے گا کہ باپ تو ایک ہی ہوتا ہے کئی نہیں ہوتے لیکن یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی کہ خدا بھی ایک ہوسکتا ہے کئی نہیں ہوسکتے اور اتنی موٹی سی بات اس کی سمجھ میں اس لئے نہیں آتی کہ شرک انسانی عقل و فکر کو کند کردیتا ہے ہر مشرک عقل کے بحران کا شکار ہوتا ہے اور کوئی ایسا شخص شرک نہیں کرسکتا جس کی عقل صحیح ہو جس کے قوائے فکریہ بیکار نہ ہوگئے ہوں۔ بظاہر میری یہ بات آپ کو بڑی عجیب محسوس ہوگی لیکن اگر آپ ذرا سنجیدگی سے سوچیں تو آپ میرے اس دعویٰ کی صداقت کے قائل ہوجائیں گے کہ واقعی مشرک عقل کے بحران میں مبتلا ہوتا ہے ذرا ان کے خداؤں پر تو ایک نظر ڈالیں۔

کہیں گنگا جمنا کا پانی خدا ہے مگر اسی سے استنجا بھی ہورہا ہے۔

کہیں آگ خدا ہے مگر ایسا خطرناک خدا کہ اگر اس کا پجاری عقیدت و محبت کے جذبہ کے تحت اس سے معانقہ کرنا چاہے تو بھسم کرڈالے۔

کہیں گائے خدا ہے مگر کہیں بھری پری محفل میں گوبر اور پیشاب کردے تو "خدا" یاد آجائے۔

کہیں لکڑی کا خدا ہے مگر ضرورت پڑتی ہے تو اسے ایندھن بنالیا جاتا ہے۔

کہیں لوہے اور پتھر کا خدا ہے مگر صم بکم ہے

ہم ایسے خداؤں پر حیراں بڑے ہیں
جو تنکیں مزاج اور دل کے کڑے ہیں
پڑے ہیں پڑے ہیں، کھڑے ہیں کھڑے ہیں
جو ناپو تو بندے خدا سے بڑے ہیں

کہیں مٹی کا خدا ہے لیکن بہت نازک مزاج ہے اسے پانی سے بچانا بہت ضروری ہے ورنہ گھل کر بے نشاں ہوجائے گا۔

خدا کا حشر

ایک صحابی نے اسلام قبول کرنے کے بعد سنایا کہ ایک دفعہ میں سفر پر جارہا تھا کہ اپنی بیوی سے کہا سفر میں خدا کو بھی ساتھ رکھنا چاہتا ہوں کوئی ننھا منا سا خدا تلاش کردو تاکہ اسے اٹھانے میں آسانی ہو۔ بیوی نے بہت تلاش کیا مگر اسے بروقت کوئی ایسا بت نہ ملا، ضرورت ایجاد کی ماں ہے اس نے فوراً آٹا گوندھا اور اس سے ایک ہلکا پھلکا بت بنالیا میں نے اسے اپنے سامان میں رکھ لیا، سفر بہت طویل تھا کچھ ایسے ناموافق حالات پیش آئے کہ زاد راہ ختم ہوگیا سخت بھوک لگی۔ دور دور تک آبادی کا نام و نشان نہیں تھا، کھانے کی کوئی چیز میسر نہ تھی، بیچارے مجبور اور بے بس خدا کو دیکھ دیکھ کر منہ میں پانی آنے لگا بالآخر اسی پر ہاتھ صاف کئے اور اسے واصل شکم کردیا۔ ایسا بھی ہوا کہ کم عقل مشرک نے آٹے کا بت بناکر رکھا کتا آیا اور اسے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر اٹھا کر چلتا بنا اور کم عقل پجاری نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو تسلی دے لی کہ میرا خدا کتنا مہربان اور نرم دل ہے کہ کتے کی اتنی بڑی زیادتی کے باوجود اس سے کوئی انتقام نہیں لیا بلکہ مزاحمت تک نہیں کی۔ ایسا بھی ہوا کہ سجا سجا کر بت رکھے ہوئے تھے رات کو کتا آیا اور اس نے نشانہ باندھ کر عین کھوپڑی کے اوپر

پیشاب کردیا مگر مجال ہے جو آگے سے اف بھی کی ہو ممکن ہے کہ اس وقت بت صاحب کا موڈ بھی گرم پانی سے غسل کرنے کا ہورہا ہو اور کتے نے ان کے ارشاد کی تعمیل کردی ہو۔

توحید الوہیت

بات توحید الوہیت اور توحید عبادت کی ہو رہی تھی کہ مشرکین مکہ کو اس سے بڑا اختلاف تھا اور قرآن نے سب سے زیادہ اسی پر زور دیا' ہر نماز کی ہر رکعت میں یہ آیت پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (۳۱)

(ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں)

ہر مسلمان کی زبان سے یہ کلمات کہلوائے گئے' ہر نمازی ہر نماز میں یہ عہد کرتا ہے کہ ہم عبادت کریں گے تو صرف تیری' مدد مانگیں گے تو صرف تجھ سے' اولاد مانگیں گے تو صرف تجھ سے' رزق مانگیں گے تو صرف تجھ سے' یہ عہد اور یہ وعدہ زاہد و پارسا بھی کرتا ہے اور خطا کار و گناہ گار بھی' عالم بھی کرتا ہے اور جاہل بھی بلکہ آیئے میں آپ کو ایک عجیب منظر دکھاؤں

اللہ کا ایک بندہ ہے جو انسانیت کے سر کا تاج ہے

کتاب نبوت کا حرف آخر ہے

جس کی عظمت کی بلندی کا یہ عالم ہے کہ سر اٹھا کر دیکھیں تو ٹوپی گر پڑے

جسے رحمۃ للعلمین کا لقب دیا گیا ہے'

جس کے استقبال کے لئے ملائکہ کو صف بندی کا حکم دیا گیا۔

جس کے شہر کی قسمیں رب ذوالجلال نے اٹھائیں ایک عام شخص جب اس بے مثال

انسان کے بلند مرتبے کو دیکھتا ہے تو اس کی نظر اس کی عقل دھوکہ کھاجاتی ہے اس کا دل چاہتا ہے کہ مجھے جو مانگنا ہے یہیں سے مانگ لوں وہ ابھی ہاتھ اٹھاتا ہی ہے کہ اسے نظر آتا ہے کہ وہ بے مثال انسان تو خود کسی اور کے سامنے دامن پھیلائے ہوئے کہہ رہا ہے .اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

اور وہی بے مثال انسان مسجد نبوی کے ایک گوشے میں عجز و نیاز کی تصویر بنے بیٹھا ہے رات کا آخری پہر ہے ' دنیا محو خواب ہے ' فضائے عالم پر سناٹے کا تسلط ہے مقدس ہاتھ دعا کے لئے اٹھتے ہیں ' آنکھوں سے نایاب گوہر برستے ہیں اور مبارک لبوں پر یہ دعائیہ کلمات جاری ہوجاتے ہیں۔

اَللّٰھُم اِنِّی عَبدُکَ وَ ابنُ عَبدِکَ وَ ابنُ اَمَتِکَ وَ اِلٰی قَبضَتِکَ نَاصِیَتِی بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکمُکَ عَدلٌ فِی قَضَائِکَ اَسئَلُکَ الخ (۲۸)

(اے اللہ میں بندہ ہوں تیرا اور بیٹا ہوں تیرے ایک بندے کا اور تیری ایک بندی کا اور تیرے قبضے میں ہوں اور ہمہ تن تیرے دست قدرت میں ہوں میرے بارے میں تیرا حکم نافذ ہے اور میرے بارے میں تیرا فیصلہ عین عدل ہے میں تجھ سے استدعا کرتا ہوں (الخ۔)

ایک باضمیر اور باشعور انسان جب یہ پیارا منظر دیکھتا ہے تو اس کا ضمیر پکار اٹھتا ہے اور اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہتا ہے

تو بھی اسی سے مانگ جس سے لاکھوں نبیوں ' صحابہ ولیوں اور قطبوں نے مانگا '

تو بھی اسی کے سامنے گڑگڑا جس کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام گڑگڑائے '

تو بھی اسی کے سامنے دامن پھیلا جس کے سامنے پاک دامن مریم علیہا السلام نے

دامن پھیلایا'

تو بھی اسی کے سامنے اظہار تمنا کر جس کے سامنے حضرت زکریا علیہ السلام نے اظہار تمنا کیا'

تو بھی اسی کے سامنے آنسو بہا جس کے سامنے حضرت یعقوب علیہ السلام نے آنسو بہائے'

تو بھی اسی سے مدد مانگ جس سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کنویں کی تاریکی میں مدد مانگی'

تو بھی اسی کے سامنے ہاتھ اٹھا جس کے سامنے آگ کے الاؤ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہاتھ اٹھائے'

تو بھی اسی سے استدعا کر جس سے صحرا کی وسعتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استدعا کی

'تو بھی اسی سے داد خواہی کر جس سے اسلام کی مریم سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے تہمتوں کی بدبودار فضا میں داد خواہی کی'

تو بھی اسی کے سامنے آہ و زاری کر جس کے سامنے بدر و احد میں' حنین اور احزاب میں' امن اور جنگ میں' رات اور دن میں مکہ اور مدینہ میں کائنات کا سردارؐ آہ و زاری کرتا رہا۔

ارے نادان! علیؓ سے نہیں علیؓ کے رب سے مانگ' عبدالقادرؒ سے نہیں قادر سے مانگ' میرے دوست! ان سے نہ مانگ جو خود محتاج ہیں بلکہ اس سے مانگ جو مانگنے سے خوش ہوتا ہے جو انداز بدل بدل کر کہتا ہے مجھ ہی سے مانگو کبھی کہتا ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً (۲۸ ☆)

(پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور آہستہ)

کبھی فرماتا ہے

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي (۲۹)

(میں پہنچتا ہوں پکارنے والے کی پکار کو جس وقت مجھے پکارتا ہے پس ان کو چاہئے کہ میری بات مانیں)

کہیں فرمایا وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (۳۰)

(اور تمہارا رب کہتا ہے مجھی کو پکارو میں پہنچتا ہوں تمہاری پکار کو بے شک جو لوگ میری بندگی سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب دوزخ میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے)

علماء کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں "عبادتی" سے مراد "دعائی" ہے تو معنی یہ بنا کہ جو لوگ مجھ سے دعا کرنے میں تکبر کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اللہ اللہ! ساری دنیا مانگنے سے ناراض ہوتی ہے یہاں تک کہ والدین بھی بعض اوقات اولاد کے کثرت سوال کی وجہ سے ناراض ہو جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نہ مانگنے والوں سے ناراض ہوتا ہے اور مانگنے والوں کے اوپر اپنی رضا اور غفران کی چادر ڈالتا ہے

پھر یہ بھی دیکھئے کہ اس سے جس زبان میں بھی مانگو مانگ سکتے ہو کیونکہ وہ ہر زبان سمجھتا ہے اردو، فارسی، ترکی، ہندی، پشتو، پنجابی، بلوچی، سندھی، انگریزی، غرضیکہ کسی زبان کی تخصیص نہیں

پھر وقت کی بھی تخصیص نہیں دن کو مانگو یا رات کو صبح کو مانگو یا شام کو وہ ہر وقت سنتا ہے

پھر جگہ کی بھی تخصیص نہیں زمین پر مانگو یا فضاؤں میں، خشکی پر مانگو یا دریاؤں میں

آبادی میں مانگو یا صحراؤں میں، مسجد میں مانگو یا بازاروں میں وہ ہر جگہ موجود ہے پھر پکارنے والا کوئی بھی ہو عالم ہو یا جاہل، زاہد و پارسا ہو یا خطاکار و گنہگار، مرد ہو یا عورت، فرشتہ ہو یا جن، انسان ہو یا حیوان، ـــ وہ سب پر یکساں توجہ دیتا ہے وہ تو اس مچھلی کی دعا بھی سنتا ہے جو سمندر کی تاریکیوں میں اسے اپنا دکھڑا سناتی ہے وہ تو اس حقیر سے کیڑے کی پکار پر بھی توجہ دیتا ہے جو پتھر کے بطن میں اسے پکارتا ہے کیوں سب کی سنتا ہے ؟ اس لئے سنتا ہے کہ وہ صرف **رب الناس** نہیں، صرف **رب الجنات** نہیں، صرف **رب الملائکہ** نہیں، صرف **رب العرب** نہیں، صرف **رب العجم** نہیں بلکہ وہ تو **رب العلمین** ہے ـ تو توحید الوہیت اور عبادت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا جائے ـ اسی سے دعا کی جائے کیونکہ دعا بھی عبادت ہے رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے **اَلدُّعَاءَ مُخُّ الْعِبَادَۃِ** (دعا عبادت کا مغز ہے) دوسری حدیث میں ہے **اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَۃُ** (دعا ہی عبادت ہے) اہل عرب کے ذہنوں میں توحید الوہیت کا عقیدہ جمانے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی محنت کرنی پڑی اور بالآخر آپ نے شب و روز مسلسل محنت اور تربیت سے اپنے شاگردوں اور مقدس صحابیوں کے دلوں میں یہ بات کوٹ کوٹ کر بھردی کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں، اللہ کے سوا کوئی بھی نفع نقصان کا مالک نہیں، اللہ کے سوا کسی کے سامنے دامن پھیلانا اور کسی سے سوال کرنا جائز نہیں یہاں تک کہ ایسا بھی ہوا کہ ایک صحابی سواری پر سوار ہیں چابک ہاتھ سے گر گئی، کسی سے نہیں کہا کہ مجھے یہ چابک پکڑادو بلکہ خود سواری سے اترے اور چابک پکڑی، پوچھا گیا آپ نے اتنی تکلیف کیوں اٹھائی کسی کو کیوں نہ کہدیا، فرمایا اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ سے سوال کرنے سے منع فرمایا ہے ـ

حضرت عمرؓ کو دیکھئے حجر اسود کے سامنے کھڑے ہیں دل میں پتھر کی بنی ہوئی

مورتیوں سے نفرت ہے حجر اسود کو پکار کر کہتے ہیں میں خوب جانتا ہوں کہ تو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان اگر میں نے حضورؐ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا نہ ہوتا تو میں تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔

چند آیات

قرآن کریم کی بے شمار آیات میں توحید الوہیت کا تذکرہ ہے مثلاً فرمایا۔

وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (۳۱)

(تمہارا الہ ایک ہی الہ ہے اس رحمٰن اور رحیم کے سوا کوئی اور الہ نہیں ہے۔)

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَإِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ إِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ○ (۳۲)

(اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور الہ کو پکارے جس کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب بھی اس کے رب کے پاس ہے ایسے کافر کبھی فلاح نہیں پاتے)

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○ (۳۳)

(پھر اگر یہ روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے میرا کیا نقصان ہے میرے لئے تو اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی الہ نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے۔)

۳۔ توحید صفات

توحید صفات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو مخصوص صفات ہیں ان میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ ہمارا خدا علیم ہے، سمیع ہے، بصیر ہے، قدیر

ہے، یوں تو انسانوں کے پاس بھی علم ہوتا ہے انسان بھی سنتے ہیں دیکھتے ہیں کسی حد تک قدرت بھی رکھتے ہیں لیکن انسانوں کے اندر یہ صفات محدود سطح پر پائی جاتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات میں یہ صفات علی وجہ الکمال پائی جاتی ہیں جیسے اس کی ذات بے مثال ہے اسی طرح اس کی صفات بھی بے مثال ہیں۔

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (۳۴) (کوئی چیز اس کے مثل نہیں)

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (۳۵) (کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے)

بے شمار قومیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات غیر اللہ کے لئے ثابت کرنے کی وجہ سے گمراہ ہو گئیں۔ ہندوؤں نے اللہ تعالیٰ کی خالقیت کی صفت برہما میں اور مارنے کی صفت مہیش میں اور ربوبیت کی صفت وشنو میں ثابت کردی اور گمراہ ہو گئے

مجوسیوں نے ہادی کی صفت یزدان میں اور مضل کی صفت اہرمن میں ثابت کردی اور وہ بھی حق سے دور ہو گئے۔

خود مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات کو اللہ کے بندوں کے لئے ثابت کر دیتے ہیں۔

علم غیب

مثلاً کئی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کو بھی غیب کا علم ہوتا ہے ہمارے ہاں تو علم غیب اتنا آسان ہو گیا ہے کہ فٹ پاتھوں پر بیٹھے ہوئے ازلی بد قسمت دو دو روپے لے کر قسمت کا اور مستقبل کا حال بتاتے پھرتے ہیں جن بدبختوں کو خود اپنی قسمت کا علم نہیں وہ دوسروں کی قسمت کے بارے میں بڑے دھڑلے سے پیش گوئیاں

کردیتے ہیں وہ ایک ایسے ہی نجومی تھے جنہوں نے ایک بادشاہ کو یہ کہہ کر پریشان کردیا کہ صرف چھ ماہ بعد مرنے والے ہو وہ بادشاہ مرنے سے پہلے ہی مردہ بن گیا' کاروبار سلطنت سے بالکل معطل ہوکر رہ گیا' اس کا ایک مشیر سمجھ دار تھا اس نے نجومی کو برسر دربار بادشاہ کے سامنے بلوایا اور پوچھا کہ تمہاری زندگی کتنی باقی ہے اس نے بڑے فخر سے بتایا کہ میں بیس سال سے پہلے مرنے کا نہیں ہوں' مشیر نے فوراً نیام سے تلوار نکالی اور اس کا سر قلم کردیا پھر بادشاہ کی طرف متوجہ ہوکر کہا اے بادشاہ سلامت ! جو شخص اپنی زندگی کا حال نہیں جانتا وہ آپ کی زندگی کے بارے میں کیا بتا سکتا ہے ؟

آپ شاید یہ سن کر حیران ہوں کہ ہمارے ہاں ایسے ضعیف العقیدہ لوگ بھی ہیں جو اپنی نادانی کی وجہ سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کے پیر صاحب کی مرغیاں بھی غیب کی خبریں جانتی ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی تاکید اور شدومد کے ساتھ یہ وضاحت فرمادی کہ غیب کا علم سوائے اللہ کے کسی کے پاس نہیں ہے۔ ایک دفعہ ایک شادی کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے' انصار کی چند لڑکیاں گارہی تھیں۔ انہوں نے گاتے گاتے یہ گانا شروع کردیا۔

وَ فِينَا رَسُولٌ يَعلمُ مَا فِى غَدٍ

(اور ہم میں ایک پیغمبر ہے جو کل کی بات جانتا ہے) (۳۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً منع فرمادیا کہ یہ نہ کہو بلکہ وہی کہو جو پہلے گارہی تھیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہین و فطین اور عالمہ فاضلہ زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مَن حَدَّثَکَ اَنَّہٗ یعلمُ الغیبَ فَقَد کَذَبَ وَھُوَ یَقُولُ لَا یَعْلَمُ الغَیبَ اِلَّا اللّٰہُ (۳۷) (جو شخص تیرے

سامنے بیان کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں تو وہ یقیناً جھوٹا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔)

قرآنی آیات اس بارے میں بے شمار ہیں سورۃ لقمان میں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَ مَاتَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (۳۸)

(بے شک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا)

ایک مشہور خواب

اس آیت کے ذیل میں مفسرین اور علماء نے ایک مشہور خواب درج کیا ہے لیکن بعض نے اس خواب کو امام مالکؒ کی طرف منسوب کیا ہے اور معبر امام ابن سیرینؒ کو بتایا ہے اور بعض نے اس خواب کو خلیفہ منصور کی طرف منسوب کیا ہے ممکن ہے کہ دونوں ہی کو یہ خواب دکھائی دیا ہو بہرحال تفسیر مدارک میں ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ منصور نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو اس سے اپنی بقیہ عمر کے بارے میں سوال کیا کہ میری کتنی عمر باقی ہے تو فرشتے نے زبان سے کچھ کہنے کے بجائے پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا اور غائب ہوگیا۔ منصور نے تعبیر والوں کے سامنے اپنا خواب بیان کیا ان میں حضرت امام اعظمؒ بھی تھے، معبروں نے بہت سی تعبیریں بیان کیں کسی نے کہا کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ خلیفہ کی عمر ابھی پانچ سال باقی ہے کسی نے کہا اس سے مراد پانچ ماہ ہیں اور کسی نے پانچ دن بتائے لیکن حضرت امام نے فرمایا ھُوَ اِشَارَۃٌ

اِلٰی هٰذِهِ العلوم الخمسۃِ لَا یعلمھَا اِلاَّ اللّٰہ (۳۹)
(کہ یہ ان پانچ علوم کی طرف اشارہ ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا)

سورۃ الانعام میں ہے

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلاَّ هُوَ (۴۰)
(اور اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی چابیاں ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے "مفاتیح" کہا ہے "مفتاح" نہیں کہا کیونکہ اگر "مفتاح" کہا جاتا تو ممکن تھا کہ شرک کے بیمار تاویل کرلیتے اور کہتے ہاں جی! غیب کی بڑی چابی تو اللہ کے پاس ہے مگر چھوٹی چھوٹی چابیاں ہمارے حضرت جی کے پاس، ہمارے پیر صاحب کے پاس اور ہمارے بابا جی کے پاس بھی ہیں مگر قربان جایئے اللہ کے کلام کے کہ وہ شرک کے پھاٹک تو بند کرتا ہی ہے شرک کے چھوٹے چھوٹے روزن اور سوراخ بھی بند کردیتا ہے۔

سورۃ ہود میں ہے

لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ (۴۱)

(آسمانوں اور زمین کی مخفی باتوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور سب امور اس کی طرف رجوع ہوں گے سو تو اس کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ رکھ)۔

میں نے صرف چند آیات اور احادیث کے ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے ورنہ وہ تو بہت زیادہ ہیں۔

قدرت

قدرت بھی اللہ تعالیٰ کی ان صفات میں سے ہے جس پر دور حاضر کے شرک کے

بیاروں نے ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی ہے ان کا محبوب نعرہ یا علی مدد اور یا غوث اعظم ہے وہ اپنی نظموں اور نعتوں میں بلا جھجک شرکیہ الفاظ استعمال کرتے ہیں ذرا ان کا انداز تو ملاحظہ فرمائیں۔

ؔ خدا کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
مجھے لینا ہے جو کچھ میں لے لوں گا محمدؐ سے

ؔ بگرداب بلا افتاد کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

ؔ امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر

ؔ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ

یہ تو ان کے اشعار کا حال ہے اور اگر آپ ان کی وہ کہانیاں اور من گھڑت افسانے اور واقعات سنیں جو یہ بزرگوں کی طرف منسوب کرتے ہیں تو آپ حیران اور انگشت بدنداں رہ جائیں گے کہ یا اللہ یہ کس قسم کے موحد ہیں انھیں ہم زیادہ سے زیادہ موحدوں کا کوئی بگڑا ہوا ایڈیشن یا مسخ شدہ ماڈل ہی کہہ سکتے ہیں ' مجھے یقین ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہو کر دنیا میں تشریف لے آئیں اور اپنی مبارک آنکھوں سے ان کے کرتوتوں اور شرکیہ حرکات کو دیکھیں تو شاید ان کو آپؐ پہچان ہی نہ سکیں کہ یہ بھی موحد ہیں۔

مبالغہ آمیز حکایات

آپ نے سنا ہوگا کہ یہ حضرت علیؓ کو مشکل کشا کہتے ہیں اور ان کی مشکل کشائی کے عجیب و غریب واقعات بیان کرتے ہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو تو انہوں نے

سب سے زیادہ بدنام کیا ہے اور ان کے متعلق افسانوی حکایات مشہور کی ہیں بعض کم علم خطیب جو آدھے گویے بھی ہوتے ہیں بڑی سر لگا کر بیان کرتے ہیں کہ بغداد شہر میں ایک بیوہ کا اکلوتا بچہ فوت ہو گیا اس نے فوراً حضرت جیلانیؒ کی خدمت میں شکایت کی آپؒ وہیں سے محو پرواز ہو گئے عزرائیل ابھی راستہ ہی میں تھا کہ آپ نے اسے جا لیا اور ایک تھپڑ لگا کر اس سے روحوں کا تھیلا چھین لیا اور اس دن جتنے انسانوں کی روحیں قبض ہوئی تھیں سب واپس کر دیں، عزرائیل روتا منہ بسورتا رب تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے الہ العلمین ! عبدالقادر جیلانی نے صرف روحوں کا تھیلا ہی نہیں چھینا بلکہ ایک تھپڑ بھی لگایا ہے فرمایا خاموش رہ میں اسے ناراض نہیں کر سکتا۔

یقین فرمائیں اس طرح کی بے شمار حکایات ہمارے دیہاتوں میں اس طرح مشہور ہیں گویا یہ قرآنی آیات یا احادیث نبویہ ہوں حالانکہ قرآن میں بار بار اللہ کی قدرت کو اور بندوں کے عجز اور بے چارگی کو بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ فاطر میں ہے۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ط وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ (۱۴)

اور اللہ کے سوا تم جن کو پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کا بھی اختیار نہیں رکھتے اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار کو سن ہی نہیں سکتے اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری پکار پر پہنچ نہ سکیں اور قیامت کے دن وہ تمہارے اس شرک کرنے کا انکار کر دیں گے۔

سورۃ العنکبوت میں ہے

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا ط وَ إِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (۴۳)

جن لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اوروں کو کارساز بنا رکھا ہے ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ اس مکڑی نے ایک گھر بنا رکھا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مکڑی کا گھر تمام گھروں سے بودا اور کمزور ہوتا ہے کاش وہ اس بات کو سمجھتے۔

مگر افسوس تو یہی ہے کہ مشرک سمجھتا نہیں سمجھے کیسے؟ وہ عقل و فکر کو استعمال ہی نہیں کرتا اسی لئے تو فرمایا۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَ لَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَ لَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا۔ (۴۴)

ان کے دل ہیں ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں ان سے سنتے نہیں

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ان دو صفات میں شرک کیا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات میں بھی شرک کیا جاتا ہے بعض لوگ غیر اللہ کے نام پر قسمیں اٹھاتے ہیں حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے حضرت ابن مسعودؓ کا ایک عجیب قول منقول ہے فرماتے ہیں۔

لَئِنْ أَحْلِفَ بِاللّٰهِ كَاذِبًا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ بِغَيْرِهِ صَادِقًا (۴۵)

میرے لئے غیر اللہ کی سچی قسم کھانے سے اللہ کی جھوٹی قسم کھانا زیادہ بہتر ہے۔

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو ہر جگہ حاضر ناظر سمجھتے ہیں یہ بھی شرک ہے اس لئے کہ ہر جگہ حاضر ناظر ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے۔

غلو کا انجام

شرک فی الصفات میں عام طور پر وہ لوگ مبتلا ہوتے ہیں جو کہ محبت اور عشق میں غلو کرتے ہیں یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنی بیوی کی محبت میں غلو کرے اور جوش میں آکر کہہ دے تو تو میری ماں ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَا تَطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابنَ مَرْيَمَ (۳۶)

" میری مدح میں اس طرح سے مبالغہ نہ کرو جس طرح عیسائیوں نے عیسٰی بن مریم علیہما السلام کے بارے میں مبالغہ سے کام لیا)

قرآن حکیم میں قوم نوح علیہ السلام کے جن پانچ معبودوں کے نام ہم پڑھتے ہیں یعنی ود ' سواع ' یغوث ' یعوق اور نسر ' ان کے بارے میں بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ وہ نیک لوگ تھے لیکن محبت میں غلو کی وجہ سے انہوں نے ان کو آہستہ آہستہ معبود کا درجہ دے دیا اسی لئے ہمارے دین میں غلو سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ غلو کسی بھی چیز میں ہو بالآخر تباہ کن ثابت ہوتا ہے قرآن حکیم میں ہے

يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ (۴۷)

حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا بڑا ڈر تھا کہ کہیں میری قوم میرے انتقال کے بعد میرے بارے میں غلو کا شکار نہ ہوجائے اس لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بڑے سوز اور درد کے ساتھ یہ دعا فرمایا کرتے تھے ۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجعلْ قَبرِی وَ ثَنًا يُعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اِتَّخَذُوا قُبُوْرَ انبیاء مَسَاجِدًا (۴۸)

اے اللہ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بننے دینا ان قوموں پر اللہ تعالٰی کا شدید غضب ہوا جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ۔

جب انبیاء کی قبروں پر سجدہ کرنا جائز نہیں تو اولیاء اور مشائخ کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

آپ حضرات اولیاء اور مشائخ سے محبت ضرور کریں لیکن ایسی محبت نہ ہو جو توحید جیسی عظیم نعمت سے تمہیں محروم کردے۔

ہمارے ہاں دیہاتوں میں گندم کا بھوسہ اڑانے کا ایک آلہ ہوتا ہے جسے دیہاتی زبان میں "ترنگلی" کہتے ہیں جسے ایک لاٹھی کے آخری سرے پر نوکدار سریے لگا کر تیار کیا جاتا ہے کہتے ہیں کہ ایک کاشتکار کو اپنے بیٹے سے بڑی محبت تھی وہ اکثر اپنے لخت جگر کو ہنسانے کے لئے اس کے پیٹ میں گدگدی کیا کرتا تھا ایک دن نہ معلوم اسے کیا سوجھی کہ اس نے گدگدی کرنے کے لئے "ترنگلی" کو استعمال کیا چنانچہ اس کی تیز نوکیں اس بچے کے پیٹ میں کھب کر رہ گئیں اور بچے نے زخموں کی تاب نہ لاکر دم توڑ دیا اور وہ صاحب اپنے نور چشم سے محروم ہوگئے تو بھائی ایسے کبھی نہ کرنا کہ محبت میں غلو کرتے ہوئے ولیوں کو نبیوں کے مقام پر بٹھادو اور نبیوں کو رب ذوالجلال کا ہمسر بنادو ورنہ ایمان سے محروم ہوجاؤ گے۔

شرک ایک جرثومہ

میرے دوستو! میں نے توحید صفات کے صرف چند پہلو آپ کے سامنے بیان کئے ہیں میری اس گفتگو سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کامل موحد وہی ہوگا جو ذات میں بھی اللہ تعالیٰ کو یکتا مانے اور الوہیت اور صفات میں بھی! اگر ان میں سے کسی ایک میں بھی نقص آگیا یا شرک کا عمل دخل ہوگیا تو تمہاری نمازیں روزے حج ' خیراتیں ' تلاوتیں ' نیکیاں سب خطرے میں پڑ جائیں گی اور شرک تو ایک ایسا باریک جرثومہ ہے جو چپکے سے انسان کے قلب و دماغ میں داخل ہوجاتا ہے اور اسے خبر بھی نہیں ہوتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا۔

"اے میرے صحابہؓ یہ بتاؤ کہ اندھیری رات ہو سیاہ چیونٹی ایک سخت پتھر پر چل رہی ہو تو اس کے چلنے کی آواز تم سن سکتے ہو؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک تو رات اندھیری پھر سیاہ چیونٹی اور چلے بھی سخت پتھر پر بھلا اس کی آواز کون سن سکتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ شرک اس سے بھی زیادہ (کم آواز سے) یعنی چپکے سے انسان کے اندر داخل ہوجاتا ہے اور انسان کو علم بھی نہیں ہوتا" اور یہ شرک ایسا جرثومہ ہے جو بعض اوقات موروثی اثرات بھی چھوڑتا ہے چنانچہ مشرکین مکہ میں سے بعض ایسے تھے جو شرک اس لئے نہیں چھوڑتے تھے کہ یہ ان کے باپ دادا کا ورثہ اور طریقہ تھا قرآن کہتا ہے

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا (۴۸)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اتباع کرو اس کی جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس طریقے کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا

اور کبھی کبھی تو یہ جرثومہ متعدی بھی ثابت ہوتا ہے اور چھوت کی بیماری کی طرح ایک سے دوسرے کو لگ جاتا ہے ہمارے ہاں تو یہ حال ہے کہ بعض نادانوں نے ہندوؤں اور بت پرستوں کی دیکھا دیکھی شرکیہ رسوم شروع کر رکھی ہیں اور انہیں خبر ہی نہیں کہ یہ رسمیں ان کے شجر ایمانی کی جڑیں اندر ہی اندر کھوکھلی کررہی ہیں۔

مشرک اور موحد میں فرق

گرامی قدر احباب! شرک سے بے حد احتیاط کی ضرورت ہے شرک کے شائبے سے بھی بچنا چاہئے کیونکہ شرک کا انسان کے عقائد، اعمال اخلاق ہر چیز پر اثر پڑتا ہے ایک مشرک اور موحد انسان کے تصورات، جذبات، خیالات اور سیرت و کردار میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔

موحد خالق کو پوجتا ہے مشرک مخلوق کو پوجتا ہے۔

موحد کی نظر مسبب الاسباب پر ہوتی ہے مشرک کی نگاہ اسباب پر ہوتی ہے۔

موحد صرف ایک در پر سر جھکاتا ہے مشرک در در پر جبین نیاز کا اقدس لگاتا ہے۔

موحد کا سینہ ایمان کے نور سے منور ہوتا ہے مشرک کا سینہ شرک کی ظلمت سے تاریک ہوتا ہے۔

موحد خالق کائنات سے ڈرتا ہے مشرک کائنات سے ڈرتا ہے۔

موحد بندہ خدا ہوتا ہے مشرک بندہ نفس و ہوا ہوتا ہے۔

موحد معزز اور باکردار ہوتا ہے مشرک ذلیل اور خوار ہوتا ہے۔

موحد اللہ کا محبوب ہوتا ہے مشرک رب کا مغضوب ہوتا ہے۔

موحد رشک ملائکہ ہوتا ہے مشرک ننگ انسانیت ہوتا ہے۔

موحد انسان ہوتا ہے مشرک حیوان ہوتا ہے۔

موحد نمک حلال ہوتا ہے مشرک نمک حرام ہوتا ہے۔

موحد شجاع اور بہادر ہوتا ہے مشرک بزدل اور کمینہ ہوتا ہے۔

موحد تجابی ہوتا ہے مشرک ہرجائی ہوتا ہے۔

موحد عاقل اور باشعور ہوتا ہے مشرک بے وقوف اور سودائی ہوتا ہے۔

موحد ابراہیم علیہ السلام ہوتا ہے مشرک نمرود ہوتا ہے۔

موحد موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ہوتا ہے مشرک فرعون اور قارون ہوتا ہے۔

موحد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے مشرک ابوجہل ہوتا ہے۔

موحد ابوبکر صدیقؓ ہوتا ہے مشرک امیہ بن خلف ہوتا ہے۔

موحد عمرؓ اور عثمانؓ ہوتا ہے مشرک عتبہ اور شیبہ ہوتا ہے۔

موحد علیؓ مرتضیٰ ہوتا ہے مشرک ولید بن مغیرہ ہوتا ہے۔

موحد بلالؓ حبشی ہوتا ہے مشرک ابولہب ہوتا ہے۔

میری ان معروضات کو محض لفاظی مت گردانیئے گا بلکہ یہ تسلیم شدہ حقائق ہیں اسی لئے تو قرآن حکیم اور حدیث رسولؐ میں توحید کی اس قدر تاکید اور شرک کی اس قدر مذمت بیان کی گئی ہے اور طرح طرح کے دلائل دے کر توحید کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

توحید کے دلائل

پہلی دلیل اس کائنات کا نظام یہ بتاتا ہے کہ اس کا خالق و مالک صرف ایک ہے کیونکہ اس نظام میں ایک عجیب سا تسلسل اور مساوات ہے سورج اپنے وقت پر طلوع اور غروب ہوتا ہے سردی اور گرمی بہار اور خزاں کا ایک متعین موسم ہے دن اور رات ایک دوسرے کے تعاقب میں رواں دواں ہیں، شیر کے گوشت کھانے اور بکری کے گھاس چرنے کا نظام آج تک تبدیل نہیں ہوا غرضیکہ جن، انسان، حیوان، آگ اور پانی اشجار اور احجار چرند پرند روشنی اور تاریکی جسے دیکھو سب کے سب ایک مخصوص نظام کے تحت ہیں اور سب ایک ہی بالاتر ہستی کے اشارے پر چل رہے ہیں اسی لئے فرمایا

وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۵۰)

اور اس معبود حقیقی کے ساتھ کوئی اور معبود نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوق کو الگ لے جاتا اور ایک دوسرے پر چڑھ جاتا۔

دوسری دلیل اگر کئی خدا ہوتے تو زمین و آسمان میں فساد برپا ہوجاتا کائنات انتشار کا شکار ہوجاتی آیئے میں آپ کو کئی خداؤں کی ایک فرضی مجلس کا نقشہ دکھاؤں کئی خدا اپنے اپنے تخت خدائی پر جلوہ افروز ہیں ہر خدا قدرت اور طاقت والا ہے اس لئے کہ خدا عاجز نہیں ہوسکتا ہر خدا اپنی بات منوانے کا اختیار رکھتا ہے اس لئے کہ جو

اپنی بات ہی نہ منوا سکے وہ خدا کیا ہوا پھر خدا غالب رہنے والا ہے اس لئے کہ خدا مغلوب ہو ہی نہیں سکتا۔

ایک خدا کہتا ہے کہ زانی کو اولاد دے دی جائے کیونکہ اولاد کی دعائیں مانگ مانگ کر اس نے عرش کو ہلا دیا ہے۔

دوسرا خدا کہتا ہے نہیں ہرگز نہیں اس بدبخت کی کرتوتیں ایسی شرمناک ہیں کہ یہ اولاد کے قابل ہی نہیں رہا۔

تیسرا خدا کہتا ہے اس کے جرائم سے چشم پوشی کی جائے اور اسے لڑکا دے دیا جائے۔

چوتھا خدا کہتا ہے نہیں لڑکا تو اسے نہ دیا جائے ہاں لڑکی دے دی جائے۔

پانچواں خدا کہتا ہے زانی جیسا بدبخت انسان اولاد کے لائق نہیں لیکن میں اسے سزا کے طور پر ہیجڑا دینے کا فیصلہ صادر کرتا ہوں جس کی فوراً تعمیل کی جائے

آپ ہی بتائیے کہ ان پانچوں میں سے کس کی بات نافذ ہوگی سب کی بات پر عمل ہو نہیں سکتا اگر کسی کی بات پر بھی عمل نہ ہوا تو سب عاجز ہوئے اور اگر ایک کی بات پر عمل ہو گیا تو باقی چار عاجز اور مغلوب ہوئے اور عاجز اور مغلوب خدا نہیں ہو سکتا۔

اس طرح رات کو طویل یا مختصر کرنے میں سردی اور گرمی بڑھانے یا گھٹانے میں کسی کو اقتدار پر فائز کرنے یا محروم کرنے میں بارش برسانے یا نہ برسانے میں دنیا والوں پر وبائیں نازل کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں ان متعدد خداؤں کا آپس میں ٹکراؤ ہو سکتا ہے اور آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ اگر خداؤں کا ٹکراؤ ہو جائے تو پھر کائنات کا کیا بنے گا اسی لئے تو رب کریم نے فرمایا

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (۲۲)

اگر زمین و آسمان میں ایک خدائے برحق کے سوا چند اور خدا بھی ہوتے تو زمین و آسمان برباد ہوجاتے

ظاہر ہے جب دو افراد آپس میں جھگڑتے ہیں تو صرف ان کے اپنے ہاتھ پاؤں زخمی ہوتے ہیں لیکن جب دو خاندان ٹکراتے ہیں تو پورے خاندان پر تباہی آتی ہے جب دو بادشاہ ٹکراتے ہیں تو مملکتیں برباد ہوتی ہیں جیسے کہ کہا جاتا ہے سانڈوں کی لڑائی میں مینڈکوں کا نقصان ہوتا ہے ہمارے سامنے صدام حسین اور شیطان اکبر بش کے درمیان معرکہ برپا ہے تو عراق کویت اور سعودیہ تباہ ہورہے ہیں تو جب کائنات کے کئی حکمران ہل من مبارز کہہ کہ میدان میں اتریں گے تو کائنات تباہ ہوگی ۔

نکتہ

مذکورہ بالا آیت میں اور اس جیسی دوسری آیات میں زیادہ زور " الہ واحد " کے اثبات پر دیا گیا ہے " رب واحد " کے اثبات پر اتنا زور نہیں دیا گیا اس کی ایک وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ رب اور خالق کے ایک ہونے پر زیادہ جھگڑا کبھی نہیں ہوا بلکہ ان کا زیادہ اختلاف صرف ایک " الہ " ہونے پر تھا آسان الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ اللہ اپنے بندوں کو دیتا ہے اس پر اتنا جھگڑا نہیں تھا وہ مانتے تھے کہ پیدا وہی کرتا ہے زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے رزق وہی دیتا ہے ہاں جھگڑا اس چیز میں تھا جو بندے خدا کے حضور پیش کرتے ہیں یعنی سجدے ' نذریں ' نیازیں ' طواف ' قربانیاں ' نمازیں اور روزے ' بندے چاہتے تھے کہ ان میں سے کچھ اللہ کے لئے ہوں اور کچھ مزاروں ' درگاہوں ' چوکھٹوں اور ان کے فرضی معبودوں کے لئے لیکن اللہ تعالی نے فیصلہ فرمادیا کہ جب تم تسلیم کرتے ہو کہ میں خالق ہوں تم مخلوق ہو میں رازق ہوں تم مرزوق ہو میں مالک ہوں تم مملوک ہو تو تمہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ

عابد تم سارے ہو معبود صرف میں ہوں'

ساجد تم سارے ہو مسجود صرف میں ہوں'

محتاج تم سارے ہو بے احتیاج صرف میں ہوں'

مانگنے والے تم سارے ہو دینے والا صرف میں ہوں'

دامن پھیلانے والے تم سارے ہو دامن بھرنے والا صرف میں ہوں'

رونے والے تم سارے ہو آنسو پونچھنے والا صرف میں ہوں'

گناہوں کا انبار تم لے کر آتے ہو بخشتا صرف میں ہوں'

حاجات تم پیش کرتے ہو ان کی تکمیل صرف میں کرتا ہوں۔

تیسری دلیل توحید کی ایک عام فہم سی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کی میں کسی غیر کی شرکت برداشت نہیں کر سکتا کوئی باپ اپنی اولاد کے نسب میں اختلاط گوارا نہیں کر سکتا ہمارے دور کا کوئی معمولی سا تمرد کا اس کا بادشاہ اپنی بادشاہت میں دوسرے کا عمل دخل نہیں دیکھ سکتا حالانکہ اسے تو مشیروں اور معاونوں کی ضرورت بھی ہے وہ تھک بھی جاتا ہے سو بھی جاتا ہے غافل بھی ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اسے کسی کی شرکت گوارا نہیں

تو ظالمو! اس خدا کے شریک تم کیسے بنالیتے ہو جو نہ معاونوں اور مشیروں کا محتاج ہے جسے نہ نیند آتی ہے نہ وہ تھکتا ہے نہ غافل ہوتا ہے۔

چوتھی دلیل فلسفی لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید پر یوں استدلال کرتے ہیں عالم کائنات معلول ہے اس کی کوئی علت تامہ ہوگی یہ ظاہر ہے کہ ایک معلول کی دو علت تامہ نہیں ہو سکتیں کیونکہ علت تامہ اس کو کہتے ہیں جس کے وجود کے بعد معلول کے وجود میں کسی اور چیز کا انتظار نہ ہو اب اگر عالم کی علت تامہ ایک نہ ہو بلکہ دو ہوں تو سوال یہ ہے کہ ایک علت تامہ کے وجود کے بعد عالم کے وجود میں دوسری علت تامہ

کا انتظار رہے گا یا نہیں اگر رہے گا تو پہلی شی علت تامہ نہیں رہے گی اور اگر انتظار نہ رہے گا تو دوسری شی علت تامہ نہ ہوگی اس سے یہ ثابت ہوا کہ عالم کی علت تامہ ایک ہی ہو سکتی ہے۔

چند وضاحتیں

توحید کے ضمن میں آخر میں چند وضاحتیں کرنا چاہتا ہوں کہ ہم میں سے بے شمار لوگ ایسے ہیں جو بتوں کی پرستش کو شرک کہتے ہیں جو قبروں کی پوجا پاٹ کو شرک کہتے ہیں جو غیر اللہ کے نام کی نذرونیاز کو شرک کہتے ہیں جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے سامنے سجدہ کرنے کو شرک کہتے ہیں لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں جو شرک ہیں جو توحید کی ضد ہیں لیکن ان کے بارے میں ان کا خیال ہے یا غفلت ہے کہ ان چیزوں سے توحید پر زد نہیں پڑتی میں ان چیزوں کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) مادہ پرستی اور زر پرستی بھی توحید کی ضد ہے جو شخص روپے پیسے کی خاطر ایمان بیچنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے جو انسان مالی مفادات کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو پس پشت ڈال دیتا ہے اس کا نام عبداللہ ہو یا عبدالرحمان لیکن حقیقت میں وہ اللہ اور رحمان کا بندہ نہیں بلکہ وہ روپے پیسے کا بندہ ہے بخاری کی روایت ہے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تَعِسَ عَبْدُالدِّينَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ (۵۲) ہلاک ہوا تباہ ہوگیا دینار اور درھم کا بندہ)

یہ دینار اور درھم کا بندہ کون ہے وہی جو نہ حرام کی پرواہ کرتا ہے نہ حلال کی اسے تو بس پیسہ چاہئے خواہ وہ کسی بھی راستے سے آئے حقوق اللہ ٹوٹتے ہیں تو ٹوٹتے رہیں حقوق العباد ضائع ہوتے ہیں تو ضائع ہوتے رہیں ایسے لوگ جیتے بھی پیسے کے لئے ہیں اور مرتے بھی پیسے کے لئے ہیں حالانکہ موحد کا جینا اور مرنا تو صرف اللہ کے لئے ہوتا ہے۔

(۲) نفس پرستی بھی توحید کی ضد ہے جب ایک طرف کتاب و سنت کے واضح احکام ہوں دوسری طرف نفسانی خواہشات ہوں تو انسان بڑی کشمکش میں مبتلا ہوجاتا ہے یہ وقت امتحان اور آزمائش کا ہوتا ہے اگر کتاب و سنت کے احکام کو ترجیح دی تو یہ شخص موحد اور پکا مسلمان ہوگا اور اگر نفس اور اس کے تقاضوں کے سامنے جھک گیا تو اس شخص کو اپنے دعویٰ توحید پر نظر ثانی کرنی چاہئے کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ زبان سے تو خدا کو اپنا معبود کہہ رہا ہو لیکن حقیقت میں اس کا معبود اس کا نفس ہو سورۃ الفرقان میں ہے

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ (۵۳) بھلا دیکھ تو جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے

(۳) بے شمار لوگ پیر پرستی کے خطرناک مرض میں مبتلا ہوتے ہیں یہاں تک کہ اگر ان کے سامنے کتاب و سنت کے نصوص بھی رکھ دیئے جائیں تو وہ ان کو صرف اس لئے ٹھکرادیتے ہیں کہ ان کے پیر صاحب اور ان کے مولوی صاحب نے تو کچھ اور کہا ہے وہ اسی چیز کو حلال کہتے ہیں جسے ان کے پیر صاحب حلال کہیں اور اسی چیز کو حرام کہتے ہیں جسے ان کے پیر صاحب حرام کہیں حالانکہ یہ شرک ہے قرآن کریم میں ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ انہوں نے رب بنا رکھا ہے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کو چھوڑ کر

یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عدی بن حاتمؓ نے عرض کیا کہ احبار و رھبان کو تو کوئی رب نہیں مانتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ تمہارے احبار و رھبان جس چیز کو حلال کہتے تھے تم بھی اسے حلال کہتے تھے اور وہ جس چیز کو حرام کہتے تھے تم بھی اسے حرام کہتے تھے عدی بن حاتمؓ نے تسلیم کیا کہ ہاں

ایسے تو ہوتا تھا آپ ؐ نے فرمایا یہی ہے ان کو رب بنانا۔

(۴) ہمارے ہاں آج کل بے شمار لوگ جمہوریت پرستی میں مبتلا ہیں ان کا اوڑھنا بچھونا دین ایمان سب کچھ جمہوریت ہے حالانکہ مغربی جمہوریت بھی ایک قسم کا شرک ہے کیونکہ مغربی جمہوریت میں ایسا ہوتا ہے کہ اگر اکثریت زنا شراب و خنزیر کے حلال ہونے پر متفق ہوجائے تو یہ چیزیں جو کہ قطعی حرام ہیں ملکی قانون میں حلال قرار پائیں گی اور اگر اکثریت تعدد ازواج اور نابالغ کے نکاح کے حرام اور ممنوع ہونے پر متفق ہوجائے تو یہ چیزیں حرام قرار پائیں گی جمہوریت میں اصل مقتدر اور قوت حاکمہ اکثریت ہوتی ہے جب کہ اسلام میں قوت حاکمہ اللہ تعالیٰ ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (۵۵) اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں

اگر ساری دنیا شرک نجاست سود شراب اور زنا کے حلال ہونے پر متحد ہوجائے تو ایک موحد پھر بھی ان چیزوں کو حلال نہیں سمجھے گا دنیا ناراض ہوجائے رشتے ٹوٹ جائیں ارباب اقتدار مخالف ہوجائیں، دوست دشمن بن جائیں، رؤساء اور جاگیردار مرنے مارنے پر تل جائیں مگر وہ کسی کی پرواہ نہیں کرے گا بلکہ اس کی نظر میں صرف اللہ کا حکم مقدم ہوگا کیونکہ توحید یہی سبق سکھاتی ہے

توحید تو یہ ہے خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

وما علینا الا البلاغ

ادب سے ملک سر جھکائے کھڑے ہیں
تصدق ہیں سب جتنے چھوٹے بڑے ہیں

انہیں کے قدموں میں سب کے دیدے گڑے ہیں
دو عالم کا دل لے کر چھپے پڑے ہیں

(امجد حیدر آبادی متوفی ۱۹۶۱ء)

قلم سے پھول کھلیں ، نطق درفشاں ٹھہرے
وہاں چلا ہوں جہاں گردش زماں ٹھہرے
وہ آستاں کہ ارادت سے مہر و ماہ جھکیں
وہ خاک پا کہ ہر ذرہ کہکشاں ٹھہرے
ہوائے کوچہ محبوب ، شکریہ تیرا
ترے کرم سے بیاباں بھی گلستاں ٹھہرے

(آغا شورش کاشمیری متوفی ۱۹۷۵ء)

مرغن غذائیں کھاکر ریشمی لباس پہن کر پھولوں کی سیج پر لیٹ کر دائیں بائیں تکیوں کے ساتھ ٹیک لگاکر مریدوں کی واہ واہ میں مست ہوکر تعویذ فروشی کی دوکان سجاکر عشق رسولؐ کا دعویٰ کرنے والے بھولے بھالے دوست سن لے!

عاشق تو بلال رضی اللہ عنہ تھے جنہیں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹا گیا

عاشق تو خباب رضی اللہ عنہ تھے جن کی کمر کی چربی سے دہکتی آگ بجھی تھی

عاشق تو سمیہ رضی اللہ عنہا تھیں جنہیں ابو جہل نے برچھی مار کر ہلاک کردیا تھا

عاشق تو خبیب رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے سولی پر چڑھ کر عشق کا امتحان دیا تھا

عاشق تو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے جنہیں ریشمی لباس اتار کر ٹاٹ اوڑھنا پڑا تھا

عاشق تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ تھے جو مدینہ منورہ میں بول وبراز تک سے بچتے تھے

عاشق تو مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تھے جو گوالیار میں قید ہوکر سنت رسولؐ کو زندہ کر گئے

عاشق تو نانوتوی رحمہ اللہ تھے جنہوں نے ادب کی خاطر مدینہ کی سنگلاخ زمین پر چپل پہننا گوارا نہ کیا۔

عاشق تو مولانا حق نوازؒ تھے جو حرم رسولؐ کی ناموس پر قربان ہو گئے

عشاقِ محمد

صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا انداز ادب

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ رَسُوْلِنَا الْکَرِیْمِ ○ اَمَّا بَعْدُ،
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (۱)

فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ تمہیں معاف کردے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ○ (۲)

بیشک تمہارا دوست اللہ اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ جو کہ ایمان لائے وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ رکوع کرتے ہیں۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ ○ (۳)

بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپؐ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ (۴)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو۔ کبھی تمہارے اعمال برباد ہوجائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ○ (۵)

بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالٰی نے تقویٰ کے لئے خالص کردیا ہے ان لوگوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

گرامی قدر حاضرین!

اس دنیا میں عاشقوں کی کمی نہیں خصوصاً ہمارے اس دور میں خودرو جھاڑیوں کی طرح عاشقوں کی بہتات ہے آپ کو گلی کوچوں میں شہروں اور دیہاتوں میں ہر سائز کے ہر رنگ کے ہر نسل کے اور ہر قسم کے عاشق مل جائیں گے' ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں' ان میں سے کوئی عہدہ اور منصب کا عاشق ہے' کوئی سیم و زر کا عاشق ہے' کوئی حسینوں کی اداؤں کا عاشق ہے' کوئی نیل گوں آنکھوں کا اور کوئی سفید چمڑی پر عاشق ہے' کوئی اپنی ہی ذات پر عاشق ہے۔ مختصر یہ کہ عاشقوں اور معشوقات کی ان گنت قسمیں ہیں۔ وَلِلنَّاسِ فِیۡمَا یَعۡشِقُوۡنَ مَذَاہِبُ

لیکن عشق کی یہ ساری قسمیں فانی ہیں مجازی ہیں مادی ہیں اور یہ عاشق بالعموم برساتی مینڈکوں کی طرح ہوتے ہیں ان کے عشق میں پائیداری نہیں ہوتی' ہمارے دور کے کئی عاشق تو ایسے ہیں کہ سر پر دو جوتے لگنے سے ان کا سارا عشق ہوا ہوجاتا ہے' یہ ماڈرن عاشق ہیں بڑے چالاک اور کایاں ہوتے ہیں کبھی کبھی یہ عشق میں ناکامی پر اس انداز سے دھمکی دیتے ہیں کہ دنیا کے سامنے سرخرو بھی ہوجائیں اور جان بھی بچ جائے۔ مثلاً ان کے دھمکی دینے کا انداز یوں ہوتا ہے کہ اگر میری یہ خواہش پوری نہ کی گئی تو میں کل ٹھیک بارہ بجے مینار پاکستان سے چھلانگ لگا کر خودکشی کراوں گا۔ اب ظاہر ہے کہ اس بدبخت کو بچانے کے لئے بارہ بجے کچھ لوگ پہنچ جائیں گے' پھر یہ عاشقان روسیاہ بھی ایسے ہیں کہ اپنے معشوق لباس کی طرح بدلتے رہتے ہیں۔

جھوٹا عاشق

حضرت تھانوی ؒ نے انہی جیسے ایک عاشق کی حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص ایک عورت کے پیچھے چلا ' اس نے پوچھا کہ تو میرے پیچھے کیوں آتا ہے ' کہنے لگا کہ میں تجھ پر عاشق ہو گیا ہوں ' اس نے کہا کہ پیچھے پیچھے میری بہن چلی آرہی ہے وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے ' ہوسناک تو تھا ہی فورا پیچھے لوٹا ' جب یہ لوٹنے لگا ' تو اس نے ایک دھول اس کے رسید کی ' اور کہا کہ مردود اگر تو عاشق تھا ' تو غیر پر کیوں نظر کی۔

محبت کی نشانی!

محبت تو وہ چیز ہے کہ اگر تمام دنیا بھی حسینوں سے بھر جائے ' تو یہ محبوب کو چھوڑ کر ادھر متوجہ نہ ہو ' حضرت مولانا گنگوہی ؒ فرمانے لگے کہ اگر ایک مجلس میں حضرت جنید ؒ اور حضرت حاجی صاحب دونوں ہوں تو ہم حضرت جنید ؒ کی طرف توجہ بھی نہ کریں گے ' ہاں حضرت حاجی صاحب ؒ ان کو دیکھیں ' ان سے فیض حاصل کریں ' لیکن ہمیں جو کچھ حاصل کرنا ہوگا ' ہم حاجی صاحب ؒ سے حاصل کریں گے ' سو محبت تو ایسی چیز ہے یہ کیسی محبت ہے کہ دعوئی خدا کی محبت کا ' اور لڑکوں سے تعلق یہ دونوں باتیں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں ' پھر لڑکوں سے تعلق عشق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ پیٹ بھر کر روٹی ملتی ہے یہ اس کا فساد ہے ' اگر چار دن کھانے کو نہ ملے تو سب عاشقی بھول جائیں ' تو یہ نفس کی شرارت ہے عشق نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ عشق انہیں کو ہوتا ہے جن کو فرصت اور فراغت ہے ورنہ جو لوگ کسی کام میں مشغول ہیں ان کو کبھی ایسی شرارت نہیں سوجھتی ' جیسے کاشتکار اور مزدور لوگ ہیں۔

علاج عشق مجازی!

مولانا رومی ؒ نے مثنوی میں عشق کے ایک بیمار کا اور اس کے علاج کا تذکرہ

حکایت کے انداز میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں ایک طالب حق اصلاح نفس کے لئے ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ کے تجویز کردہ ذکر اور شغل کو اہتمام سے کرنے لگے لیکن جو خادمہ شیخ کے گھر سے ان کے لئے کھانا لایا کرتی تھی اس پر بار بار نگاہ ڈالنے سے ان کے دل میں اس خادمہ کا عشق پیدا ہوگیا۔ چنانچہ جب وہ کھانا لے کر آتی یہ کھانے کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے اسی کو عاشقانہ نظروں سے گھورتے رہتے، وہ خادمہ بھی اللہ والی تھی اس کو شبہ ہوا کہ یہ شخص مجھے بری نگاہ سے دیکھتا ہے کہ، بدنگاہی کی ظلمت کا اس خادمہ کے نورانی قلب نے ادراک کرلیا اور اس نے شیخ سے عرض کیا کہ حضور آپ کا فلاں مرید میرے عشق میں مبتلا ہوگیا ہے، اس کو ذکر اور شغل سے اب کیا نفع ہوگا، پہلے آپ اس کو عشق مجازی سے چھڑایئے۔

اللہ والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے احباب و متعلقین و خدام کو حتی الامکان رسوا نہیں فرماتے اور یہ حضرات کسی کی بری حالت سے مایوس نہیں ہوتے کیونکہ یہ عارف ہوتے ہیں ان کی نظر حق تعالیٰ کی عطا اور فضل پر ہوتی ہے اور عطائے حق کا یہ حال ہے کہ:

جوش میں آئے جو دریا رحم کا ۔۔۔ گبر صد سالہ ہو فخر اولیاء
تم کسی کافر کو مت جانو فقیر ۔۔۔ رحمت حق کیا عجب ہو دستگیر

چنانچہ شیخ نے باوجود علم کے نہ اس مرید کو ڈانٹا اور نہ اپنے اس علم کا اظہار کیا البتہ دل کو فکر لاحق ہوگئی کہ اس کو عشق مجازی سے کس طرح نجات حاصل ہو۔

حق تعالیٰ کی طرف سے ایک تدبیر الہام ہوئی جس پر آپ نے عمل فرمایا اور اس خادمہ کو اسہال کی دوا دے دی اور ارشاد فرمایا کہ تجھ کو جتنے دست آئیں سب کو ایک طشت میں جمع کرتی رہنا، یہاں تک کہ اس کو بیس دست ہوئے جس سے وہ انتہائی کمزور اور لاغر ہوگئی، چہرہ پیلا ہوگیا، آنکھیں دھنس گئیں رخسار اندر کو بیٹھ گئے،

ہیضہ کے مریض کا چہرہ جس طرح خوفناک ہو جاتا ہے خادمہ کا چہرہ بھی ویسا ہی پُرخوف و مکروہ ہوگیا اور تمام حسن جاتا رہا' شیخ نے خادمہ سے ارشاد فرمایا کہ آج اس کا کھانا لے کر جا اور خود بھی آڑ میں چھپ کر کھڑے ہوگئے' مرید نے جیسے ہی خادمہ کو دیکھا تو کھانا لینے کے بجائے اس کی طرف سے چہرہ پھیر لیا اور کہا کہ کھانا رکھ دو۔ شیخ فوراً آڑ سے نکل آئے اور ارشاد فرمایا' کہ اے بیوقوف آج تو نے اس خادمہ سے رخ کیوں پھیرلیا' اس کنیز میں کیا چیز کم ہوگئی جو تیرا عشق آج رخصت ہوگیا' پھر شیخ نے خادمہ کو حکم دیا کہ وہ پاخانہ کا طشت اٹھا لائے' جب اس نے سامنے رکھ دیا تو شیخ نے مرید کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے بیوقوف اس خادمہ کے جسم سے سوائے اتنی مقدار کے پاخانے کے اور کوئی چیز خارج نہیں ہوئی' معلوم ہوا کہ تیرا معشوق درحقیقت یہی پاخانہ تھا جس کے نکلنے سے تیرا عشق غائب ہوگیا۔

خادمہ کے جسم سے کیا کم ہوا — دیکھ کر کیوں آج تجھ کو غم ہوا
جسم سے کیا چیز رخصت ہوگئی — جس سے تجھ کو اتنی نفرت ہوگئی
شیخ نے پھر دکھلایا طشت اسے — جو بھرا ہوا تھا خادمہ کے دست سے
اور کہا کہ دیکھ اے طالب اسے — صرف یہ نکلا ہے اس کے جسم سے
پس ترا معشوق یہ پاخانہ تھا — تو اسی کا آہ بس دیوانہ تھا
حسن جب سہل سے پھیکا پڑگیا — عشق کا بازار ٹھنڈا پڑگیا

شیخ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تجھ کو اس جاریہ سے محبت تھی تو اب وہ محبت نفرت سے کیوں تبدیل ہوگئی

خادمہ سے عشق تھا تجھ کو اگر — عشق کیوں جاتا رہا اے بے خبر

عشق مجازی کا پلید ہونا شیخ کی اس تدبیر سے اچھی طرح اس شخص پر واضح ہوگیا اور اپنی حرکت پر بہت شرمندہ ہوا اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں بصد گریہ و زاری صدق

دل سے توبہ کی اور عشق حقیقی کی دولت سے مالا مال ہو گیا۔

محبوبِ عالم!

عشق کا لفظ لوگوں نے اتنا بدنام کردیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معشوق کہتے ہوئے عجیب سا لگتا ہے اس لئے میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محبوب عالم کا لفظ استعمال کررہا ہوں اور میں آپ کو محبوب عالم اس لئے کہتا ہوں کہ کیونکہ آپ ؐ سے صرف انسان ہی محبت نہیں کرتے تھے بلکہ فرشتے جنات حیوانات اور جمادات بھی محبت کرتے تھے اور ان سب نے آپ ؐ کی نبوت کی تصدیق کی۔

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپسی پر بطن نخلہ میں قیام فرمایا ' رات کو اٹھ کر نماز تہجد شروع کی ' قرآن پاک پڑھنا شروع فرمایا ' ایک جماعت جنوں کی نے وہاں پہنچ کر قرآن پاک سنا ' ان کو پسند آیا ختم نماز کے بعد اپنے آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کیا ' ایمان لائے ' آپ نے ان کو اپنی قوم کے اوپر مقرر فرما کر واپس بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اس قصے کی خبر دیتا ہے۔

"اور جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے کان لگا کر قرآن سنتے ' پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو ' پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے ' حضرت یعلی بن مرۃ فرماتے ہیں ایک دفعہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ ہم ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گزرے جس پر پانی کھینچا جاتا تھا۔ جب اونٹ نے آپ کو دیکھا تو فریاد کی اور اپنی گردن کو (زمین پر) رکھ دیا ' آپ اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا اس اونٹ کا

مالک کہاں ہے؟ مالک آپ کے پاس آیا تو فرمایا یہ مجھے بیچ دے، کہنے لگا بلکہ یا رسول
اللہ میں آپ کو ہبہ کرتا ہوں۔ بے شک یہ ایسے گھر والوں کا ہے کہ جن کی گزران
سوائے اس کے نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، بہرحال جیسا تو نے اس اونٹ کا حال بیان
کیا ہے۔ (لہذا میں تجھ کو تمہیں نصیحت کرتا ہوں) بے شک اس نے کام اور
چارہ کی کمی کی شکایت کی ہے پس احسان کرو اس کی طرف۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،
میں سرکار دو عالم کے ساتھ مکہ میں تھا پس ہم اس کے بعض اطراف میں نکلے تو
پہاڑ اور درخت سامنے آیا تو کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ (نمبر۲)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر تشریف لے گئے تو وہ خوشی سے یا ہیبت
کی گرانی سے ہلنے لگا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بے شک نبی پاک
اور ابوبکر، عمر، عثمان اوپر چڑھے، پس وہ ان کی وجہ سے ہلنے لگا۔ آپ نے احد کو
لات مار کر فرمایا۔ اے احد ثابت رہ۔ بے شک تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔
(نمبر۱)

حضرت یعلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرکار مدینہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھا کہ پھر ہم چلے یہاں تک کہ ایک جگہ قیام
کیا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیند فرمائی۔ پس ایک درخت زمین پھاڑتا ہوا
آیا اور سرکار مدینہ کو ڈھانک لیا۔ پھر اپنے مکان کو واپس ہو گیا جب آقائے دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو میں نے اس کا آپ کی خدمت میں ذکر کیا۔ آپ نے
فرمایا کہ اس درخت نے اپنے رب کریم سے اجازت مانگی تھی کہ وہ رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت دی تھی۔ (نمبر۳)
ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جن اور حیوان، شجر اور حجر حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرتے تھے اور آپؐ سے محبت بھی کرتے تھے' جب یہ چیزیں بھی آپ سے محبت اور عشق رکھتی تھیں تو مسلمان آپ سے عشق اور محبت کیوں نہ رکھے گا' چنانچہ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ جتنا عشق اور پیار مسلمانوں نے آپ سے کیا ہے' اتنا کسی عاشق نے اپنے معشوق سے نہیں کیا' کسی امت نے اپنے نبی سے نہیں کیا' کسی جماعت نے اپنے قائد سے نہیں کیا' کسی اولاد نے اپنے والدین سے نہیں کیا' کسی مرید نے اپنے پیر سے نہیں کیا' کسی شاگرد نے اپنے استاد سے نہیں کیا'

عشق اور ادب! اور میرے دوستو بات یہ ہے کہ جتنا عشق زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی ادب بھی زیادہ ہوتا ہے یہ ہو نہیں سکتا کہ عشق ہو اور ادب نہ ہو' جو عاشق رسول ہو گا' وہ با ادب ہو گا ابھی میں کچھ ہی دیر بعد تاریخی واقعات کی روشنی میں ثابت کروں گا کہ علماء دیوبند چونکہ عاشق رسولؐ تھے اس لئے وہ با ادب بھی تھے اور عاشق بھی ایسے تھے کہ کم از کم برصغیر کی حد تک ان جیسا عاشقِ رسولؐ دکھائی نہیں دیتا انہوں نے عشق رسولؐ کی خاطر انگریزوں سے ٹکر لی' مہاراجوں کو ناراض کیا' سکھوں سے مقابلہ کیا' بھوک اور پیاس کو برداشت کیا' جیلوں کو آباد کیا' پیروں میں بوجھل بیڑیاں پہنیں' ہاتھوں کو زنجیروں سے سجایا' دارو رسن کو قبول کیا' جسم پر کوڑوں کی ضربیں سہہ لیں لیکن وہ عشق مصطفویؐ سے باز نہ آئے' وہ چونکہ سچے عاشق تھے اس لئے با ادب بھی تھے جو لوگ ان کی طرف بے ادبی کی نسبت کرتے ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں'

بہرحال علماء دیوبند کے عشق اور ادب کے واقعات تو بعد میں عرض کروں گا پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے عشق اور ادب کے واقعات عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں'

منبر رسول ﷺ! جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آغاز خلافت میں منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو منبر کے جس درجے پر رسول اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر خطبہ القاء فرمایا کرتے تھے ' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سے نیچے کے درجے پر بیٹھے گئے۔

بجائے بزرگان نشستن خطا است

پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں اسی منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینا چاہا تو اسی درجہ سے بھی نیچے کے درجے پر بیٹھے کیونکہ ان کے نزدیک مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے ساتھ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا ادب بھی واجب تھا '

از خدا خواہم توفیق ادب ' بے ادب محروم ماند از فضل رب

پرنالہ! حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مکان کی چھت پر ایک پرنالہ تھا ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نئے کپڑے پہنے ہوئے مسجد کو جا رہے تھے جب اس پرنالے کے قریب پہنچے اتفاق سے اس دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر دو مرغ ذبح کئے جا رہے تھے یکایک ان کا خون اس پرنالے سے ٹپکا اور اس کے چند قطرے عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر پڑ گئے آپ نے اس پرنالے کے اکھاڑ ڈالنے کا حکم صادر فرمایا لوگوں نے فوراً" اس پرنالے کو اکھاڑ دیا اور آپ گھر واپس آکر دوسرے کپڑے پہن کر مسجد میں تشریف لائے ادائے نماز کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آکر کہنے لگے یا امیرالمومنین! خدا کی قسم اس پرنالے کو جسے آپ نے اکھاڑ ڈالا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس جگہ لگایا تھا ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر نہایت مضطرب اور پریشان ہوئے تھوڑی دیر کے بعد آپ نے عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اے عباس! میں تم کو قسم

رہا ہوں کہ اپنے پیر میرے کندھے پر رکھ کر اس پر نالے کو جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا اسی جگہ پر لگا دو' چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی درخواست پر اس کو پہلی جگہ لگا دیا'

لفظ رسول اللہ' ! صحیح مسلم میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب وہ صلح نامہ لکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے وقت ٹھہرا تھا' جس میں یہ عبارت تھی؟

هٰذَا مَا كَاتَبَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ

تو مشرکوں نے کہا کہ لفظ رسول اللہ نہ لکھو' کیونکہ اگر رسالت مسلم ہوتی تو پھر لڑائی کیا تھی' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ اس لفظ کو مٹا دو' انہوں نے کہا کہ میں وہ شخص نہیں ہوں جو اس لفظ کو مٹا سکوں' لہذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دیا۔ (نمبر ۳)

آکبر واسن ! بیہقی نے دلائل النبوت میں ابی الحویرث رضی اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان نے قباث رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم اکبر ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکبر تھے'

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْبَرُ مِنِّيْ وَاَنَا اَسَنُّ مِنْهُ' انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑے تھے اور عمر میں ان سے زیادہ ہوں' بس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف عام الفیل میں ہوئی اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میری والدہ صاحبہ ہاتھی کی لید کے پاس مجھے لے کر گئی تھیں'

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اسی قباث رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کا سوال کیا تھا' اور انہوں نے ان کو بھی یہی جواب دیا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اکبر تھے اور میری ولادت پیشتر ہے' (نمبر ۴)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کا سوال ہوا تھا ' آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام اکبر تھے اور میری ولادت ان سے پیشتر '

کنز العمال میں یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ؐ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے استفسار فرمایا کہ میں بڑا ہوں یا تم ؟ عرض کیا کہ آپ اکبر ہیں اور اکرم ہیں ' میری عمر زیادہ ہے ' (نمبر ۵۸)

اس ادب کو دیکھئے کہ باوجودیکہ اس موقع میں لفظ اکبر اور اسن دونوں کے ایک ہی معنی ہیں مگر اس لحاظ سے لفظ اکبر مطلق بزرگی کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے ' صراحتاً اس کی نفی گوارا نہ کی اور مجبوراً لفظ اسن کو ذکر کیا ' کیونکہ صراحتاً مقصود پر دلالت کرنے والا سوائے اس کے کوئی لفظ نہ تھا ' جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ جن کی تعظیم خود رسول اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ادب میں یہ حال ہو تو پھر ہم کو کس قدر ادب کا لحاظ رکھنا چاہیے '

ناپاکی ! صحیح بخاری میں ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے رسول ؐ کو مدینہ منورہ کے کسی راستہ میں دیکھا ' چونکہ میں جنبی تھا اس لئے چھپ گیا ' پھر غسل کر کے حاضر خدمت ہو گیا ' آپ نے فرمایا : اے ابوہریرہ ! تم کہاں تھے ؟ عرض کیا کہ مجھے نہانے کی ضرورت تھی ' اس لئے میں نے آپ کے ساتھ بغیر طہارت کے بیٹھنے کو مکروہ سمجھا ' فرمایا ' سبحان اللہ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا یَنْجُسُ ! یعنی پاک ہے اللہ تعالیٰ ' مومن نجس نہیں ہوتا ' (نمبر ۶۹)

بڑھے ہوئے بال ! حدیث صحیح میں مروی ہے کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں بال اس قدر دراز تھے کہ جب بھی وہ بیٹھے اور ان بالوں کو چھوڑ دیتے تو زمین پر پہنچتے ' لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تم نے ان بالوں کو اتنا کیوں بڑھایا ہے ' انہوں نے کہا کہ میں اس وجہ سے ان کو نہیں کٹواتا کہ ایک وقت ان پر حضور ؐ علیہ

الصلوۃ و السلام کا دست مبارک لگا تھا اس لئے میں نے تبرکاً ان بالوں کو رکھا ہوا ہے'

متبرک بال! حدیث میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور علیہ الصلوۃ و السلام کے چند موئے مبارک تبرکاً تھے' ایک جنگ میں آپ کی وہ ٹوپی گر پڑی آپ نے اس کے حصول کے واسطے سخت جنگ کی' حتیٰ کہ چند مسلمان بھی اس جنگ میں شہید ہو گئے' صحابہ کرامؓ نے ان کو الزام دیا' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے یہ فعل ٹوپی کے واسطے نہیں کیا بلکہ ان موئے مبارک کے واسطے کیا جو اس میں ہیں تاکہ وہ ضائع نہ ہوں اور کفار کے ہاتھ میں نہ جانے پائیں اور مجھ سے اس کی برکت جاتی نہ رہے'

وصیت! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جناب رسولؐ کے کچھ موئے مبارک اور تراشہ ناخن محفوظ تھے جب وہ مرنے لگے تو وصیت کی کہ یہ چیزیں میرے منہ اور آنکھوں میں رکھ دینا' اور پھر میرا معاملہ ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا' نمبر ۱۷

اصح الکتب! امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے حال میں مرقوم ہے کہ آپ صحیح بخاری کے جمع کرنے کے وقت ہر حدیث لکھنے کے واسطے تازہ غسل کیا کرتے اور دو گانہ نماز پڑھتے تھے' بعض کہتے ہیں کہ آب زمزم سے غسل کرتے اور مقام ابراہیم پر دو گانہ پڑھتے تھے' چونکہ اس طرح انہوں نے حدیث نبوی کی تعظیم اور توقیر کی ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا فضل عظیم دیا ہے کہ تمام مسلمان ان کو اپنا امام جانتے ہیں اور ان کی تعظیم اور انکی کتاب کی وہ قدر ہوئی کہ دنیا میں سوائے قرآن مجید کے کسی اور کتاب کی ایسی قدر و منزلت نہیں ہوئی' یہ مقبولیت محض ادب حدیث کا سبب تھا ورنہ احادیث صحیحہ کی اور بھی بے شمار کتابیں تھیں' (نمبر ۱۸)

جمہور علماء اہل السنۃ و الجماعۃ کا اس پر اتفاق ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ

کتاب البخاری' یعنی تمام کتابوں سے زیادہ صحیح کتاب کتاب اللہ کے بعد بخاری کتاب ہے'

احترام کی انتہا! سلطان محمود پر اپنے تقویٰ اور کسر نفسی کی وجہ سے حُبِ رسولؐ کا بڑا غلبہ رہا' وہ اپنی زبان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک لانے میں حد درجہ احترام کرتا' اس کے ایک ندیم خاص کا نام محمد تھا' وہ اس کو ہمیشہ اسی نام سے پکارا کرتا تھا' ایک روز اس نے اس کو تاج الدین کہ کر پکارا' وہ آیا اور شاہی حکم کی تعمیل کر کے گھر گیا' تو تین دن تک سلطان کی خدمت میں حاضر نہ ہوا' سلطان نے اس کو گھر سے بلا بھیجا اور اس سے غیر حاضری کا سبب دریافت کیا' تو اس نے عرض کیا کہ آقا مجھے ہمیشہ محمد کے نام سے پکارا کرتے تھے اس روز خلاف عادت مجھے تاج الدین کے نام سے پکارا گیا تو میں سمجھا کہ مجھ سے کوئی بدگمانی پیدا ہو گئی ہے اس لئے میں نے اپنی صورت نہیں دکھائی اور یہ تین روز میں نے بڑی بے چینی اور بے قراری سے گزارے' سلطان نے اس کو یہ کہہ کر اطمینان دلایا کہ میں تم سے بدگمان نہیں ہوں' لیکن جب میں نے تم کو تاج الدین کہہ کر پکارا تھا اس وقت میں باوضو نہ تھا' مجھے شرم آئی کہ محمد کا نام بے وضو لوں' (نمبر۱۹)

کیا زمانہ تھا کہ وقت کا بادشاہ ادب و احترام کی اس معراج پر تھا کہ بے وضو نام لینا بھی بے ادبی سمجھتا تھا حالانکہ حضورؐ کے اسم مبارک کے لئے وضو کرنا شرط نہیں لیکن ادب جب غلبہ حال کے درجہ میں آتا ہے تو ادب و تادب کے وہ وہ محتملات سامنے آتے ہیں کہ ظواہر شریعت میں نشان بھی نہیں ہوتا' مگر قلب شہادت دیتا ہے کہ یہ بھی ادب ہے اور اس پر عمل ضروری ہے۔ وہ قانونی عمل نہیں ہوتا' وہ اخلاقی عمل ہوتا ہے' قانون کی رو سے اسے واجب یا مستحب نہیں کہا جا سکتا' لیکن قلب اور محبت کے قانون کے لحاظ سے وہ واجب ہوتا ہے'

سیاہ رنگ! حضرت حاجی امداد اللہ صاحب جب ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے
تو عمر بھر سیاہ جوتا نہیں پہنا، سرخ یا زرد رنگ کا پہنا کرتے تھے، فرمایا "سیاہ رنگ کا
جوتا ممنوع تو نہیں، مگر بیت اللہ کا غلاف سیاہ ہے تو پاؤں میں اس رنگ کا جوتا کیسے
پہنوں؟ ـــــــ اسی ادب کی وجہ سے سیاہ رنگ کا جوتا پہننا چھوڑ دیا، پگڑی تو
باندھتے سیاہ رنگ کی کہ یہ تو ادب کا مقام ہے، مگر قدموں میں نہیں"

اب اگر آپ یوں کہیں کہ صاحب! کسی روایت کسی حدیث میں تو نہیں آیا؟ تو
حدیث میں تو ادب کا حکم آیا ہے لیکن ادب جب بڑھ کر غلبہ حال کے درجہ میں آجاتا
ہے تو بعید سے بعید چیز بھی جو ادب کے درجہ میں آتی ہو انسان اس کا لحاظ رکھتا ہے
اور عمل کرتا ہے، جیسے فقہاء نے لکھا ہے کہ بعض چیزیں بڑی مباحات ہوتی ہیں،
لیکن آداب شرعیہ کے لحاظ سے وہ ضروری قرار پاجاتی ہیں، نمبر ۲۰۔۲

حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ! حضرت مولانا محمد قاسم صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کا میں نے اپنے بزرگوں سے سنا کہ کلیر شریف جب کبھی حاضر ہوتے۔
عرس وغیرہ سے یہ حضرات بچتے تھے کہ بدعات ہیں لیکن بہرحال اللہ والوں کی قبروں پہ
جاتے تھے، استفادہ بھی کرتے تھے، کلیر شریف حاضر ہوتے، تو کلیر شریف اڑکی سے
پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے، نہر کے کنارے کنارے راستہ جاتا ہے، تو پہنچتے وقت
جوتے نکال دیتے تھے، ننگے پیر چھ میل کا فاصلہ طے کرتے، یہ محض ادب کا غلبہ حال
تھا۔ ۲۱

حضرت گنگوہیؒ کا ادب! حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا
واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حرم مکہ میں سیلاب آیا اور حرم شریف میں پانی بھر گیا، تو مقام
ابراہیم یعنی وہ پتھر جس پہ کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کی تھی بیت
اللہ کی، وہ اب بھی محفوظ ہے اور اس پہ ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان

بھی ہے، اس کے لئے ایک چھوٹی سی عمارت بنی ہے، اس کے اندر وہ نشان محفوظ ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى جب طواف کرکے دوگانہ ادا کرتے تو مقام ابراہیم کو بیچ میں لینا مسنون ہے۔ الغرض سیلاب جو آیا، تو مقام ابراہیمی پر بنی ہوئی عمارت کا برج گر پڑا اور وہ مقام ابراہیم کے اوپر آگیا، تو اس کا ایک کنارہ ٹوٹ گیا اور وہ کنارہ اسی وقت شریف مکہ کے خزانے میں پہنچادیا گیا، وہ چیز مقدس تھی، شریف مکہ، علماء و مشائخ کو وقتاً فوقتاً اس پتھر کی زیارت کراتے تھے، خدا جانے کیا صورت پیش آئی کہ اس کے دو تین ٹکڑے ہوگئے، اس میں سے ایک چھوٹا ٹکڑا، شریف مکہ نے ہدیہ کے طور پر بعض مشائخ کو دیا، اور وہ کسی نہ کسی طرح منتقل ہو کر حضرت مولانا گنگوہی" کے پاس پہنچ گیا، مولانا کی یہ عادت تھی کہ اس مقام ابراہیم کے ٹکڑے کو نکال کر پانی میں ڈالتے اور وہ پانی اہل مجلس میں تقسیم کیا جاتا، اس ٹکڑے میں سے کچھ ریزے گر گئے، حضرت نے فوراً ریزوں کو جمع کرکے سرمہ میں شامل کرلیا۔ جب آنکھوں میں سرمہ لگاتے تو وہ حل کیا ہوا پتھر بھی آنکھوں میں جاتا، تو یہ ادب کی بات تھی۔ طبی اصول پر دیکھا جائے، تو آنکھوں کے اندر مٹی یا پتھر کا ریزہ ڈالنا بینائی کے لئے نقصان دہ ہے، مگر اس چیز کی پرواہ نہ تھی۔

بینائی کیا چیز ہے؟ اس شرف کے مقابلے میں جو مقام ابراہیم کی مجاورت اور قرب سے نصیب ہوتا ہے۔ بہرحال دین کی بنیاد ادب و توقیر اور تعظیم کے اوپر ہے، اللہ اور شعائر اللہ کی تعظیم، بیت اللہ، کتاب اللہ اہل اللہ کی تعظیم۔ غرض جو بھی اللہ کی طرف منسوب ہوجائے، اس کی عظمت و توقیر کرنا یہ دین کی بنیاد ہے۔

ادب سے غفلت برتنے کا نتیجہ! بہرحال دین کا دارومدار زیادہ تر ادبیات اور آداب پر ہے، یہ شریعت کا مستقل باب ہے، جہاں احکام ہیں وہاں اس کے ساتھ کچھ آداب ہیں، ادبیات پر اگر آدمی قادر نہ ہو تو وہ اصل احکام سے بھی کورا اور محروم رہ جاتا ہے،

اس لئے آداب کی ضرورت ہے، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے غالباً ایک حدیث نقل کی ہے، اس کے الفاظ پوری طرح یاد نہیں، نقل کئے دیتا ہوں، تفسیر فتح العزیز میں ہے

جس نے اداب پر عمل کرنے میں سستی دکھلائی وہ سنت سے محروم ہوگیا، جس نے سنت پر عمل سے سستی کی وہ واجبات سے محروم ہوجائے گا اور جس نے واجبات پر عمل سے سستی دکھلائی وہ فرائض پر عمل سے محروم ہوجائے گا اور جس نے فرائض کی ادائیگی میں سستی کی وہ اللہ کی پہچان سے محروم ہوگیا۔

فرائض پر عمل کرے گا تو معرفت بڑھے گی، اس واسطے سنتوں کو تکمیل فرائض کہا گیا تو جس نے آج سنتیں چھوڑدیں صرف فرائض کو پڑھ لیا، کل وہ بھی نہ پڑھے گا، رفتہ رفتہ محروم ہوجائے گا۔ ۲۲

ادب اور توفیق عمل! حاضرین گرامی! اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ ادب سے عمل کی توفیق ملتی ہے اور بے ادب شخص، توفیق عمل سے محروم ہوجاتا ہے۔

اگر اس اصول کی کسوٹی پر علماء دیوبند کو پرکھیں تو وہ انتہائی کھرے ثابت ہوں گے، وہ با ادب بھی تھے اور با عمل بھی تھے، انہوں نے پوری دنیا میں لاکھوں مساجد اور مدارس کو آباد کیا، انہوں نے خانقاہوں کو کاروباری اڈوں کی بجائے رشد و ہدایت کے مراکز بنادیا، انگریز حکمران، اسلام کے لئے خطرہ بنے تو علماء دیوبند نے جیلوں کو آباد کردیا اور تختہ دار پر بھی چڑھنے سے نہیں ہچکچائے، قادیانیت کے فتنے نے ختم نبوت پر حملہ کیا تو انہوں نے تن من دھن کی بازی لگادی، ناموس صحابہ کو خطرہ لاحق ہوا تو انہیں علماء حق میں سے مولانا حق نواز شہید اور مولانا ایثار القاسمی شہید جیسے جیالے اٹھے اور امی عائشہ کی حرمت پر قربان ہوگئے امت عبادات سے اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے غافل ہوئی تو وہ تبلیغی جماعت کی صورت میں پوری دنیا میں پھیل گئے۔ تصنیف و تالیف کے میدان پر نظر ڈالو تو علماء دیوبند پیش پیش نظر آئیں گے۔ قرآن حکیم کی جتنی تفسیریں اور احادیث نبویہ کی جتنی شرحیں علماء دیوبند نے لکھی ہیں کم از کم برصغیر میں پائے جانے والے کسی مسلک، کسی جماعت اور کسی گروہ نے نہیں لکھیں۔

میں علماء دیوبند پر گستاخ رسول ہونے کے فتوے لگانے والوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اگر علماء دیوبند کی تفسیری اور حدیثی تصانیف کے مقابلہ میں آدھی تصانیف بھی پیش کردیں تو میں ان کے مسلک کی حقانیت اور صداقت کا قائل ہوجاؤں گا۔

یہ کون تھے؟ مجھے بتایا جائے کہ

شاملی کے میدان میں انگریزی فوج سے ٹکرانے والا قاسم نانوتوی ؒ کون تھا؟

انگریزوں کی جیل کو آباد کرنے والا گنگوہی ؒ کون تھا؟

مالٹا میں ظلم و ستم سہنے والا محمود الحسن ؒ کون تھا؟

حدیثوں کا حافظ انور شاہ کشمیری ؒ کون تھا؟

دس سال تک پابند سلاسل رہنے والا شاہ بخاری ؒ کون تھا؟

ارے، شمس الدین ؒ حق نواز ؒ ایثار القاسمی ؒ جیسے شہداء کون تھے؟

ارے اللہ کے بندو! تم ان بندگان خدا کو گستاخ رسول کہتے ہو، جنہوں نے نبی ؐ کے پیغام کی خاطر نبی کے مقام کی خاطر نہ اپنی پرواہ کی نہ بیوی بچوں کی پرواہ کی، نہ اپنی عزت و راحت کی پرواہ کی، نہ اپنے مال و جان کی پرواہ کی۔

اگر معاذ اللہ یہ گستاخ رسول ؐ تھے تو پھر دنیا میں کوئی عاشق رسول ہو ہی نہیں سکتا کیا رسول ؐ کا گستاخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرسکتا ہے، حضور ؐ کی ختم نبوت کے لئے سینہ گولیوں سے چھلنی کرواسکتا ہے، حضور ؐ کے صحابہ ؓ کے لئے

بچوں کو یتیم کرواسکتا ہے' ظالمو! سوچو تو سہی تم کن بندگان با وفا اور عاشقان باصفا کو گستاخِ رسولؐ کہہ رہے ہو۔

عشق کا معیار! مجھے بتاؤ تو سہی کہ تمہارے نزدیک عشق رسولؐ کا معیار کیا ہے؟ وہ کون سی کسوٹی ہے جو کسی کے عاشق یا گستاخ ہونے کا فیصلہ کرتی ہے؟

عشقِ رسولؐ کے ٹھیکیدارو! سن لو!

- نبیؐ کے نام پر مال سمیٹنا عشق نہیں ہے۔
- عشق رسولؐ کے نام پر دوکانیں چکانا عشق نہیں ہے۔
- قوالیوں کی دھن پر تھرکنا عشق نہیں ہے۔
- نعتیں پڑھنا اور سنتوں سے بغاوت کرنا عشق نہیں ہے۔
- اذانوں اور نمازوں کو بگاڑنا عشق نہیں۔
- دین کے خادموں اور مجاہدوں پر کفر کے فتوے لگانا عشق نہیں ہے۔
- قبروں اور خانقاہوں کے مجاور بننا عشق نہیں ہے۔

ارے عشق تو یہ ہے کہ!

نبی کی مٹی ہوئی سنتوں کو زندہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو مٹا ڈالو۔

ناموسِ صحابہ اور ازواج مطہرات کی حرمت کے لئے مصروف عمل ہوجاؤ۔

کفر کو مٹانے اور دین کو غالب کرنے کے لئے مجاہد بن جاؤ۔

عاشق تو وہ تھے! مرغن غذائیں کھاکر' ریشمی لباس پہن کر' پھولوں کی سیج پر لیٹ کر' دائیں بائیں تکیوں کے ساتھ ٹیک لگاکر' مریدوں کی واہ واہ میں مست ہوکر تعویذ فروشی کی دوکان سجاکر عشق رسولؐ کا دعویٰ کرنے والے بھولے بھالے دوست سن لے

- عاشق تو بلال رضی اللہ عنہ تھا' جسے عشق رسولؐ کی خاطر گلے میں رسی ڈال کر

گھسیٹا گیا۔

○ عاشق تو خباب رضی اللہ عنہ تھا جس کی کمر کی چربی سے دہکتی آگ بجھتی تھی۔

○ عاشقہ تو سمیہ رضی اللہ عنہا تھی جسے ابوجہل نے برچھی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔

○ عاشق تو خبیب رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے سولی پر چڑھ کر عشق کا امتحان دیا

○ عاشق تو حرام ملحان رضی اللہ عنہ اور ان کے انہتر ساتھی تھے جن کی بے کسی کی شہادت نے ان کے سچے عشق کی شہادت دی۔

○ عاشق تو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے جنہیں ریشمی لباس اتار کر ٹاٹ اوڑھنا پڑا۔

○ عاشق تو یاسر رضی اللہ عنہ تھے جن کا خمار عشق اہل مکہ کا ظلم و ستم بھی نہ اتار سکا۔

○ عاشق تو ابو فکیہہ رضی اللہ عنہ تھے جن کے جسم پر بھاری پتھر رکھ کر عشق کی سزا دی جاتی تھی۔

○ عاشق تو عمار رضی اللہ عنہ تھے جنہیں جلتی ریت کے فرش پر لیٹ کر عشق کا مزہ چکھنا پڑا۔

○ عاشق تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھا جس کی لاش تین دن تک چوراہے پر لٹکی رہی اور بہادر ماں دیکھ کر پکار اٹھی "یہ سوار اپنی سواری سے کب اترے گا۔"

○ عاشق تو ابوحنیفہ" تھا جو مدینہ منورہ میں بول و براز تک سے بچتا تھا۔

○ عاشق تو مالک" تھا جسے ایک پل کے لئے مدینہ کی جدائی گوارہ نہ تھی۔

○ عاشق تو مجدد الف ثانی" تھا جو گوالیار میں قید ہو کر سنت رسول کو زندہ کر گیا۔

○ عاشق تو شاہ ولی اللہ" تھا جو پنجے کھنچوا کر بھی اصحاب رسول کا نام لیتا رہا۔

○ عاشق تو نانوتوی تھا جس نے ادب کی بنا پر مدینہ کی سنگلاخ زمین پر جوتی پہننا گوارہ نہ کیا۔

○ ارے عاشق تو حق نواز تھا جو امت کی مقدس ماں کے دوپٹے پر قربان ہو گیا۔

یہ کتابیں کس کی ہیں

اللہ کے بندے! ضد چھوڑ، تعصب کی عینک اتار، حسد کے ٹیلے سے نیچے آ، غصہ تھوک دے، انصاف کا دامن تھام، عدل کا ترازو ہاتھ میں پکڑ، دغا نہ مار، عوام کو بیوقوف نہ بنا، محض دکان نہ چمکا، آخرت کی فکر کر، خدا سے ڈر، قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے منہ دکھائے گا۔ کیا تجھ سے سوال نہیں ہوگا کہ تو ان پر کیچڑ اچھالتا تھا، جن کی زندگیاں سیرت کا مجسم نمونہ تھیں جن کی زبانیں درود شریف کی کثرت سے تھکتی نہیں تھیں، جو زندگی بھر گستاخان رسول سے لڑتے جھگڑتے اور ٹکراتے رہے، جن کے قلم نے سرکار کی حدیث کی تشریح اور سیرت رسول کو اجاگر کرنے کے لئے لاکھوں صفحات روشن کئے۔

○ ابو داؤد کی مبسوط شرح بذل المجہود مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے لکھی۔

○ احادیث کا بے مثال مجموعہ اعلاء السنن ۲۰ جلدوں میں مولانا ظفر احمد عثمانی نے مرتب کیا۔

○ صحیح مسلم کی شرح فتح الملہم علامہ شبیر احمد عثمانی نے تالیف فرمائی۔

○ لامع الدراری شرح بخاری میں حضرت گنگوہی کے فیوضات و افادات ہیں۔

○ مشکوۃ المصابیح کی شاندار شرح تعلیق الصبیح مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے لکھی ہے۔

○ ترمذی پر معارف السنن کی صورت میں حضرت بنوری نے کام کیا ہے۔

○ فیض الباری شرح بخاری نابغۂ عصر حضرت کشمیری کے ذہن رسا کا نتیجہ ہے۔

○ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل کو حضرت شیخ الحدیث" نے بیان کیا ہے۔

○ سرکار کے معارف کو سات جلدوں میں معارف الحدیث میں حضرت نعمانی" نے جمع فرمایا ہے۔

○ عظمت حدیث مولانا شمس الحق افغانی" کے موئے قلم کا ثمر ہے۔

○ نبی رحمت سید ابوالحسن ندوی کا تالیفی کارنامہ ہے۔

○ اسوہ رسول اکرم" ڈاکٹر عبدالحی" کے عشق رسول کی مظہر ہے۔

میں کس کس کتاب کا تذکرہ کروں ' صرف سیرت رسول پر حدیث رسول پر عشق رسول پر اور مقام رسول پر ہی اگر علماء دیوبند کی کتابوں کی فہرست جمع کروں تو دسیوں صفحات درکار ہوں گے۔

محض ملمع سازی کے لئے محض خطابت کو چمکانے کے لئے ' محض پیسے بنانے کے لئے علماء حق کو نشانہ بنانے والے خطیب شعلہ بیان! مجھے ٹھنڈے دل سے سوچ کر بتا کہ نبی" کے اقوال و افعال کی تشریح و توضیح کے لئے زندگیاں لگادینے والے یہ برگزیدہ لوگ گستاخ رسول" تھے؟ جبکہ ان کی حالت یہ تھی کہ وہ جو حدیث لکھتے تھے باوضو لکھتے تھے اور جب بھی سرکار" کا نام نامی اور اسم گرامی آتا تھا وہ درود شریف پڑھتے بھی تھے اور لکھتے بھی تھے اور بات صرف لکھنے لکھانے تک محدود نہیں تھی ' ان حضرات کی زندگی گواہ ہے کہ وہ سچے عاشقان رسول" تھے ' لیکن انہوں نے عشق رسول" کو کاروبار نہیں بنایا ' اس کے ذریعے پیسہ نہیں بنایا ' اپنی ذات کو نہیں چمکایا۔

گنبد خضراء کا رنگ

ہندوستان میں بعض حضرات کیمخت (سبز رنگ) کا جوتا بڑے شوق سے پہنتے تھے اور اب بھی پہنتے ہیں ' لیکن حضرت نانوتوی نے ایسا جوتا مدت العمر کبھی نہیں پہنا اور اگر کوئی تحفتاً" لادیتا تو اس کے پہننے سے احترا[illegible] گریز کرتے اور

آگے کسی کو ہدیہ دے دیتے، اور سبز رنگ کا جوتا پہننے سے محض اس لئے گریز کرتے
کہ سرور کائنات آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضراء
کا رنگ سبز ہے ۔ پھر بھلا ایسے رنگ کے جوتے پاؤں پر کیسے اور کیوں استعمال کئے
جاسکتے ہیں ؟ چنانچہ شیخ العرب والعجم حضرت استاذنا المکرم مولانا حسین احمد مدنیؒ (
المتوفی ۱۳۷۷ھ بمطابق ۱۹۵۷ء حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات
بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ !

"تمام عمر کبھت کا جوتا اس وجہ سے کہ قبہ مبارک سبز رنگ کا ہے نہ پہنا، اگر
کوئی ہدیہ لے آیا تو کسی دوسرے کو دے دیا ۔ (۲۴)

اندازہ کیجئے ان کی بصیرت اور فریفتگی کا گنبد خضراء کے ظاہری رنگ کے ساتھ
کس قدر عقیدت و الفت ہے، جس کے اندر وہ عظیم المرتبت مکین آرام فرما ہیں، جن
کی مثال اور جن کا ثانی خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق میں نہ آج تک وجود میں آیا اور نہ
تا قیامت آسکتا ہے، علامہ اقبال مرحوم نے شاید اسی کی ترجمانی کی ہے ۔

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دوکان آئینہ ساز میں

پا پیادہ ! حضرت نانوتویؒ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ سے کئی میل
دور ہی سے پابرہنہ چلتے رہے، آپ کے دل اور ضمیر نے یہ اجازت نہ دی کہ دیار
حبیبؐ میں جوتا پہن کر چلیں، حالانکہ وہاں سخت نوکیلے سنگریزے اور چبھنے والے
پتھروں کی بھرمار ہے، چنانچہ حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ جناب مولانا حکیم
منصور علی خان صاحب حیدر آبادی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں جو اس سفر حج میں
حجۃ الاسلام کے رفیق سفر تھے کہ !

"مولانا مرحوم مدینہ منورہ تک کئی میل، آخر شب تاریک میں اس طرح چل کر پابرہنہ پہنچ گئے۔ (۲۴)

در نیز حکیم موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ ہی سے ارقام فرماتے ہیں کہ!

"جب منزل بہ منزل مدینہ شریف کے قریب ہمارا قافلہ پہنچا، جہاں روضہ پاک صاحب لولاک نظر آتا تھا، فوراً جناب مولانا (محمد قاسم صاحب) مرحوم نے اپنے نعلین اتار کر بغل میں داب لیں اور پابرہنہ چلنا شروع کیا۔ ایضاً صفحہ ۶۰۔ ۶۱

ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ طیبہ اور گنبد خضراء کے ساتھ کس قدر عقیدت و محبت جناب امام الانبیاء خاتم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے، ورنہ اس سنگلاخ رقبہ اور پتھریلی زمین کی فی نفسہ کیا قدر ہے؟ جو کچھ بھی ہے اور جتنی کچھ بھی ہے، وہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بدولت ہے، اور آپ ہی کے واسطہ سے ہے اور ایسے ہی موقعے کے لئے کشتہ عشق نے یہ کہا ہے کہ!

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِي
وَلٰكِن حُبُّ مَنْ نَزَلَ الدِّيَارِ

میرا اور میرے تمام اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کا وہ حصہ جو آپ کے جسد اطہر سے لگتا ہے، عرش سے بھی زیادہ مرتبہ اور فوقیت رکھتا ہے۔ ۲۵

عرش پر گر فرش بھاری ہے تو ہے اس خاک سے
جس میں محو خواب ہے کون و مکاں کا تاجدار

سنت کا اہتمام

انگریز کے خلاف جہاد ۱۸۵۷ء میں دیگر اکابر کی طرح حجۃ الاسلام مولانا نانوتوی" بھی بہ نفس نفیس خود شاملی وغیرہ میں شامل تھے۔ اور زخمی بھی ہوئے

تھے جب ظالم انگریز کی طرف سے حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت مولانا قاسم صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوچکے اور گرفتار کنندہ کے لئے صلہ تجویز ہوچکا تھا ' اس لئے لوگ تلاش میں ساعی اور حراست کی تگ و دو میں پھرتے تھے تو چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو کمال شجاعت ' استقلال اور ہمت قلب عطا فرمائی تھی اس لئے وہ ہر قسم کے نتیجے سے بے نیاز ہوکر کھلے بندوں پھرتے تھے ' مگر اعزہ اور اقارب اور ہمدردوں کی طرف سے جب شدید اور بلیغ اصرار ہوا کہ حضرت وقت کی نزاکت کے پیش نظر ضرور روپوش ہوجائیں ' تو ان کے اصرار کی وجہ سے تین دن روپوش رہے اور لکھا ہے کہ!

"تین دن پورے ہوتے ہی ایک دم باہر نکل آئے اور کھلے بندوں پھرنے لگے لوگوں نے پھر روپوشی کے لئے عرض کیا تو فرمایا کہ تین دن سے زیادہ روپوش ہونا سنت سے ثابت نہیں کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت غار ثور میں تین ہی دن روپوش رہے ہیں۔ (۳۶)

واہ دیجئے اس جذبہ اتباع سنت کی کہ ظالم انگریز ان دنوں اہل ہند پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً سفاکانہ اور قاتلانہ حربے استعمال کررہا تھا اور نہایت بیدردی کے ساتھ مظلوموں کے ناحق خون سے ہولی کھیلتا تھا ' وہ کونسی حیا سوز اور دل آزار حرکت تھی ' جو اس ظالم نے مجاہدوں کے خلاف روا نہ رکھی تھی اور وہ کونسی غیرانسانی کارروائی تھی ' جو اس نے چھوڑی تھی ؟ اس وقت انگریز کا ظلم وجور اور تعدی و ستم اپنے نقطہ عروج پر تھا ' لیکن حجۃ الاسلام" اپنی حیات سے بے نیاز ہوکر اس موقع پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اضطراری کو ترک کرنے پر باوجود شدید اصرار کے آمادہ نہ ہوئے اور تین دن کے بعد فوراً باہر نکل آئے اور کھلے بندوں

چھپنے لگے اور اس روپوشی کی حالت میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے عشق و محبت کا تعلق اور رابطہ مستحکم ہی رکھا اور اس نازک حالت میں بھی سنت پر نگاہ جمی رہی۔

تھا اسیری میں کچھ ایسا تعلق روح کو
ہم قفس میں روز خواب آشیاں دیکھا کیے

پھر حضرت نانوتویؒ کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار

جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے
کہ میں ہوں اور سگان حرم کی تیرے قطار

اڑا کے باد میری مشت خاک کو پس مرگ
کرے حضورؐ کے روضہ کے آس پاس نثار

مدینہ کی ہوا اور کھجوریں

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں ایک حاجی صاحب نے مدینہ منورہ کا رومال پیش کیا۔ آپ نے کمال عقیدت سے اسے چوما، آنکھوں پر رکھا اور سینے سے لگایا، حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا، حضرت یہ رومال تو یورپ سے بن کر جاتے ہیں، عرب کے بنے ہوئے تھوڑے ہیں، حضرت نے فرمایا میں بھی جانتا ہوں وہاں کے بنے ہوئے نہیں ہیں، لیکن ان کو مدینہ کی ہوا تو لگی

ہے ناں!

ایک دوسرے صاحب نے مدینہ منورہ کی کھجوریں پیش کیں آپ نے کھجوریں تناول فرمانے کے بعد ان کی گٹھلیاں کھانے کے بجائے پیس کر پھانک لیں اور انہیں کچرے میں پھینکنا گوارہ نہ کیا۔

ادب کی انتہاء یہ تھی کہ حضرت گنگوہیؒ' علوم نبوت حاصل کرنے والے طلباء کا بھی بے حد احترام فرماتے تھے' ایک دفعہ صحن مسجد میں طلبہ کو درس دے رہے تھے کہ بارش ہونے لگی' طلبہ کتابیں اور تپائیاں لے کر اندر بھاگے۔ حضرت مولانا نے اپنی چادر بچھائی اور تمام طالب علموں کے جوتے اٹھا کر اس میں ڈال کر ان کے پیچھے پیچھے چل دیئے' طلبہ نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ پریشان ہوئے اور بعض رو دیئے کہ حضرت یہ کیا' فرمایا کہ "حدیث میں آتا ہے کہ طلباء کے لئے چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں دعا کرتی ہیں اور فرشتے ان کے پاؤں کے نیچے پر بچھاتے ہیں' ایسے لوگوں کی خدمت کرکے میں نے سعادت حاصل کی ہے' آپ مجھے اس سعادت سے کیوں محروم کرتے ہیں۔ ۴۸

انہیں کا صدقہ

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات میں ہے کہ ان کے خمیر میں شروع سے محبت و عشق کی چنگاری تھی ایک مرتبہ حضرت مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے' اس خادم نے عرض کیا کہ حضرت اس مسجد میں بعد کے لوگوں نے بڑی زیب و زینت پیدا کردی اور قیمتی قالین بچھادیئے' کاش یہ مسجد اپنی پہلی سادگی پر ہوتی' معلوم نہیں اس وقت حضرتؒ کس حال میں تھے' جوش آگیا' فرمایا "حضرت اور زیب و زینت ہو دنیا میں جہاں کہیں جمال اور زیب و زینت ہے انہیں کے صدقہ میں تو ہے' مجھے شرمندگی ہوئی اور احساس ہوا کہ یہ حضرات کس قدر محبت سے بھرے ہوئے ہیں۔ (روایت مولانا ندوی)

مرض وفات میں مدینہ طیبہ کا ذکر سن کر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی ' اور بعض اوقات بلند آواز سے رونے لگتے ۔ مولانا محمد صاحب انوری عمرہ کے لئے روانہ ہو رہے تھے ' حضرت سے رخصت ہونے کے لئے آئے ' مدینہ طیبہ کا ذکر ہوا تو حضرت دھاڑیں مار کر روئے ' مولانا محمد صاحب فرماتے ہیں کہ " میں نے کبھی حضرت اقدس کو اس سے پہلے بلند آواز سے روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا ۔ " بابو عبدالعزیز صاحب آئے تو ان سے فرمایا ' دیکھو یہ مدینہ جا رہے ہیں ' یہ کہہ کر حضرت کی چیخیں نکل گئیں

میں نے اپنے بزرگوں کی سوانح میں سے چند ایک واقعات آپ کے سامنے پیش کئے ہیں ' تفصیلات کے لئے دفاتر چاہئیں لیکن ان چند واقعات کی بنیاد پر بھی میں بجا طور پر چیلنج کر سکتا ہوں کہ

اُولٰئِکَ آبَائِی فَجِئْنِی بِمِثْلِهِمْ
اِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

وما علینا الا البلاغ

حوالہ جات عشاق محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا انداز ادب

(۱) سورۃ آل عمران
(۲) سورۃ المائدہ
(۳) سورۃ الفتح
(۴) سورۃ الحجرات
(۵) سورۃ الحجرات
(۶) تسہیل المواعظ
(۷) معارف مثنوی
(۸) سورۃ الاحقاف
(۹) مشکوٰۃ شریف
(۱۰) ترمذی ۔ دارمی
(۱۱) مشکوٰۃ شریف
(۱۲) مشکوٰۃ شریف
(۱۳) صحیح مسلم
(۱۴) دلائل النبوۃ
(۱۵) کنز العمال
(۱۶) صحیح بخاری
(۱۷) تاریخ الخلفاء سیوطی
(۱۸) محدثین عظام
(۱۹) تاریخ فرشتہ
(۲۰) خطبات حکیم الاسلام
(۲۱) خطبات حکیم الاسلام
(۲۲) فتح العزیز
(۲۳) الشہاب الثاقب
(۲۴) سوانح قاسمی
(۲۵) روح المعانی
(۲۶) سوانح قاسمی
(۲۷) بیس بڑے مسلمان
(۲۸) بیس بڑے مسلمان
(۲۹) سوانح حضرت رائے پوری

یارِ غار

وہ درویش دربار ختم رسولاں
وہ تصویر ایقان صدیق اکبر
گلستان آقا نے سینچا ہے دیں کا
بہار گلستان صدیق اکبر
رسالت کی راہوں کا معصوم ساتھی
محمدؐ کا ارمان صدیق اکبر
محمدؐ تو سلطان ہیں انبیاء کے
صحابہ کے سلطان صدیق اکبر

طاہر قریشی

پھول تو سارے ہی خوشنما اور دلربا ہوتے ہیں مگر گلاب کی بات ہی کچھ اور ہے
موتی تو سارے ہی کام کے ہیں مگر زمرد اور یاقوت کی بات ہی کچھ اور ہے
راتیں تو ساری ہی عبادت کے لئے ہیں مگر لیلتہ القدر کی بات ہی کچھ اور ہے
مہینے تو سارے ہی وقت کے سنگ میل ہیں مگر رمضان المبارک کی بات ہی کچھ اور ہے آسمانی کتابیں ساری کی ساری واجب الاحترام ہیں مگر قرآن کی بات ہی کچھ اور ہے۔

امام تو سارے ہی مقتدا اور پیشوا ہیں مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بات ہی کچھ اور ہے
شہر تو سارے ہی اللہ کے بسائے ہوئے ہیں مگر مکہ اور مدینہ کی بات ہی کچھ اور ہے۔
مسجدیں تو ساری ہی خدا کا گھر ہیں مگر مسجد الحرام کی بات ہی کچھ اور ہے۔
فرشتے سب کے سب مقربین بارگاہ ہیں مگر جبریل کی بات ہی کچھ اور ہے
سب انبیاء اللہ کے قاصد اور نمائندے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہی کچھ اور ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سارے کے سارے آسمان رشد وہدایت کے تارے ہیں مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات ہی کچھ اور ہے۔

یارِ غار

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی سَیِّدِنَا وَ رَسُوْلِنَا الْکَرِیْم ○
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔

اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپؐ کی مدد اس وقت کرچکا ہے جبکہ آپؐ کو کافروں نے جلا وطن کردیا تھا جبکہ دو آدمیوں میں سے ایک آپؐ تھے جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جب کہ آپؐ اپنے ہمراہی سے فرمارہے تھے کہ غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے (سورہ توبہ)

وَ سَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی ○ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ○ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰی ○ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰی ○ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ○

اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیز گار ہے جو اپنامال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہوجاوے اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارتا ہو اور یہ شخص عنقریب خوش ہوجاوے گا

وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور اس کو سچ جانا تو یہ لوگ پرہیز گار ہیں۔ (سورۃ الزمر)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِهٖ وَ مَالِهٖ اَبُوْبَکْرٍ ؓ وَعِنْدَ الْبُخَارِیِّ اَبَابَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَا تَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا وَّلٰکِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَ مَوَدَّتُهٗ لَا تُبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ اِلَّا خَوْخَةَ اَبِیْ بَکْرٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا ○ (متفق علیہ)

حضرت ابو سعید خدری ؓ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری ذات پر بہت زیادہ خرچ کرنے والے یعنی میری صحبت میں خدمت میں اپنا وقت اور میری رضامندی و خوشنودی میں اپنا مال بہت زیادہ خرچ کرنے والے ابوبکر ہیں اگر میں کسی شخص کو اپنا خلیل (خالص دوست) بناتا تو ابوبکر ؓ کو بناتا لیکن اسلامی اخوت اور اسلامی مودت (یعنی اسلامی برادری و صحبت) قائم و باقی ہے (یعنی ابوبکر ؓ کے اور میرے درمیان خلت تو نہیں لیکن اسلامی اخوت و مودت مساوی درجہ کی برقرار ہے) اور مسجد نبوی میں آئندہ کوئی کھڑکی یا روشن دان باقی نہ رکھا جائے مگر ابوبکر ؓ کے گھر کی کھڑکی اور روشندان کو بند نہ کیا جائے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا (بخاری و مسلم)

وَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهٗ عَلٰی جَیْشِ ذَاتِ

حضرت عمرو بن العاص ؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک لشکر کا امیر مقرر کرکے ذات السلاسل کے مقام پر بھیجا پھر جب میں آپ کی

السَّلَاسِلِ قَالَ فَاَتَیْتُہٗ فَقُلْتُ اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ عَائِشَۃُ فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْھَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالًا فَسَکَتُّ مَخَافَۃَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ فِیْ اٰخِرِھِمْ (متفق علیہ)

خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دریافت کیا آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے فرمایا عائشہؓ سے پھر میں نے پوچھا اور مردوں میں کس سے زیادہ محبت ہے' فرمایا عائشہؓ کے والد سے' میں نے عرض کیا پھر کس سے فرمایا عمرؓ سے' عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ اس طرح آپ نے چند آدمیوں کو شمار کیا اور پھر میں اس خیال سے خاموش ہوگیا کہ کہیں میرا نام بالکل آخر میں نہ آئے' (بخاری و مسلم)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا یَدٌ اِلَّا وَقَدْ کَافَیْنَاہُ مَا خَلَا اَبَابَکْرٍ فَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا یَدًا یُکَافِیْہِ اللّٰہُ بِھَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا اَلَا وَاِنَّ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلُ اللّٰہِ۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کسی نے ہم کو کچھ دیا ہے ہم نے اس کا بدلہ دے دیا ہے سوائے ابوبکرؓ کے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ ایسی نیکی اور بخشش کی ہے جس کا بدلہ قیامت کے دن خدا ہی دے گا اور کسی شخص کے مال نے مجھ کو اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکرؓ کے مال نے پہنچایا اگر میں کسی کو اپنا خلیل و خالص دوست بنانا چاہتا تو ابوبکرؓ کو اپنا دوست بناتا' یاد رکھو تمہارے دوست (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے خلیل ہیں' (ترمذی)

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِیْ

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ابوبکر سے فرمایا تم میرے یار غار

بِکَ رَاَنْتَ صَاحِبِیْ رَفِی ہو (یعنی غار ثور کے ساتھی) اور حوض کوثر پر میرے
الْغَارِ وَصَاحِبِیْ عَلَی الْحَوْضِ ' ساتھی ہو ' (ترمذی)

بزرگو اور دوستو!

پھول تو سارے ہی خوشنما اور دلربا ہوتے ہیں مگر گلاب کی بات ہی کچھ اور ہے
دھاتیں تو ساری ہی کام کی ہیں مگر سونے کی بات ہی کچھ اور ہے '
موتی تو سارے ہی قیمتی ہیں مگر زمرد اور یاقوت کی بات ہی کچھ اور ہے '
دن تو سارے ہی اللہ کے ہیں مگر جمعۃ المبارک کی بات ہی کچھ اور ہے '
راتیں تو ساری ہی عبادت کے لئے ہیں مگر لیلۃ القدر کی بات ہی کچھ اور ہے '
مہینے تو سارے ہی وقت کے سنگ میل ہیں مگر رمضان المبارک کی بات ہی کچھ اور
ہے '
اوقات تو سارے ہی قابل قدر ہیں مگر تہجد کی بات ہی کچھ اور ہے '
آسمانی کتابیں ساری کی ساری واجب الاحترام ہیں مگر قرآن کی بات ہی کچھ اور ہے '
امام تو سارے ہی مقتدا اور پیشوا ہیں مگر ابو حنیفہ کی بات ہی کچھ اور ہے '
شہر تو سارے ہی اللہ کے بسائے ہوئے ہیں مگر مکہ اور مدینہ کی بات ہی کچھ اور ہے '
مسجدیں تو ساری ہی خدا کا گھر ہیں مگر مسجد الحرام کی بات ہی کچھ اور ہے '
فرشتے سب کے سب مقربین بارگاہ ہیں مگر جبرئیل کی بات ہی کچھ اور ہے '
انبیاء اللہ کے قاصد اور نمائندے ہیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہی
کچھ اور ہے '
صحابہؓ سارے کے سارے آسمان رشد و ہدایت کے تارے ہیں مگر ابو بکر صدیقؓ کی

بات ہی کچھ اور ہے'

مثالی ایمان

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایمان باکمال ان کی صحابیت بے مثال' ان کی خلافت چند ماہ اور دو سال مگر فتوحات سے مالا مال' ان کی دینی خدمات لازوال'

ایمان کی دعوت پر بہت سارے خوش قسمت انسانوں نے لبیک کہا مگر حضرت ابوبکرؓ نے ایمان اس وقت قبول کیا جب ایمان قبول کرنا موت کو دعوت دینا تھا جب ایمان قبول کرنا جزیرۃ العرب کو اپنا دشمن بنانا تھا جب ایمان قبول کرنا ننگے پیروں پر چلنا اور طوفانوں سے ٹکر لینا تھا' یہ سعادت آپ ہی کو حاصل ہوئی کہ آپ نے کلمہ توحید اس وقت پڑھا جب کلمہ پڑھنے والے پوری دنیا میں صرف دو تین تھے ایک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے ابوبکر صدیقؓ اور تیسری آواز غالباً ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی تھی۔

بے لوث ایمان

کوئی تحریک حق ہو یا باطل دونوں کے پھیلنے کا طریقہ قریب قریب یکساں ہے دونوں کچھ قربانیاں چاہتی ہیں اور دونوں کے لئے کچھ مخلص معاون اور رفیق کی ضرورت ہوتی ہے ایک غیر مانوس آواز کے اٹھتے ہی سننے والوں کے دماغ میں کئی بنیادی سوال پیدا ہونے لگتے ہیں' مثلاً اس آواز اور اس پیغام میں کوئی معقولیت بھی ہے یا نہیں؟ داعی نبی [illegible] تک ہے اور خود اس [illegible] اس دعوے سے

کس حد تک مناسبت و مطابقت رکھتی ہے؟ یہ پیغام کیا خوشگوار نتائج پیدا کر سکتا ہے؟ اسے کامیاب بنانے کے لئے کن کن خارزاروں سے گزرنا پڑے گا کیا کیا امتحان ہوں گے اور کیا کیا قربانیاں دینی پڑیں گی؟ پھر ہمیں اس کا کیا پھل ملے گا؟ دعوت کی کامیابی کی کوئی توقع ہے یا نہیں؟ اس پیغام کی زد زندگی کے کن کن گوشوں پر پڑتی ہے؟ کن کن قوتوں کی مخالفتیں اور کس درجے کی مخالفتیں مول لینی پڑیں گی؟ کیا کیا خطرات سامنے آئیں گے اور کتنے عرصے تک ان سے دوچار رہنا پڑے گا؟

یہ تمام سوالات ہر نئی آواز کو سنتے ہی ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں اس دعوت کا ساتھ دیا جائے یا اس سے علیحدگی اختیار کی جائے یا اس کی مخالفت ضروری سمجھی جائے کوئی سی راہ بھی اختیار کی جائے لیکن پہلے ان سوالات کو حل کرنا ضروری ہوتا ہے ان میں سے بعض سوال ایسے ہیں جن کو صرف عقل حل کرتی ہے بعض کا فیصلہ تجربہ کرتا ہے بعض کی میزان صرف اخلاص ہوتا ہے بعض کے لئے محض سچائی کی تڑپ کسوٹی بنتی ہے اور بعض کے لئے فقط جذبہ ایثار و قربانی پیمانہ ہوتا ہے ان سارے حالات کو مختلف ترازوؤں پر تولنے کے لئے کچھ وقت درکار ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے ان سوالات کا حل ہفتوں مہینوں اور برسوں میں بھی ہو تو کچھ عجب نہیں پھر دعوت حق اور پیغام نبوت کے لئے تو ایک اور بھی بڑی دشواری ہوتی ہے' عام سطح بین نگاہوں کو اس پیغام میں نہ کوئی فوری محسوس ہونے والا معقولیت ہی نظر آتی ہے نہ کوئی فائدے کی امید ہوتی ہے' دعوت کیا ہوتی ہے؟ لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی نصب العین ہی نہیں) فائدہ؟ صرف رضاء الٰہی۔ امتحان؟ سر دھڑ کی بازی' زمین و آسمان کی مخالفت جان ہتھیلی پر' مال خطرے میں' کامیابی کی توقع؟ یہ خدا کے ہاتھ میں ہے' اس زندگی میں کامیابی کی کوئی امید؟ اس کی کوئی ضمانت نہیں' اچھا کامیابی کے بعد کوئی دولت' کوئی حکومت' کوئی عہدہ' زن' زر' زمین ملنے کا وعدہ؟ بالکل

تھیں بلکہ جو ان کا خواہش مند ہوا اسے ادھر آنے کی ضرورت ہی نہیں، پھر کیوں ساتھ دیا جائے؟ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے۔ اللہ اکبر۔ کس کا جگرا ہے جو اس خشک و بے مزہ دعوت کو آسانی سے قبول کرنے کا تصور بھی کر سکے؟ کیا خوب کہا ہے شاعر نے کہ

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

پھر دیکھئے کہ دور بگڑنے کے بعد تو جتنے سورج کی پوجا کرنے والے بہت سے پیدا ہو جاتے ہیں دشواری تو اس وقت ہوتی ہے جب اس شک نیکیوں کے سامنے کے ایک شخص بھی اس آواز پر لبیک کہنے والا موجود نہ ہو اور پیغام کی سچائی دنیا بھر کے خطرات کو بلا آنے کی دعوت دے رہی ہو اصل رفاقت وہی ہے جو اس دور آغاز میں اختیار کی جائے،

اس رفاقت کی سعادت اس کائنات میں صرف ایک خاتون کو حاصل ہوئی جس کا نام خدیجہؓ ہے اور اسی طرح دوسرے نمبر پر ایک مرد کو حاصل ہوئی جس کا اسم گرامی ابوبکر اور لقب صدیق ہے،

اس بزم رفاقت کا ایک خاص پہلو بھی قابل غور ہے، آپ ابھی سن چکے ہیں کہ پیغام نبوت کو سنتے ہی ذہن انسانی میں کتنے فیصلہ طلب اور پر خطر سوالات پیدا ہوتے ہیں ان کو عقل، وجدان، تجربہ، اعتماد، صدق، دوستی اور جذبہ قربانی وغیرہ کی کسوٹیوں پر پرکھنا پڑتا ہے تحقیق مانگی اور تدبر کی بے شمار منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں اگر اس موقع پر ایک آخری اور ابدی فیصلہ کرنا ہو تو اس میں مہینوں اور برسوں لگ سکتے ہیں لیکن یہ سعادت آپ کے مرتبہ نظر کی قربت کو حاصل ہوئی ہے

انھوں نے دعوت نبوی سنتے ہی ایک منٹ کا بھی توقف نہ کیا اور فی الفور رفاقت ابدی کا غیر متزلزل فیصلہ کر لیا ہے ان ہی میں دوسرا خوش بخت انسان صدیق ؓ بھی ہے جس نے پیغام سنتے ہی ایک لمحے میں تمام طرح کی بیتابوں پر اسے قبول لیا اور روح کی انتہائی گہرائیوں کے ساتھ رفاقت کا آخری اور ابدی فیصلہ کر لیا۔

بلا تذبذب ایمان!

مشکوٰۃ کی ایک حدیث ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں میں نے جس شخص پر بھی اسلام پیش کیا اس نے اسلام قبول کرنے میں کچھ نہ کچھ تردد کیا سوائے ابوبکرؓ کے۔

حضرت عمرؓ کے کانوں میں اسلام کی دعوت کی آواز پڑی تو وہ مخالفت پر اتر آئے مرنے مارنے تک پر تل گئے۔

حضرت علیؓ کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انھوں نے جواب دیا کہ میں مشورہ کر کے جواب دوں گا لیکن حضرت ابوبکرؓ کو آپؐ نے اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے نہ صرف خود فوراً اس دعوت کو قبول کر لیا بلکہ اپنے حلقہ احباب کو بھی سرکارؐ کا غلام بنا کر دم لیا۔ چنانچہ عثمان بن عفانؓ، عثمان بن مظعونؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ جیسے بزرگ آپ ہی کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے آپ نے سات ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جنہیں اسلام قبول کر لینے کی وجہ سے ستایا جاتا تھا ان میں حضرت بلالؓ اور عامر بن فہیرہؓ بھی تھے گویا آپ کی سوچ یہ تھی کہ جس کے گلے میں اللہ اور رسولؐ کی غلامی کا طوق پڑ گیا اس کے گلے میں انسانی غلامی کا طوق کیوں ہو؟

پھر ایک اور حقیقت پر بھی غور فرمائیے کہ انسان میں ایک کمزوری یہ بھی ہوتی

ہے کہ ایک فیصلہ کر چکنے کے بعد بھی بعض مراحل پر اسے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنی پڑتی ہے اپنے آپ کو تولنا پڑتا ہے، کبھی شکوک و شبہات اور تذبذب سے دوچار ہونا پڑتا ہے، لیکن جناب صدیقؓ کا شمار اس بلند مرتبہ اہل ایمان میں ہے جس کی پوری تاریخ میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آسکا کہ اس کی روح کو کسی تذبذب نے آلودہ کیا ہو، عزم و یقین میں اور حق رفاقت ادا کرنے میں ہر قدم پہلے سے آگے ہی رہا۔

فنافی الرسول

صحیح بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ فنائیت کے مقام تک پہنچے ہوئے تھے انہوں نے اپنی ذات کو اپنے جذبات کو اپنے خیالات کو سرکارؐ کی ذات، جذبات اور خیالات میں گم کر دیا،

دنیا میں ہر کسی کے ایک دو رفیق ہوتے ہیں لیکن یہ رفاقت زندگی کے تمام گوشوں میں کہیں نہیں ہوتی، معاملات میں رفاقت ہے لیکن نظریات و تصورات میں نہیں، رشتے میں رفاقت ہے مگر معاملات میں نہیں، صلح میں ہے تو جنگ میں نہیں، مذہب میں ہے تو سیاست میں نہیں، سب میں ہے تو بعض میں نہیں، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء میں رفاقت کلی کی سعادت جس خوش نصیب کے حصے میں آگئی ہے وہ ابوبکرؓ کی تنہا ذات ہے، رسالت کی پوری زندگی میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا جہاں یہ تصور بھی کیا جاسکے کہ یہ صدیقؓ حق رفاقت ادا کرنے میں سب سے آگے نہ رہا ہو، معلوم ہوتا ہے کہ ازل سے ہی اسے رفاقت نبوی کیلئے چن لیا گیا تھا

صدیق اکبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈھائی سال چھوٹے تھے اور ڈھائی سال تک خلافت کر کے سن وصال کی سعادت میں بھی حق رفاقت ادا فرمایا، جیتے سے

ساتھ کھیلے ہوئے تھے 'گویا یہ رفاقت پیدائشی تھی 'پھر ایمان لانے کے بعد بھی جدا نہ ہوئے 'کچھ اہل ایمان جب انتہائی مجبور ہو کر ارض حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تو یہ صدیق ؓ بھی ایک دن چل کھڑا ہوا ' "برک غماد " سے "ابن الدغنہ " یہ کہہ کر آپ کو واپس کھینچ لایا کہ "تم جیسے انسان کو ہم کبھی مکے سے نہ جانے دیں گے اس لئے کہ!

انک تکسب المعلوم و تصل الرحم و تحمل الکل و تقری الضیف و تعین علی نوائب الحق۔

یعنی تم ان ہونے کام بھی کر دیتے ہو 'صلہ رحمی بھی کرتے ہو 'دوسروں کا بار اپنے سر لے لیتے ہو 'مہمان نواز ہو اور پیش آنے والے حوادث میں حق کا ساتھ دیتے ہو"

تاریخ و سیر پڑھ کر دیکھئے 'ایک کافر کی زبان سے ابو بکر کے لئے ہو بہو وہی الفاظ نکلے ہیں جو جناب خدیجہ ؓ کی زبان سے پہلی وحی نازل ہونے کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نکلے تھے 'یہ وہ رفاقت ہے جسے ہم کردار کی رفاقت کہہ سکتے ہیں

تصدیق ہی تصدیق!

خیالات میں ہم آہنگی اور فنائیت کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں۔ صلح حدیبیہ ہو رہی ہے جس میں ایک شرط ایسی رکھی گئی ہے جو کسی مسلمان کو گوارا نہیں 'شرط یہ ہے کہ مکے سے بھاگ کر جو مسلمان مدینہ جائے واپس کر دیا جائے لیکن جو مسلمان مدینہ سے مکے جائے وہ واپس نہ کیا جائے گا 'ابھی صلح نامہ پر دستخط بھی نہیں ہوئے کہ حضرت ابو جندل ؓ قید سے بھاگ کر حدیبیہ پہنچے 'فریاد کر کے وہ اپنے دانبھائے زخم دکھاتے ہیں اور اپنی مظلومیت کی داستان بیان کرتے ہیں 'صحابہ تڑپ اٹھتے ہیں مگر کچھ حیل و حجت کے بعد وہ پھر موت کے منہ میں مکے واپس کر دیئے جاتے ہیں اور یہ ایمان

واطاعت کا مجسمہ بے تکلف واپس چلا جاتا ہے، معاہدے کی دفعہ ہی کیا کم دل خراش تھی، سیدنا جندل کی واپسی نے اور بھی آگ پر تیل کا کام کیا، سارے مسلمان انتہائی شکستہ دل ہو گئے تھے کیونکہ چھ میل کا فاصلہ سے عمرہ ادا کئے بغیر واپس جا رہے تھے، سیدنا عمرؓ تو آپے سے باہر ہو گئے اور حضور انورؐ سے کچھ ایسے انداز سے مکالمہ کرتے رہے جو انکی عام روش کے خلاف تھا یہ ایک دو نہ تھے چودہ سو مہاجرین وانصار کا جم غفیر تھا جو اپنا سر ہتھیلیوں پر لے کر آیا تھا، ایک اشارے میں پورا مکہ خاکستر ہو سکتا تھا، جوابی کارروائی نہ ہونے سے اہل اسلام اور بھی آزردہ ہو رہے تھے، سیدنا عمرؓ حضورؐ سے گفتگو کرنے کے بعد سیدھے سیدنا صدیق اکبرؓ کے پاس پہنچے اور فریاد کرنے لگے کہ "یہ کیسا معاہدہ ہوا ہے جس نے مسلمانوں کو اس طرح دبا کر رکھ دیا ہے؟" جناب عمرؓ کی زبان نہ تھی بلکہ سارے مسلمانوں کی ترجمانی تھی، توقع تھی کہ جناب صدیق بھی ہم نوائی فرمائیں گے مگر آپ نے کیا جواب دیا؟ آپ نے فرمایا کہ "اللہ کے رسولؐ نے جو کچھ کیا ہے وہی ٹھیک ہے"

مشق ستم! یہ رفاقت کچھ یوں ہی حاصل نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کے لئے آپ کو بڑی بڑی آزمائشوں اور امتحانوں سے گزرنا پڑا تھا، آپ حضور کے یسر و عسر کے ساتھی تھے، نمعلوم حضورؐ کی رفاقت کی وجہ سے آپ کو کتنی مصیبتیں اٹھانی پڑیں مگر انہوں نے رفاقت کا رشتہ نہ ٹوٹنے دیا، ابتداءِ اسلام میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مزاحمت، مخالفت اور ظلم و ستم کے جس دریا سے گزرنا پڑا اس میں آپ اکیلے نہ تھے، حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے ساتھ تھے، حضرت خدیجہؓ عورت ہونے کے ناطے گھر تک محدود تھیں، حضرت علیؓ کا ابھی بچپن تھا، اس لئے مشرکین کے ابتدائی جور و جفا کا نشانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہی بنتے تھے۔

ایک روز حرم کعبہ میں مشرکوں کا مجمع ہے اور یہ تذکرہ کر رہے ہیں کہ ہمارے

شام تک بے ہوش پڑے رہے۔ ہوش میں آنے کے بعد سب سے پہلا سوال جو زبان پر آیا وہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے اور پھر قسم کھائی کہ میں اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کرلوں'

ہجرت میں رفاقت! یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے کہ اس نے اکثر اہم مواقع پر حضرت ابوبکرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت و صحبت سے نوازا'

مکہ معظمہ میں تیرہ برس تک مسلسل مشرکوں کی ایذائیں برداشت کرنے کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو مدینہ ہجرت کی اجازت دی تو جوق درجوق صحابہ دارالہجرت کو جانے لگے' صدیق اکبر نے چند مرتبہ قصد کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ یہ کہہ کر منع فرمایا کہ خود مجھ کو حکم ہجرت کا انتظار ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فراست ایمانی سے اپنی رفاقت کا احساس کرکے اہتمام کے ساتھ دو طاقتور اونٹوں کی پرورش شروع کردی۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ صبح و شام حضرت ابوبکر کے مکان پر تشریف لے جاتے ایک روز خلاف عادت دوپہر کیوقت دھوپ کی تیزی میں تشریف لے گئے' سر پر چادر لپٹی ہوئی تھی' اس وقت حضرت ابوبکرؓ اپنے بال بچوں میں بیٹھے ہوئے تھے' کسی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں' حضرت ابوبکرؓ نے سن کر کہا! میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ ناوقت کا آنا بے وجہ نہیں ہو سکتا' اسی عرصہ میں آپ دروازہ پر پہنچ گئے' اول اجازت طلب فرمائی' بعد میں اندر تشریف لے گئے اور تخلیہ کی فرمائش کی' حضرت صدیقؓ نے کہا کوئی غیر نہیں صرف میری ہی دونوں لڑکیاں ہیں یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ:

ابوبکر ہجرت کی اجازت آگئی'

انہوں نے بے ساختہ کہا'

والصحابۃ یا رسول اللہ' اور میری رفاقت یا رسول اللہ'

ارشاد فرمایا'

رفاقت کی بھی اجازت ہے

یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ فرط مسرت سے رونے لگے' حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ اس روز میں نے جانا کہ آدمی خوشی میں بھی روتا ہے۔

اسی وقت حضرت ابو بکر نے دونوں اونٹ پیش کر کے عرض کی کہ یہ اونٹ آج ہی کے واسطے تیار کئے ہیں' ایک سواری خاصہ کے واسطے پسند فرمالیجئے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ قیمۃً لے لیا' باقی جملہ انتظام بھی اس وقت کئے گئے اور شب کا وقت روانگی کے واسطے مقرر ہوا' یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام جلیل القدر اصحاب ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تھے' صرف حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت ابو بکرؓ باقی تھے' حضرت علیؓ کو آپ نے اس غرض سے مکہ میں چھوڑا کہ جو امانتیں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں' وہ واپس دے کر مدینہ چلے آئیں' یہ امر قابل لحاظ ہے کہ باوجود تمام خصومت اور عداوت کے کفار مکہ اپنی عزیز اور قیمتی چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس امانتاً رکھتے تھے اور اس کا باعث وہ اطمینان تھا جو آپ کی صداقت اور امانت پر تھا' الغرض وقت معین پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی' حضرت ابو بکر ہمراہ تھے۔ مکہ سے روانہ ہو کر تین دن تک غار ثور میں قیام رہا جو مکہ کے نواح میں ہے' اسی رفاقت کا ذکر اس آیت پاک میں ہے

ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ دو میں کا دوسرا جب کہ دونوں غار میں تھے۔

اور اسی غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کی تسلی کے واسطے وہ کلام ارشاد فرمایا تھا جس کی عظمت و شان کے سامنے آج تک شدید سے شدید دشمن کا بھی

سرخم ہے یعنی!

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ' غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے

یہ وہ موقع ہے کہ صرف آپؐ اور آپؐ کے رفیق غار کے اندر ہیں کفار مکہ حالت غضب میں سرگرم تلاش ہیں تلاش کرتے کرتے

غار کے منہ پر آکھڑے ہوتے ہیں 'حضرت ابوبکرؓ نے جو ان کے قدم اپنے سر کے اوپر دیکھے تو گھبرا گئے اور کہا '

اور کہا یا رسول اللہؐ ' اے اللہ کے رسول! کافروں نے ہم کو آلیا '

آپ نے نہایت اطمینان کے ساتھ فرمایا '

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ' غمگین نہ ہو ' یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے '

روحی فداک یا رسول اللہ! تین دن کے بعد اونٹوں پر سوار ہو کر سمندر کے قریب کی راہ سے مدینہ کو روانہ ہوئے ' ایک اونٹ پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر تھے اور دوسرے پر عبداللہ بن ارقط رہبر اور حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت عامر بن فہیرہؓ ' حضرت ابوبکر کا سن اس وقت اکیاون برس چھ مہینے کا تھا ' ڈاڑھی اور سر کے بال بالکل سپید تھے ' حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک ترپن ۵۳ برس کا تھا مگر بال بالکل سیاہ تھے ' قبول اسلام کے زمانہ میں جو چالیس ہزار کا سرمایہ حضرت ابوبکر کے پاس تھا وہ خدمت اسلام میں صرف ہو گئے تھے اب صرف پانچ ہزار رہ گیا تھا ' ہجرت کے وقت وہ سب روپیہ انہوں نے ساتھ لے لیا ' اہل و عیال کفار کے نرغے اور خدائے ذوالجلال کی پناہ پر چھوڑ دیئے ' ابو قحافہ نے جب اپنے بیٹے کا ہجرت کی حال سنا تو گھبرائے ہوئے آئے اور اپنی پوتی اسماء سے پوچھا کہ تیرا باپ ہجرت کر گیا اور سنا ہے روپیہ بھی لے گیا ' انہوں نے یہ خیال کر کے کہ بوڑھے دادا کو زیادہ صدمہ نہ ہو ' کہا! ابا یہ بات نہیں ہے وہ بہت کچھ

چھوڑ گئے ہیں، ابو قحافہ کا سن اس وقت اسی برس کا تھا، بینائی سے معذور تھے، حضرت اسماء نے اس الماری میں جس میں روپیہ رہتا تھا پتھر بھر کر کپڑا ڈال دیا اور دادا کا ہاتھ پکڑ کر کہا! اس الماری میں دیکھو، انہوں نے ہاتھ سے کپڑا ٹٹولا اور کہا خیر اتنا چھوڑ گیا ہے، تو مضائقہ نہیں، صدیق اکبر نے اپنے اہل و عیال کو کس بے کسی اور خطرہ کی حالت میں چھوڑا تھا اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکتا ہے، ہجرت کے بعد جب کفار اپنی ناکامی پر برافروختہ ہوئے تو ابو جہل مع چند آدمیوں کے ان کے گھر آیا اور حضرت اسماء سے پوچھا! تیرا باپ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں، اس پر طیش میں آکر اس شقی نے ایک تھپڑ ان کے منہ پر اس زور سے مارا کہ کان سے آویزا نکل کر دور جا پڑا،

اعتماد! اس واقعہ ہجرت سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف یہ کہ حضرت ابو بکرؓ پر بلکہ ان کے پورے گھرانے پر کس قدر اعتماد تھا کہ صبح و شام مشورہ کرنے کے لئے وہاں تشریف لے جاتے تھے، اور جب ہجرت کی اطلاع کے لئے تشریف لے گئے ہیں اور تخلیہ کی فرمائش کرتے ہیں تو حضرت ابو بکرؓ عرض کرتے ہیں کہ گھر میں میری دو بیٹیوں کے سوا اور کوئی نہیں، گویا یوں کہہ رہے ہیں کہ یہ دونوں تو پہلے ہی ہم راز ہیں، ان پر تو آپ اعتماد کرتے ہیں اور یقیناً وہ اس اعتماد پر پورا اتریں، میں قربان ہو جاؤں سیدہ اسماء بنت ابی بکرؓ! تیرے معصوم بچپن اور مضبوط ایمان پر، اور فخر کرے نسوانیت تیری جرأت اور استقامت پر کہ اپنے پھولوں جیسے منہ پر بدبخت ابو جہل کا طمانچہ برداشت کر لیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد کو مجروح نہیں کیا اور ہجرت کا راز فاش نہیں کیا، پھر یہ بھی دیکھئے کہ وہ ننھی معصومہ دادا کو کس طرح تسلی دے رہی ہے کہ تاکہ وہ پریشان نہ ہو جائیں،

اس موقع پر یہ بات ذہن میں رکھیں کہ حضرت اسماءؓ کی اس جرات و استقامت

میں اس عظیم پدر محترم کا بھی حصہ ہے جس کی تربیت نے ان بچوں میں یہ اخلاق اوصاف پیدا کئے۔

اسلام کا رشتہ!

دین فنافی الرسول بزرگ کو ایک نظر اس پہلو سے بھی دیکھئے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کا رشتہ قائم ہونے کے بعد تمام خونی رشتے بھی ایک طرف رکھ دیئے۔ آپ صرف اس کو اپنا سمجھتے تھے جس کے گلے میں سرکار کی غلامی کا طوق ہو، خواہ وہ حبشہ کا بلال ہو یا روم کا صہیب ہو یا فارس کا سلمان اور قبیلہ غفار کا ابوذر ہو۔ لیکن جو سرکار کا دشمن ہوتا ہے آپ بھی اپنا دشمن سمجھتے تھے، خواہ وہ آپ کا اصلی بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

آپ کے سگے بیٹے عبدالرحمٰن بدر تک کافر تھے اور مشرکین کے لشکر میں شامل تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے کہا کہ غزوہ بدر میں ایک موقع پر آپ میری زد پر آگئے تھے لیکن میں نے بچا لیا۔ یہ سن کر کہا اگر تو میری زد پر آجاتا تو میں کبھی نہ چھوڑتا۔

محبت رسول! حضرت صدیق اکبرؓ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ گواہ ہے کہ وہ محبت رسول میں غرق تھے۔ حضرت عروہ نے روایت کی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے سال حضرت ابوبکرؓ نے ایک روز خطبہ دیا اس میں یہ الفاظ زبان سے نکلے۔

إِنِّي سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْأَوَّلِ

یعنی میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پچھلے سال سنا ہے۔ پارسال کے لفظ سے حادثہ وفات یاد آگیا، بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور بیتاب ہوگئے۔ سنبھل کر پھر خطبہ کا سلسلہ درست کیا، پھر اس لفظ سے دل پر چوٹ لگی اور مضطرب ہوگئے۔ تیسری دفعہ ضبط کی کوشش کی اور خطبہ ختم کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انا حضرت ام ایمن کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے، بعد خلافت حضرت ابوبکرؓ نے ایک روز حضرت عمرؓ سے کہا،

اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰی اُمِّ اَیْمَنَ نَزُوْرُهَا کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَزُوْرُهَا
چلو سنت نبوی کی پیروی کریں اور ام ایمن سے چل کر ملیں

وہاں پہنچے تو وہ رونے لگیں' دونوں نے کہا!

روتی کیوں ہو! اللہ کا تقرب اس کے رسول کے واسطے بہتر ہے'

کہا یہ میں بھی جانتی ہوں' صدمہ اس کا ہے کہ وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا'

یہ سن کر دونوں صاحب رونے لگے'

امام سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا اصلی سبب وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت تھی' اس صدمے سے گھلتے رہے' یہاں تک کہ انتقال ہو گیا'

اللہ اور اس کا رسول! حضرت عمرؓ خود بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت لشکر تبوک کی انفاق (چندہ) کا ارشاد ہوا اس وقت میں خوب مالدار تھا' میں نے دل میں کہا کہ اگر ابو بکرؓ سے آگے بڑھ سکتا ہوں تو ابھی موقع ہے گھر گیا اور بہت سا مال لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا' فرمایا

عمر! بال بچوں کے لئے کیا چھوڑا؟

جواب دیا' اسی قدر

اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے اپنا انفاق (چندہ) پیش کیا' استفسار ہوا!

ابو بکرؓ! بچوں کے لئے کیا رکھا؟

عرض کیا:۔

اَبْقَیْتُ لَهُمُ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ' ان کے واسطے اللہ اور اس کا رسول رکھ لیا ہے'

(یعنی مال ظاہری کچھ نہیں چھوڑا)

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا!

میں ابو بکرؓ سے کبھی بازی نہیں لے جا سکتا'

اشارہ کنایہ! وہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا شدید جذبہ ہی تھا جو حضرت ابوبکرؓ کو مال و جان کی قربانی پر آمادہ رکھتا تھا اور اسی شدید محبت اور فنائیت کی وجہ سے وہ حضورؐ کی ایسی باتوں کی تہہ تک بھی پہنچ جاتے تھے جو باتیں آپؐ اشاروں کنایوں میں بیان فرماتے تھے۔

سفر آخرت سے پیشتر زمانہ علالت میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، منبر پر بیٹھ کر اول شہداء احد کے واسطے دعائے مغفرت کی، اس کے بعد فرمایا۔

اِنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ خَیَّرَہُ اللّٰہُ بَیْنَ الدُّنْیَا وَ بَیْنَ مَا عِنْدَہٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰہِ۔

یعنی اللہ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا اور قرب الٰہی میں سے جسے چاہے پسند کرے اس نے اللہ کے قرب کو پسند کر لیا۔

حضرت ابوبکرؓ فراست ایمانی سے اس قول کی تہہ کو پہنچ گئے، رونے لگے اور کہا بَلْ نَفْدِیْکَ بِاَنْفُسِنَا وَ آبَائِنَا، نہیں بلکہ ہم اپنی جانیں اور اپنے باپ آپ پر سے قربان کر دیں گے۔

آپؐ نے سن کر ارشاد فرمایا!

عَلٰی رِسْلِکَ یَا اَبَابَکْرٍ، ابوبکر! سنبھلو

پھر ارشاد فرمایا کہ!

جس قدر مکانوں کے دروازے صحن مسجد میں ہیں وہ سب بند کر دیئے جائیں مگر ابوبکرؓ کے گھر کا دروازہ بدستور رہے گا یہ کہہ کر فرمایا،

فَاِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا کَانَ اَفْضَلَ فِی الصُّحْبَۃِ عِنْدِیْ یَدًا مِنْہُ فَاِنِّیْ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا وَلٰکِنْ صُحْبَۃٌ وَاِخَاءُ اِیْمَانٍ حَتّٰی یَجْمَعَ اللّٰہُ بَیْنَنَا عِنْدَہٗ۔

میں کسی کو نہیں جانتا جو میرے نزدیک رفاقت میں باعتبار احسانات کے

ابوبکرؓ سے افضل ہو۔ پس اگر میں کسی کو گہری دوست بنانے والا ہوتا تو ابوبکرؓ کو بناتا مگر یہ صرف رفاقت اور اخوت اسلامی ہے ' یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ہم کو اپنے پاس جمع کر لے۔

صحابیت! جس طرح حضرت ابوبکرؓ کا ایمان مثالی اور محبت رسولؐ لازوال تھی ' اسی طرح ان کی صحابیت بھی بے مثال تھی ' وہ واحد صحابی ہیں جن کی صحابیت کا قرآن میں بھی تذکرہ ہے ' فرمایا '

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ ' جب وہ اپنے صاحب ' (صحابی دوست) سے کہہ رہے تھے '

اگر کوئی بدبخت دریدہ دہن حضرت ابوبکرؓ کی صحابیت کا انکار کرے گا تو وہ بالواسطہ قرآن کا منکر شمار ہوگا ' قرآن کے علاوہ حدیث میں بھی ان کی صحابیت کا تذکرہ ہے ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا '

اَنْتَ صَاحِبِیْ فِی الْغَارِ وَصَاحِبِیْ فِی الْحَوْضِ

حضرت ابوبکرؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ صحابیت ان کی چار نسلوں میں تھی۔ وہ خود صحابی تھے ' ان کے والد صحابی ' بیٹا صحابی ' پوتا صحابی اور یہ وہ شرف ہے جو حضرت عمرؓ ' حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو بھی حاصل نہ ہوسکا۔

خلافت! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض جب شدت اختیار کر گیا تو آپؐ نے فرمایا ! ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز کی امامت کریں۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے کہا !

رَجُلٌ رَقِیْقٌ ضَعِیْفُ الصَّوْتِ ' وہ ایک نرم دل ' کمزور آواز کے آدمی ہیں جب قرآن پڑھتے ہیں تو بہت روتے ہیں '

مطلب یہ تھا کہ امامت کا بار نہ اٹھا سکیں گے، حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھڑک کر دوبارہ حکم فرمایا، چنانچہ پنج شنبہ کی عشاء کے وقت سے حضرت صدیقؓ نے امامت شروع کی اور اس طرح سترہ نمازیں حیات مبارکہ میں پڑھائیں۔ دو شنبہ کو نماز صبح کے وقت حضرت سرور عالمؐ پردہ اٹھا کر باہر تشریف لائے، درد سر کی شدت کی وجہ سے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی، حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے، صحابہ کرام کی جماعت اور نماز دیکھ کر چہرہ مبارک فرط مسرت سے دمکنے لگا، آپؐ آگے بڑھے تو لوگوں نے راستہ دے دیا، حضرت ابوبکرؓ سمجھ گئے کہ آنحضرتؐ تشریف لائے ہیں پیچھے ہٹنے لگے، آپؐ نے پیٹھ پر ہاتھ مار کر کہا صَلِّ بِالنَّاس (نماز پڑھاؤ)
خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دائیں جانب بیٹھ گئے اور نماز پڑھنے لگے،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکرؓ کو اپنے مصلے پر کھڑا کرنا یہ اس بات کی واضح دلیل تھی کہ میرے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے، اس لئے کہ امامت اور خلافت یہ دونوں لفظ ایک ہی شخص کی دو مختلف حیثیتوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ وہ شخص اپنے پیشرو کا نائب ہونے کی وجہ سے خلیفہ اور اپنے زمانہ کے پیروکاروں کے لحاظ سے امام ہوگا۔ پھر یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھیں کہ جب اسلام زندگی کے تمام شعبوں میں نافذ تھا، اس وقت جو مصلے کا وارث ہوتا تھا وہی تاج و تخت کا وارث ہوتا تھا، جو مسجد میں امام ہوتا وہی قصر شاہی میں حکمران تھا، جو منبر کا خطیب تھا حکومت بھی اسی کا نصیب تھا، یہ تقسیم تو ہم نے کردی ہے کہ جو بادشاہ ہو وہ امام اور خطیب نہیں ہوسکتا اور جو امام اور خطیب ہو وہ حکمران نہیں ہوسکتا، دین و دنیا کی یہ

تقسیم ہماری خود تراشیدہ ہے، نظام اسلام کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں

اسلام نے جو عورت کو حکمران بنانے کی اجازت نہیں دی تو مجھے اس میں ایک حکمت یہ بھی نظر آتی ہے کہ مسلمانوں کا حکمران مسجد کا امام اور خطیب بھی ہوتا ہے جب کہ عورت امامت و خطابت کی اہل نہیں تو جب وہ امامت صغریٰ کی اہلیت نہیں رکھتی تو امامت کبریٰ کی صلاحیت اس میں کیسے ہو سکتی ہے؛

اوصاف خلافت! حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے دلائل پر تو مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں میں اس وقت اختصار کے ساتھ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ خلافت کے جو بھی اوصاف ہیں وہ حضرت ابوبکرؓ کی ذات میں بدرجہ اتم پائے جاتے تھے؛

سب سے پہلے دیکھئے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو بڑے بڑے صحابہ ہوش و حواس کھو بیٹھے لیکن حضرت ابوبکرؓ نے بے مثال استقامت دکھائی اگر ان کے قدموں میں ذرا سی بھی لغزش آجاتی تو منافق، عیسائی، یہودی اور مرتد مدینہ منورہ پر چڑھائی کے لئے دلیر ہو جاتے

احادیث میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی خبر پہنچی تو اس وقت وہ "سخ" کے مقام پر تھے وہاں سے وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور مسجد کے دروازے پر پہنچ کر اترے، حضرت عمرؓ مسجد میں مجمع کے سامنے گفتگو کر رہے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے کسی جانب التفات

نہیں کیا اور سیدھے حجرہ مبارکہ میں پہنچے ' چہرہ انور ؐ سے برد یمانی ہٹا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور رو کر کہا '

بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكَ فَقَدْ ذُقْتَهَا ثُمَّ لَنْ تُصِيْبَكَ بَعْدَهَا مَوْتَةٌ أَبَدًا

آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کی حیات اور وفات دونوں پاک ہیں ' جو موت آپ کے حق میں اللہ نے لکھ دی تھی اس کا ذائقہ آپ نے چکھ لیا ' اب اس کے بعد آپ کبھی وفات نہ پائیں '

یہ کہہ کر چادر اطہر ڈھک دی اور باہر آئے ' اس وقت حضرت فاروقؓ مجمع سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے '

"منافق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی ' واللہ وفات نہیں پائی ہے بلکہ اپنے رب کے پاس موسیٰ کی طرح گئے ہیں جو چالیس روز غائب ہو کر واپس آگئے تھے ' حالانکہ ان کی نسبت بھی کہا جاتا تھا کہ وفات پاگئے ' اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراجعت کریں گے اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے جو کہتے ہیں کہ آپ ؐ نے رحلت فرمائی"

حضرت ابوبکرؓ نے یہ کلام سنا تو کہا :

اے عمرؓ! سنبھلو اور خاموش ہو جاؤ'

وہ چپ نہ ہوئے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے خود سلسلہ گفتگو شروع کر دیا ' حاضرین عمرؓ کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئے ' صدیق اکبرؓ نے پہلے حمد و ثناء بیان کی اس کے بعد کہا !

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ

اللہ حی لا یموت، وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ،

اے لوگو! جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا (وہ سمجھ لے کہ) محمدؐ نے وفات پائی اور جو کوئی اللہ کو معبود مانتا تھا (وہ جان لے کہ) اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا (خدا کا ارشاد ہے) اور نہیں ہیں محمدؐ مگر ایک رسول ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ مر جائیں گے یا قتل کر دیے جائیں گے تو تم برگشتہ ہو جاؤ گے، اور جو شخص برگشتہ ہو جائے گا وہ خدا کو کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر گزاروں کو عنقریب جزا دے گا۔

اس آیت پاک کو سن کر لوگ چونک پڑے اور گویا ان کو یاد آگیا کہ یہ آیت بھی نازل ہوئی ہے (یہ روایت حضرت ابوہریرہؓ) حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ اس آیت کو سن کر میرے پاؤں ٹوٹ گئے کھڑے رہنے کی قوت نہ رہی، زمین پر گر گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی۔

خدمت خلق! اسلامی نقطہ نظر سے خلیفۃ المسلمین قوم کا خادم ہوتا ہے اور حضرت ابوبکر خلافت ملنے سے پہلے بھی مسلمانوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور خلافت ملنے کے بعد بھی وہ خدمت کرنے میں پیش پیش رہے۔

مدینہ کے کنارے پر ایک بڑھیا اندھی محتاج رہتی تھی، حضرت عمرؓ ہمیشہ اس کے یہاں اس ارادہ سے جاتے کہ خدمت کریں، مگر جب پہنچتے تو معلوم ہوتا کہ کوئی آدمی ان سے پہلے آکر خدمت کر گیا، ایک روز دروازے میں

چھپ کر کھڑے ہو گئے، وقت مقررہ پر وہ شخص آیا، دیکھا تو حضرت ابوبکرؓ تھے، یہ خلافت کا زمانہ تھا، مقررہ وظیفہ کے خرچ میں کس قدر احتیاط تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے!

ایک روز ان کی بی بی نے شیرینی کی فرمائش کی، جواب دیا میرے پاس کچھ نہیں، انہوں نے کہا کہ اجازت ہو تو میں روز مرہ کے خرچ میں سے کچھ دام بچا کر جمع کرلوں، فرمایا! جمع کرلو، کچھ روز میں چند پیسے جمع ہو گئے، تو حضرت ابوبکرؓ کو دیئے کہ شیرینی لادو، پیسے لے کر کہا، معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیسے ضرورت سے زیادہ ہیں لہٰذا بیت المال کا حق ہیں، چنانچہ وہ پیسے خزانہ میں جمع کرادیئے اور اس قدر اپنا وظیفہ کم کردیا۔

منہ پر کوئی تعریف کرتا تو کہتے،

اے اللہ تو میرا حال مجھ سے بہتر جانتا ہے اور تعریف کرنے والوں سے میں اپنا حال بہتر جانتا ہوں، جو ان کا گمان میری نسبت ہے اس سے اچھا مجھ کو کردے اور میرے وہ گناہ بخش دے جن کو یہ نہیں جانتے اور جو یہ کہتے ہیں اس کا مواخذہ مجھ سے مت کیجیو

اپنا سب کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے، دوسروں سے کام لینے سے سخت احتراز تھا، انتہاء یہ کہ اونٹ کی نکیل ہاتھ سے گر پڑتی تو خود اتر کر نکیل اٹھاتے ایک بار لوگوں نے کہا کہ آپ ہم سے کیوں نہیں کہتے؟ جواب دیا کہ!

اِنَّ حَبِيْبِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِيْ اَنْ لَّا اَسْئَلَ النَّاسَ شَيْئًا

محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ کو حکم ہے کہ انسان سے میں کچھ نہ مانگوں۔

اصول خلافت! حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی بنیاد قرآن و حدیث پر تھی جب کوئی معاملہ پیش آتا تو قرآن کی طرف رجوع کرتے، اگر کلام مجید میں نہ ملتا تو حدیث کی طرف توجہ کرتے، اگر خود حدیث نہ معلوم ہوتی مجمع میں آکر دریافت کرتے کہ فلاں معاملہ میں کسی کو حدیث یاد ہے، اکثر ایسا ہوتا کہ بہت سے آدمیوں کو حدیث معلوم ہوتی اس پر شکر کرتے کہ میری مدد کے واسطے اس قدر سنت رسولؐ کے جاننے والے موجود ہیں، جب حدیث بھی نہ ملتی تو صحابہ میں اہل الرائے اور منتخب بزرگ تھے ان کو جمع کرکے مشورہ کرتے جس رائے پر اجماع ہوجاتا اس پر کاربند ہوتے، اسلام نے جو مساوات کی روح پھونکی تھی اس کو آخر عمر تک نہایت اہتمام سے قائم رکھنے کی کوشش کی۔ بیت المال کی آمدنی مساوی طور پر تقسیم کی جاتی تھی، اس میں جوان، بوڑھے، مرد یا عورت کا کچھ امتیاز نہ تھا، ان کا قول تھا!

لَا یَحْقِرَنَّ اَحَدُکُمْ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنَّ صَغِیْرَ الْمُسْلِمِیْنَ عِنْدَاللّٰہِ اَکْبَرُ

تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے اس لئے کہ چھوٹا سا مسلمان (بھی) اللہ کے نزدیک بڑا ہے۔

ایک دفعہ مجمع میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا،

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ!

سن کر کہا!

تمام مجمع میں خصوصیت کے ساتھ مجھ کو سلام کیوں کہا؟

خلافت کے بعد جب اول مرتبہ ادائے عمرہ کے واسطے مکہ گئے تو لوگ ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگے سب کو علیحدہ کردیا اور کہا اپنی راہ پر چلو، شان

تکبر سے ہمیشہ احتراز رکھا'

ایک مرتبہ ایک فاتح امیر نے نامہ فتح کے ساتھ دشمن کا سر بھیجا تو بہت ناخوش ہوئے' لانے والے نے عذر کیا کہ ہمارے دشمنوں کا یہی طرز عمل ہے۔

فرمایا کہ ہم روم و فارس کے مقلد نہیں'

اس کے بعد عام ہدایت کی کہ آئندہ صرف فتح کی خبریں بھیجی جائیں دشمن کا سر نہ بھیجا جائے'

ابوبکرؓ قرآن و حدیث میں! حضرت ابوبکرؓ کے فضائل کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے احادیث میں بھی ہے اور صحابہ اور اہل بیت کے اقوال میں بھی ہے'

مفسرین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے راہ خدا میں حضرت بلالؓ وغیرہ کو (جو اسلام لانے کی وجہ سے اپنے کافر آقاؤں کے پنجہ عذاب میں گرفتار تھے) خرید کر آزاد کیا تو ایک روز ان کے والد ابو قحافہ نے کہا کہ "جان پدر! میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور اور حقیر غلاموں کو مول لے کر آزاد کرتے ہو' کاش تم قوی اور کام کے آدمیوں کو آزاد کرتے تو وہ تمہارے کام آتے اور پشت و پناہ بنتے

حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر جواب دیا کہ! ابا جان! میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طالب ہوں اس پر یہ آیات نازل ہوئیں'

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ○ وَالنَّہَارِ اِذَا تَجَلّٰی ○ وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ○ اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی ○ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ○ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُہٗ

لِلْعُسْرٰی ○

وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ○ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی ○ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی ○ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ○

قسم رات کی جب ڈھک لے اور دن کی جب روشن ہو' نر اور مادہ پیدا کرنے کی' ضرور تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے' جس نے دیا اور پرہیزگار ہوا اور سچ مانا اچھی بات کو تو ہم اس کو آہستہ آہستہ آسانی پہنچائیں گے'

اور سب سے زیادہ پرہیزگار آگ سے بچایا جائے گا جو دیتا ہے اپنا مال تزکیہ باطن کے لئے اور نہیں اس پر کسی کا احسان جس کا بدلہ دیا جائے مگر اپنے رب اعلیٰ کی خوشنودی کے واسطے دیتا ہے اور وہ ضرور آئندہ خوش ہوگا۔

امام ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ :

"اجماع امت اس پر ہے کہ آیت و سیجنبہا الاتقی' حضرت ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ایک نکتہ | اس موقع پر ایک نکتہ سن لینا چاہئے' آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو "اتقی" (سب سے زیادہ پرہیزگار) فرمایا ہے' ایک دوسری آیت ہے'

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ

اللہ کے نزدیک بالتحقیق تم میں وہ سب سے زیادہ بزرگ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

ان دونوں آیتوں کے مفہوم سے منطق کی شکل اول بنی' اَبُوْبَکْرٍ اَتْقٰکُمْ کُلُّ اَتْقٰکُمْ اَکْرَمُکُمْ' فَاَبُوْبَکْرٍ اَکْرَمُکُمْ

(ابوبکرؓ سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں، سب سے زیادہ پرہیزگار سب سے زیادہ بزرگ ہے، لہٰذا ابوبکر سب سے زیادہ بزرگ ہیں)

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ

"احادیث سے حضرت ابوبکرؓ کی افضلیت کی چار وجہیں معلوم ہوتی ہیں،

اول : امت میں مرتبہ علیا پانا، صدیقیت اسی سے مراد ہے،

دوم : ابتدائے اسلام میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت،

سوم : نبوت کے کاموں کو انجام تک پہنچانا،

چہارم : آخرت میں علو مرتبہ،"

یہ بھی لکھا ہے کہ

" حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی عملی قوت اور عقلی قوت حضرات انبیاء علیہم السلام کی عملی و عقلی قوت سے مشابہ تھی "

قرآن حکیم میں ہے کہ

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا،

اگر تم رسول کی مدد نہیں کرتے ہو، تو (کچھ پرواہ نہیں) اللہ نے ان کی مدد اس وقت کی جب کافروں نے ان کو نکال دیا، اور وہ دو میں ایک تھے جب دونوں غار میں تھے جس وقت وہ اپنے دوست سے کہتے تھے، ملول نہ ہو خدا ہمارے ساتھ ہے۔

اس آیت میں اس موقع کا ذکر ہے جب ہجرت کے وقت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں حضرت ابوبکرؓ غار حرا میں تھے۔ اس وقت کا

ارشاد "ان اللہ معنا" اس قوت ایمانی کا پہلو دکھلاتا ہے جس کے سامنے مخالفین نے بھی سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ ایسے موقع پر صدیق اکبرؓ کی محبت ان کے علو مرتبہ کی اعلیٰ شہادت ہے۔ رضی اللہ عنہ،

علو مرتبہ کا پایہ بلند تر ہو جاتا ہے، بلکہ اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے جس کے آگے صرف رسالت اور نبوت کا رتبہ ہے جب اس ارشاد نبویؐ پر غور کیا جائے۔

مَاظَنُّکَ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُھُمَا (اے ابوبکرؓ) تمہارا ان دو کی نسبت کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔

جب کفار سرگرم تلاش غار حرا کے منہ پر آکھڑے ہوتے ہیں اور یار غار کو ان کے پاؤں نظر آتے ہیں تو ان کی زبان سے بے اختیار نکلتا ہے:

"اے اللہ کے رسول! ہم تو اب پالئے گئے ہیں۔"

اس وقت ارشاد بالا صادر ہوتا ہے، غور کیجئے قرب الٰہی کا یہ وہ مقام ہے جہاں صرف اللہ رسول اور صدیق اکبر ہیں، اللہ اکبر ثانی اثنین میں دوسری شان ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں دو میں ایک فرمایا ہے، اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے دوسرے ہوتے ہیں، یہ تقرب نبوی کا جلوہ ہے، یہ رفاقت اور اثنینیت محض اتفاقی نہ تھی، نتیجہ تھی اس فدائیت اور سرگرمی خدمت کا جس کی سعادت روز اول سے حضرت صدیق کے مقدر میں تھی، یار غار نے یہ معیت جان، مال، اہل، عیال، ریاست و آسائش غرض جو کچھ ان کی بساط میں تھا سب کچھ آپؐ پر قربان کر کے حاصل کی تھی۔

پندرہ نکتے

مذکورہ آیت کریمہ اور واقعہ ہجرت کے حوالے سے چند نکتے ذہن میں آتے ہیں۔

(۱) حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے شکایات کی ہے کہ تم میرے نبی کی مدد نہیں کرتے اور اگر کسی سے شکایت نہیں کی تو وہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔

(۲) بعض بدبختوں نے "لاتحزن" سے یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ دشمن کو دیکھ کر اپنی جان کے بارے میں پریشان ہوگئے تھے، حالانکہ ان کی یہ پریشانی اپنے بارے میں نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے حوالے سے تھی جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ

اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ○

مجھ کو یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ اس کو تم لے جاؤ اور میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اس کو کوئی بھیڑیا کھا جاوے اور تم اس سے بے خبر رہو۔ (سورہ یوسف)

حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنی ذات کا کوئی غم نہیں تھا بلکہ ان کو اگر غم اور پریشانی تھی تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حوالے سے تھی۔

(۳) شب ہجرت حضورؐ پنجوں کے بل چل رہے تھے تاکہ قدموں کے نشان نہ پڑجائیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار نبوت کو اپنے کندھوں

پر اٹھالیا، لیکن فتح مکہ کے موقع پر جب آپ کعبہ میں داخل ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا کہ میرے کندھوں پر سوار ہو کر بتوں کی تصویریں مٹا ڈالو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے ازراہ ادب عرض کیا نہیں بلکہ آپ میرے کندھوں پر سوار ہو جائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّکَ لَا تَسْتَطِیْعُ حَمْلَ ثِقْلِ النُّبُوَّۃ (تم نبوت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے)

(۴) جب دونوں مقدس مسافر پیدل چل رہے تھے تو اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کو دشمنوں کے تعاقب کا خوف ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلنے لگتے اور جب یہ اندیشہ ہوتا کہ دشمن کہیں گھات لگا کے نہ بیٹھا ہو، تو آپ کے آگے چلنے لگتے۔ (واقعی عشق والوں کو کسی پل چین نہیں آتا)

(۵) معراج کی شب جو حضور کا رفیق بنا وہ بھی ملائکہ کا سردار تھا اور ہجرت کی رات، جسے شرف رفاقت نصیب ہوا، وہ بھی صحابہ کا سردار ٹھہرا، راتیں دو ہیں، ایک معراج کی رات دوسری ہجرت کی رات، معراج کی رات رفیق نبوت نے صاحب نبوت کو بلایا اور ہجرت کی شب صاحب نبوت نے رفیق نبوت کو بلایا۔

(۶) معراج کا رفیق منزل مقصود تک نہ جاسکا، راستے میں ٹھہر گیا، لیکن ہجرت کے رفیق نے نہ غار میں چھوڑا نہ مزار میں اور نہ خلد بریں میں

(۷) شب ہجرت جو بستر پر سوئے تھے، وہ امانت خلق کے محافظ تھے، لیکن جو حبیب کبریا کے ساتھ گئے وہ امانت خالق کے پہرے دار تھے۔

(۸) شب ہجرت کسی کو نصف شب بستر میں سونا نصیب ہوا، اور کسی کو غار و

مزار میں صاحب بستر کی معیت نصیب ہوئی۔

(۹) ایام طفولیت میں جس طرح حضورؐ جس سواری پر سوار ہوئے وہ سب سواریوں سے آگے نکل گئی' اسی طرح ہجرت کی شب سرور کائنات نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر قدم رکھے تو رتبے میں تمام صحابہ سے آگے نکل گئے۔

(۱۰) خیبر کو بھیجتے وقت حبیب کبریاؐ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر لعاب دہن لگایا' تو شفا ہوئی اور ہجرت کے موقع پر لعاب دہن سیدنا صدیق کے پاؤں پر لگایا' تو شفا ہوئی۔

(۱۱) شب معراج خادم' مخدوم کے دروازے پر گیا اور شب ہجرت مخدوم' خادم کے دروازے پر گیا۔

(۱۲) اس آیت کریمہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو "ثانی اثنین" فرمایا گیا ہے اس سے یہ نکتہ بھی نکالا جاسکتا ہے کہ جہاں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اول ہیں وہیں وہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ثانی (دوسرے نمبر پر) ہیں

ایمان میں حضورؐ اول ہیں ابوبکرؓ ثانی ہیں۔

تبلیغ و دعوت میں حضورؐ اول ہیں ابوبکرؓ ثانی ہیں۔

نصرت للدین میں حضورؐ اول ہیں ابوبکرؓ ثانی ہیں

امامت و خلافت میں حضورؐ اول ہیں ابوبکرؓ ثانی ہیں۔

روضہ میں حضورؐ اول ہیں ابوبکرؓ ثانی ہیں۔

حشر میں حضورؐ اول ہیں ابوبکرؓ ثانی ہیں

جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہیں ابوبکرؓ ثانی ہیں

(۱۳) غار حرا میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو انوار نبوت کے بے پناہ قرب اور خلوت کی وجہ سے مستفید ہونے کا خوب خوب موقع ملا۔

(۱۴) حضرت موسیٰؑ کی قوم نے جب فرعون کے تعاقب سے گھبرا کر کہا کہ!

إِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ (ہم تو پکڑے گئے)۔

تو حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا۔

قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِيْنِ (کہا ہرگز نہیں میرے ساتھ میرا رب ہے وہ مجھ کو راہ بتائے گا)

لیکن جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گھبراہٹ ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا۔ (لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا)

بتانا یہ چاہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے "مَعِيَ" کہا تھا مگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ ملا لیا اور فرمایا "معنا"۔

(۱۵) شبِ ہجرت کی قبولیت اور فضیلت و عظمت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا انسان مبادلہ اعمال کے لئے بے چین ہو گیا۔ ایک دن انہوں نے عرض کیا کہ۔ اے ابوبکرؓ آؤ ہم تم اپنے اپنے اعمال کا مبادلہ کرلیں، میری ساری عمر کی نیکیاں تم لے لو اور مجھے صرف شبِ ہجرت کی وہ نیکی دے دو جب کہ تم رسولؐ کا مرکب بن کر اپنے زخمی پاؤں کے ساتھ غارِ ثور کے دہانے پر پہنچے تھے اور غار میں تمہارے سوا کوئی بھی رسول اللہؐ کی رفاقت میں نہ تھا۔

میں ان آیات کا تذکرہ کر رہا تھا جن میں حضرت ابوبکرؓ کے فضائل مذکور ہیں اگر ساری آیات ذکر کروں تو بات بہت طویل ہو جائے گی اس لئے میں انہی چند آیات پر اکتفاء کر کے اب چند احادیث آپ کے گوش گزار کرتا ہوں۔

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئینہ احادیث میں

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانیؒ نے اپنی کتاب "سیرت الصدیقؓ" میں لکھا ہے کہ خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایک سو اکیاسی (۱۸۱) حدیثیں مروی ہیں۔ اٹھاسی (۸۸) حدیثیں ایسی ہیں جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے، سترہ (۱۷) حدیثیں ایسی ہیں جن میں مجموعی طور پر خلفاء ثلاثہ کے فضائل ہیں چودہ (۱۴) حدیثوں میں خلفائے اربعہ کے ساتھ اور صحابہ کرام بھی شریک فضائل ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین، اس طرح (۱۸۱+۸۸+۱۷+۱۴+۱۱=۳۱۱) تین سو سولہ حدیثیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں روایت کی گئی ہیں۔ یہ تعداد تو ان حدیثوں کی ہے جو مخصوص نام کے ساتھ ہیں، جن ہزاروں حدیثوں میں مہاجرین، مومنین وغیرہ، اہل ایمان و صلاح کے فضائل مذکور ہیں وہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں صادق آتی ہیں۔ چند حدیثیں بطور نمونہ اور تبرک کے یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

مَا دَعَوْتُ اَحَدًا اِلَى الْاِسْلَامِ اِلَّا كَانَتْ لَهٗ عَنْهُ كَبْوَةٌ وَّتَرَدُّدٌ وَّنَظَرٌ اِلَّا اَبَا بَكْرٍ مَا عَتَّمَ عَنْهُ حِيْنَ ذَكَرْتُهٗ وَمَا تَرَدَّدَ فِيْهِ

میں نے کسی کو اسلام کی دعوت نہیں دی، مگر اس میں اس کی طرف سے ایک گونہ کراہت، تردد اور فکر پائی، لیکن ابوبکرؓ سے جب میں نے اسلام کا ذکر کیا، تو انہوں نے بلا توقف و تردد اس کو قبول کر لیا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں کچھ جھگڑا ہو گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوراً نادم ہوئے اور معافی چاہی، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکر نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا عرض کیا، آپؐ نے فرمایا

يَا اَبَابَكْرٍ! يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ، يَا اَبَابَكْرٍ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ۔

اے ابوبکر تمہاری خطا اللہ بخشے، اے ابوبکر تمہاری خطا اللہ بخشے۔

اس عرصے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور حضرت ابوبکر کے مکان پر پہنچے، وہاں نہ ملے تو کاشانہ نبوت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان کو دیکھا تو چہرہ مبارک غصے سے متغیر ہو گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ کیفیت دیکھ کر ڈر گئے اور گھٹنوں کے بل گر کر دوبارہ عرض کیا۔

اَنَا كُنْتُ اَظْلَمَ مِنْهُ زیادتی میری جانب سے ہوئی۔

اس موقع پر آپ نے فرمایا!

هَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْنَ لِيْ صَاحِبِيْ اِنِّيْ قُلْتُ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ صَدَقْتَ (بخاری)

کیا تم میرے دوست کو ستانا میری خاطر سے چھوڑ دو گے، میں نے کہا کہ اے لوگو! میں تم سب کے پاس اللہ کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں تم نے کہا جھوٹ، ابوبکر نے کہا سچ ہے۔ بخاری

ابوبکر صحابہؓ کی نظر میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا، اے سب آدمیوں سے بہتر رسول اللہؐ کے بعد۔ (ترمذی)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ بھی قول ہے کہ ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں۔ (بخاری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بھی قول ہے کہ اگر ابوبکرؓ کا ایمان سارے زمین کے

اہل ایمان سے تولا جائے تو اس کا پلہ بھاری رہے گا۔ (بیہقی)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس امت میں اس نبی کے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ سب سے بہتر ہیں۔ (امام احمد وغیرہ)

حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہم کسی نیکی کی طرف نہیں جھپٹے، مگر یہ ابوبکرؓ اس میں ہم سے سبقت لے گئے۔ (طبرانی اوسط)

حضرت عمرؓ سے بھی یہی مروی ہے۔

حضرت شیر خدا کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ سب آدمیوں سے بہتر ہیں، میری محبت اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہو سکتا۔

ابوبکرؓ کی خدمات

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمات بے شمار ہیں صرف اس وقت کو یاد کر لیجئے جب آغاز خلافت میں جھوٹے مدعیان نبوت کی وجہ سے عرب میں ارتداد خانہ جنگی و بغاوت کا طوفان ہر طرف بپا تھا، مورخ ابن اثیر کا قول ہے کہ چوبیس قبیلے مرتد ہو کر میدان جنگ میں سرگرم کارزار تھے سرحد کی دو جانب قیصر و کسریٰ مسلمانوں کی تاک میں تھے، اس حالت کا نقشہ عبداللہ بن مسعودؓ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"اس وقت مسلمان بکریوں کے اس گلے سے مشابہ تھے جو جاڑوں کی سرد رات میں بحالت بارش میدان میں بغیر گلہ بان کے رہ جائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غائت تدبر سے ان تمام مشکلات کا صحیح اندا

فرمایا اور اس کی کامل تدبیر فرمائی اور یہی ایک مدبر کا کمال ہے۔ دیکھو خلافت کے دسویں دن جو قاصد ارتداد کی خبریں لے کر مدینہ طیبہ میں آئے ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ!

"صبر کرو، اس کے بعد جو خط آئیں گے ان میں اس سے زیادہ سخت خبریں ہوں گی"

مسلمانوں کو قیصر و کسریٰ سے محفوظ رکھنے کا یہ اہتمام تھا کہ فتنہ ارتداد سے فارغ ہوتے ہی ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔ اس زمانہ میں ایک صحابی نے اپنے قبیلے کے ایک معاملے کی جانب توجہ دلائی تو غصہ ہو کر فرمایا کہ میں تو ان دو شیروں کے زیر کرنے کی فکر میں ہوں جو مسلمانوں کی تاک میں ہیں اور تم میری توجہ معمولی کاموں کی طرف مائل کرتے ہو، خلافت صدیقی کا زمانہ صرف سوا دو سال ہے اسی قلیل عرصہ میں ارتداد کا وہ فتنہ فرو کیا جاتا ہے، جس کی آگ یمن سے لے کر نواح مدینہ طیبہ تک مشتعل تھی، اس حالت پر غور کرو کہ یمن سے لے کر مدینہ طیبہ تک مرتدوں کے لشکر پڑے ہوئے ہیں، خود مدینہ طیبہ مرتدوں کے نرغے میں ہے، اس ہنگامہ قوت کے ساتھ مرتد خلیفہ رسول اللہ کو پیام دیتے ہیں کہ ہم سے نماز پڑھوا لو، مگر زکوٰۃ معاف کر دو، گویا بنیاد اسلام کا ایک پایہ ڈھا دینا چاہتے ہیں، اس طرف یہ حالت ہے کہ مسلمانوں کا چیدہ لشکر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی سرداری میں رومیوں کے مقابلے میں روانہ ہو جاتا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام سے مشورہ کرتے ہیں جن میں فاروق اعظم رضی اللہ بھی شریک ہیں، سب کی رائے ہوتی ہے کہ نرمی مناسب وقت ہے، حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ تھے:

يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللّٰهِ تَأَلَّفِ النَّاسَ

یعنی اے خلیفہ رسول اللہ! ان لوگوں کے ساتھ تالیف قلوب اور نرمی کا برتاؤ

کیجئے۔

اس مشورے کو سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

أَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الْإِسْلَامِ إِنَّهُ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّينُ أَيَنْقُصُ وَأَنَا حَيٌّ وَاللّٰهِ لَأُجَاهِدَنَّهُمْ وَلَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا

یہ کیا کہ تم جاہلیت میں تو بڑے سرکش تھے، مسلمان ہو کر ذلیل و خوار ہو گئے، وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور دین کمال کو پہنچ گیا کیا میری حیات میں اس کی قطع و برید کی جائے گی، واللہ اگر لوگ ایک رسی کا ٹکڑا بھی (فرض زکوۃ میں سے) دینے سے انکار کریں گے تو میں ان پر جہاد کروں گا۔

شان صدیقی رضی اللہ عنہ کا مرقع

اس موقع پر ذرا شان صدیقی کا مرقع دل کی نگاہ کے سامنے لے آؤ، مسیلمہ کذاب سے معرکہ ہے، روم و ایران کے شیروں سے مقابلہ ہے محلہ کی لڑکیوں کی فرمائش سے بکریاں دوہی جا رہی ہیں راستہ میں بچے بابا بابا کہہ کر لپٹ رہے ہیں۔ نواح مدینہ میں ایک اپاہج اندھی بڑھیا کی خدمت اس اہتمام سے ہو رہی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی سبقت نہیں لے جا سکتے، کاندھے پر کپڑے کی گٹھڑی ہے اور مدینہ کے بازار میں خرید و فروخت کر کے اہل و عیال کی روزی کا سامان کرتے ہیں۔ مدینہ پر حملہ ہوتا ہے تو لشکر کی کمان بھی کرتے ہیں، میدان جنگ کا پورا خاکہ تیار کر کے امیران لشکر کے حوالے فرماتے ہیں۔ عراق کی مہم میں یہ بھی اہتمام ہے کہ ملک کی آبادی میں فرق نہ آئے، زراعت و اہل زراعت تباہ نہ ہوں، بندوبست اراضی کی

پڑ جاتیں جاری ہوتی ہیں، کلام مجید اور حدیث کی خدمت ہو رہی ہے، فقہ کے اصول مرتب ہوتے ہیں، دین کے مشکل مسئلے حل کئے جاتے ہیں، ذکر کی تلقین ہوتی ہے۔ غرض ایک ہی وقت میں بادشاہ اور درویش، مفسر و محدث، فقیہ، اولوالعزم و مسکین، سپہ سالار اور مالیات کے حاکم، تاجر سب کچھ ہیں اور جب دنیا سے جاتے ہیں تو دنیا سے بالکل پاک صاف، نہ ملک و رفاہ کے لئے چھوڑتے ہیں، نہ روپیہ نہ جائیداد۔ پرانی چادریں دھولی جاتی ہیں اور خلیفہ رسول اللہ ان میں دفنا دیئے جاتے ہیں اور دیکھو یہ سب کچھ محض اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کے لئے ہے۔

اولیات صدیقؓ

---

(۱) مردوں میں سب سے اول اسلام قبول کیا۔

(۲) سب سے پہلے قرآن شریف کا نام مصحف رکھا۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے قرآن شریف کو جمع کیا۔

حضرت شیر خدا کا قول ہے اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے کتاب اللہ کو ترتیب نصوص کے ساتھ جمع کیا جو تمام امت کے نزدیک مقبول ہے اور جس پر ساری امت کا اتفاق ہے۔

(۴) سب سے پہلے وہ شخص ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کفار سے لڑے، اس لئے وہ دین الٰہی اور دعوت نبوت کے سب سے پہلے مجاہد ہیں۔

(۵) سب سے پہلے خلیفہ راشد ہیں۔

(۶) سب سے پہلے وہ خلیفہ ہیں جن کو باپ کی حیات میں خلافت ملی۔

(۷) سب سے پہلے انھوں نے خلافت کے لئے ولی عہد مقرر کیا۔

(۸) سب سے پہلے بیت المال قائم کیا۔

(۹) سب سے پہلے صدر اسلام میں اجتہاد کیا۔

(۱۰) صحابہ کرامؓ میں سب سے پہلے اجتہاد کیا۔

(۱۱) سب سے پہلے ان کا لقب خلیفہ ہوا۔

(۱۲) اسلام میں سب سے پہلے ان کا لقب عتیق ہوا۔

(۱۳) امت محمدیہؐ میں سب سے پہلے داخلِ جنت ہوں گے۔

(۱۴) سب سے پہلے اسلام میں مسجد انہوں نے بنوائی۔

(۱۵) سب سے پہلے یہ مقولہ انہوں نے فرمایا۔

البلاء موکل بالمنطق

(۱۶) اسلام میں سب سے اول لقب ان کو ملا۔ یعنی "صدیق"۔

زندگی یہ تھی!

پوری کی پوری زندگی اس حدیث کی آئینہ دار تھی، ایک روز حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے دریافت فرمایا!

"آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا؟"

"حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ! "میں نے"

"جنازہ کے ساتھ کون گیا؟"

حضرت ابوبکرؓ "میں"

"محتاج کو کھانا کس نے کھلایا؟"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ! "میں نے"

"بیمار کی عیادت کس نے کی؟
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ!" "میں نے"
سن کر ارشاد فرمایا! یہ اوصاف جس میں جمع ہوں گے وہ جنتی ہے"

موت یہ تھی!

مرض الموت شروع ہو چکا تھا اس مرض کے دوران یہ محاسبہ ہوتا ہے کہ بیت المال سے وظیفہ کیا ملا' ظاہر ہے کہ جو کچھ ملا واجبی ملا' حق المحنت تھا' جو صحابہ کرام کی تجویز سے ملا۔ تاہم صفائی محاسبہ پیش نظر تھی' اس لئے اپنی ایک جائیداد فروخت کرا کر کل رقم بیت المال کی بے باق کر دی۔ بعد بیعت کے جو اضافہ مال میں ہوا تھا (یعنی ایک حبشی غلام جو بچوں کو کھلاتا تھا اسی کے ساتھ مسلمانوں کی تلواروں پر صیقل کرتا تھا۔ ایک چادر سوا روپے کی قیمت کی اور ایک اونٹنی جس پر پانی آتا تھا) اس کی نسبت حکم ہوا کہ بعد وفات سب چیزیں خلیفہ کے پاس پہنچا دی جائیں۔ جب اس حکم کی تعمیل ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت روئے اور فرمایا! اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم اپنے جانشینوں کے لئے کام بہت سخت کر گئے۔

اتباع سنت دیکھو۔

قریب وفات حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ "حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے پارچہ کا کفن دیا گیا۔"

کہا "تین پارچہ کا"

فرمایا! "میرے کفن میں بھی تین ہی کپڑے ہوں' دو یہ چادریں جو میرے بدن پر ہیں دھولی جائیں' ایک چادر نئی لی جائے۔ (مسلمانو! تمہارے خلیفہ کے لئے توشہ

خانہ میں صرف دو چادریں تھیں)۔

ایثار ملاحظہ ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر کہا کہ "ہم ایسے تنگ دست نہیں کہ نیا کپڑا نہ خرید سکیں"۔

فرمایا جان پدر! نئے کپڑے مردوں سے زیادہ زندوں کے لئے موزوں ہیں۔ کفن تو پیپ اور لہو کے واسطے ہے۔

قدرتی اتباع سنت دیکھئے۔

انتقال کے روز فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس دن رحلت فرمائی۔

لوگوں نے کہا "دوشنبہ کو"

فرمایا! "مجھے امید ہے کہ میری موت بھی آج ہوگی۔ (یہ دوشنبہ کا دن تھا)

ادب محبوب سنو۔

عین سکرات کے وقت جب دم منہ میں آچکا تھا' حضرت عائشہ رضواللہ عنہا نے حسرت سے یہ شعر پڑھا

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَامَىٰ عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

یعنی' وہ نورانی صورت جس کی تازگی سے ابر سیراب ہو' یتیموں کی پناہ' بیواؤں کا محافظ

سن کر آنکھیں کھول دیں اور کہا

"یہ شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی ابوبکرؓ اس کا مستحق نہیں۔"

خدارا! ان واقعات پر غور کرو اور کہو کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے دل

میں سوائے اللہ اور اس کے رسولؐ کے کسی کی بھی محبت تھی؟ واللہ نہ تھی، ہرگز نہ تھی۔

بے پردہ ہائے دل و چشم من نماں حسرت
من و خدائے کہ جز جلوۂ نگارم نیست!

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

نوٹ: یہ تقریر اپنی ناقص معلومات، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر لکھی گئی بعض کتابوں اور بالخصوص مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی کی کتاب "سیرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ" کی مدد سے تیار کی گئی ہے۔ بلکہ صحیح تر بات تو یہ ہے کہ اسی کتاب کے مضامین کو ایک خاص ترتیب سے میں نے یہاں پیش کر دیا ہے۔

عبث جھوٹ بکنا اگر ناروا ہے
بری بات کہنے کی گر کچھ سزا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے
مقرر جہاں نیک و بد کی جزا ہے

گنہگار واں چھوٹ جائیں گے سارے
جہنم کو بھر دیں گے "ذاکر" ہمارے

(الطاف حسین حالی - بتغیر یسیر - متوفی ۱۹۱۴)

اگر ہمیں ماتم کی اجازت ہوتی تو ہم بارہ ربیع الاول کو ضرور ماتم کرتے کیونکہ اس دن مسلمان، کائنات کی سب سے بڑی نعمت سے محروم ہو گئے تھے اور سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے غم میں مدینہ پر تاریکی چھائی ہوئی تھی اگر ہمیں ماتم کی اجازت ہوتی تو ہم یکم محرم الحرام کو ضرور ماتمی مجلسیں برپا کرتے کیونکہ اس دن خلیفہ ثانی شہید ہوئے تھے جنکے دور میں بائیس لاکھ مربع میل کا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں آیا تھا اور جنھیں زبان نبوت سے فاروقؓ کا لقب عطا ہوا اگر ہم سوگ منا سکتے تو ہم اٹھارہ ذو الحجہ کو ضرور سوگ مناتے کیونکہ اس دن داماد نبیؐ" جامع القرآن" کامل الحیاء والایمان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو انتہائی مظلومیت کے عالم میں شہید کیا گیا۔ اگر سینہ کوبی کی اجازت ہوتی تو ہم اکیس رمضان المبارک کو لازماً" اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر لہولہان کر دیتے کیونکہ اس دن حسنین رضی اللہ عنہما کے والد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اگر تعزیہ کی اجازت ہوتی تو ہم سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا تعزیہ ضرور نکالتے جن کی درد ناک شہادت پر چشم نبوت بھی چھلک پڑی تھی اگر ہمیں نوحہ خوانی کی اجازت ہوتی تو ہم حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت پر نوحے اور مرثیے ضرور پڑھتے جن کی مظلومیت کے تصور ہی سے دانتوں کو پسینہ آجاتا ہے"

حقائق کے آئینے میں

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (۱)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے، ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے قرب میں ان کو رزق بھی ملتا ہے، وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی، اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں، کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں، اور نہ وہ مغموم ہوں گے، وہ خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت و فضل خداوندی کے اور بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں

سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ (۲)

ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ مردے ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کر سکتے۔

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ (۳)

حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن بن علی آپ کے کاندھے پر تھے اور آپ یہ فرما رہے تھے کہ اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر۔

عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ اِلٰى جَنْبِهٖ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَّعَلَيْهِ اُخْرٰى وَيَقُوْلُ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ يُصْلِحُ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (۴)

حضرت ابوبکرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں منبر پر دیکھا کہ حسن ابن علی آپ کے پہلو میں تھے آپ ایک مرتبہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن بن علی کی جانب اور فرماتے جاتے میرا یہ بیٹا سید ہے، اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں کا اختلاف دور کرا دے، (یعنی دو فرقوں کے درمیان صلح کرا دے)

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ نُعْمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ سَاَلَهٗ رَجُلٌ عَنِ الْمُحْرِمِ قَالَ شُعْبَةُ اَحْسِبُهٗ يَقْتُلُ الذُّبَابَ قَالَ اَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْاَلُوْنِيْ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

عبدالرحمٰن بن نعمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی عراقی شخص نے پوچھا کہ اگر حج کا احرام باندھنے والا مکھی کو مار ڈالے تو اس کا کیا حکم ہے، عبداللہ بن عمرؓ نے کہا عراق کے لوگ مجھ سے مکھی مار ڈالنے کا حکم دریافت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے کو مار ڈالا حالانکہ ان کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ یہ دونوں (یعنی حسن

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُمَا رَیْحَانَتِیَ مِنَ الدُّنْیَا (۵) — اور حسین) میرے دو پھول ہیں دنیا سے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ (۶)

حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یہ حسن اور حسین نوجوان جنتیوں کے سردار ہیں۔

عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُنَا اِذْ جَآءَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ وَ عَلَیْھِمَا قَمِیْصَانِ اَحْمَرَانِ یَمْشِیَانِ وَ یَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَھُمَا وَوَضَعَھُمَا بَیْنَ یَدَیْہِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰہُ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ نَظَرْتُ اِلٰی ھٰذَیْنِ الصَّبِیَّیْنِ یَمْشِیَانِ وَ یَعْثُرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰی قَطَعْتُ حَدِیْثِیْ وَرَفَعْتُھُمَا (۷)

حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک حسنؓ اور حسینؓ آگئے جو اس وقت سرخ کرتے پہنے ہوئے تھے اور چلتے تھے اور گر پڑتے تھے یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور دونوں بچوں کو گود میں اٹھالیا اور اپنے سامنے دونوں کو بٹھا کر فرمایا خدا تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں (یعنی آزمائش کی چیزیں ہیں) میں نے دونوں بچوں کو دیکھا کہ یہ چلتے ہیں اور گر گر پڑتے ہیں تو مجھ سے صبر نہ ہوسکا یہاں تک کہ میں نے اپنی بات کو قطع کردیا اور ان دونوں کو اٹھالیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَامِلَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ عَلٰی

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسنؓ بن علی کو اپنے کاندھے پر بٹھائے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے عرض کیا اے لڑکے!

عاتقہٖ فَقَالَ رَجُلٌ نِعْمَ الْمَرْکَبُ رَکِبْتَ یَا غُلَامُ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ نِعْمَ الرَّاکِبُ ھُوَ (۸)

کیسی اچھی سواری پر تو سوار ہوا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور وہ سوار بھی تو اچھا ہے۔

گرامی قدر حاضرین !

آج میں محرم الحرام کے حوالے سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں '
بظاہر اس موضوع پر بات کرنا بہت آسان ہے کیونکہ واقعہ کربلا جب بچے بچے کو معلوم ہے تو مولوی صاحب کو کیسے معلوم نہ ہوگا ' پھر اس واقعہ کے بارے میں کتابیں ' رسالے ' کتابچے اور پمفلٹ اس قدر ہیں کہ ہر کس و ناکس انہیں خرید کر پڑھ سکتا ہے ' حد تو یہ ہے کہ ہمارے قوال اور گلوکار اور شاعر بھی اس موضوع پر طبع آزمائی کرتے رہتے ہیں ' لکھنؤ کے مرثیہ نگاروں کا تو پسندیدہ موضوع اور ذریعہ معاش ہی یہی رہا ہے۔

جہاں تک ہمارے خطباء اور مقررین کا تعلق ہے تو وہ بیچارے حبِ اہل بیت کی وجہ سے پورے محرم الحرام میں سوائے اس موضوع کے کسی دوسرے مسئلے پر بات کرنا گوارا ہی نہیں کرتے ' یہ مہینہ تو ان کا بونس سیزن ہوتا ہے ' وہ ایسے نادان تو نہیں کہ اسے مس ہوجانے دیں۔

سچ اور جھوٹ ! مگر میرے دوستو ! یہ موضوع جتنا آسان نظر آتا ہے ' اتنا ہی مشکل ہے حقیقت خرافات میں کھوگئی ہے ' سچ کا چہرہ جھوٹ کے بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا ہے۔ یار لوگوں نے اصل پر اس قدر روغن چڑھادیئے ہیں کہ اب اصل اور نقل میں امتیاز کرنا مشکل ہوگیا ہے ' بہت سے خطباء ایسے ہیں کہ وہ بعض روایتوں کے بارے میں جانتے ہوتے ہیں ' کہ یہ ضعیف بلکہ موضوع ہیں لیکن وہ انہیں صرف اس لئے

بیان کرتے ہیں کہ ان میں انوکھا پن اور سپنس پایا جاتا ہے، ظاہر ہے جب درختوں کے پتوں سے خون ٹپکتا دکھایا جائے گا اور پتھروں کے نیچے سے پانی کے بجائے خون کے چشمے رواں کئے جائیں گے تو لوگوں کو تعجب تو ضرور ہوگا، اور یہی تعجب ان کی دلچسپی کا سامان ہوتا ہے، اور بعض خطباء کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ واقعات کو ایسے ہولناک انداز میں پیش کیا جائے کہ لوگ رو پڑیں۔ ایسے خطیب جب دیکھتے ہیں کہ لوگ رونے پر آمادہ نہیں ہو رہے تو وہ بڑی سے بڑی گپ لگانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

لطیفہ !

وہ اسی قسم کے ایک مولوی صاحب تھے انہیں سرحد میں کسی جگہ واقعہ کربلا بیان کرنے کے لئے بلایا گیا خطیب صاحب نے ہر ممکن کوشش کی، بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے لیکن لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے۔

خطیب صاحب نے کہا لوگو کیا بتاؤں، یزیدیوں نے کتنے مظالم کئے، خاندان نبوت پر کھانے کی بندش لگادی گئی، پانی بند کر دیا گیا، خیموں کو آگ لگادی گئی، سر مبارک کی بے حرمتی کی گئی۔ مگر مجمع جوں کا توں بیٹھا رہا، نہ کسی کی آنکھ میں آنسو آئے نہ کسی کی چیخ بلند ہوئی۔ خطیب صاحب بڑے پریشان ہوئے کہ اپنے ترکش کے سارے تیر تو پھینک چکا ہوں ان پر اثر کیوں نہیں ہوتا؟ خطیب صاحب نے فوراً پینترا بدلا اور کہا سرحد کے غیور دوستو! تمہیں یزیدیوں کے مظالم کے بارے میں کہاں تک بتلاؤں، ان ظالموں نے پورے تین دن تک حسینی لشکر کی نسوار بھی بند کر دی تھی۔ خطیب کا تیر نشانے پر لگا اور بیچارے سیدھے سادے دیہاتیوں نے آہ و بکا شروع کر دی۔ گویا ان کی نظر میں روٹی پانی کی بندش تو گوارہ تھی مگر نسوار کی بندش اور وہ بھی پورے تین دن تک یہ ظلم ناقابل برداشت تھا۔

یہ تو ایک لطیفہ ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ ہمارے عوامی خطباء اس واقعہ کو

چٹپٹا بنانے کے لئے نمک مرچ مصالحہ خوب لگاتے ہیں اور اس واقعہ میں سسپنس اور زیادہ سے زیادہ مظلومیت کا رنگ بھرنے کے لئے ایسی بے پر کی اڑاتے ہیں کہ عقل و خرد سر پیٹ کر رہ جائے یہ لوگ کبھی تو حضرت حسینؓ کو اس حالت میں دکھاتے ہیں کہ وہ معصوم بچوں کو گود میں اٹھائے اپنے دشمنوں سے پانی کی بھیک مانگ رہے ہیں۔

کبھی حضرت حسینؓ کے گھوڑے کو خیموں میں جاکر آوازیں نکالنا بتاتے ہیں' کبھی اہل بیت کی پاکیزہ خواتین کو برہنہ ماتم کرتے ہوئے دکھاتے ہیں۔

کبھی خیموں کو آگ لگی ہوئی اور سر حسین کی خاک بسری دکھاتے ہیں' کبھی پتھروں کے نیچے ابلتے ہوئے اور درختوں کے پتوں سے ٹپکتے ہوئے خون کی منظر کشی کرتے ہیں۔

بعض اوقات تو یقین فرمائیں کہ لکھنؤ کے ذاکروں اور پاکستان کے اجرتی خطیبوں کے بیان کردہ قصوں میں کچھ زیادہ فرق محسوس نہیں ہوتا' پھر یہ خطیب لوگ کمال یہ کرتے ہیں کہ اپنی تمام تر گپ بازی کی ذمہ داری راویوں پر ڈال دیتے ہیں جیسے وہ ہمارے ہاں مشہور محاورہ ہے " الا بلا بر گردن ملا " اس طرح یہ خطیب اپنی ہر گپ کے شروع میں " راوی کہتا ہے" کہہ کر ساری الا بلا بیچارے مجہول راوی کی گردن پر ڈال دیتے ہیں۔

میں آج کی اس نشست میں کوشش کروں گا کہ آپ کے ذہن سے بہت قریب ہوکر محرم کے حوالے سے چند حقائق کی آپ کے سامنے وضاحت کروں' اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو حقیقت کی تہہ تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اصل بات یہ ہے کہ

شدید اور مسلسل پروپیگنڈا کے ذریعہ سے ہمارے ذہنوں میں بعض مہمل اور بے بنیاد قسم کی باتوں کو اس طرح بٹھا دیا گیا ہے کہ ہم ان کو حقائق سمجھنے لگے ہیں

حالانکہ ان کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں اور یہ پروپیگنڈا چیز ہی ایسی ہے کہ اس کے زور پر فنکار لوگ، سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا دیتے ہیں دن کو رات اور رات کو دن ثابت کر دیتے ہیں۔

پروپیگنڈا مشہور ہے کہ فنکاروں کی باتوں میں آجانے والے ہمارے جیسے ایک بھولے بھالے انسان تھے وہ کہیں سے بکری کا بچہ خرید کر بغل میں دبائے ہوئے آرہے تھے، راستے میں تین ٹھگ مل گئے انہوں نے آپس میں منصوبہ بنایا کہ کسی طریقے سے یہ بچہ اس سے ہتھایا جائے چنانچہ وہ تینوں کچھ کچھ فاصلے پر کھڑے ہو گئے، ان میں سے پہلے کے پاس سے جب اس شخص کا گزر ہوا تو اس نے انتہائی حیرت اور تعجب کے ساتھ کہا "ارے میاں! یہ کتے کا بچہ تم نے بغل میں کیوں اٹھا لیا؟ اس سے تو کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں" اس نے بظاہر تو یوں کہہ دیا کہ یہ بکری کا بچہ ہے کتے کا نہیں ہے لیکن اس کے دل میں یہ وسوسہ ضرور آیا کہ یہ آدمی تو سمجھدار ہے پھر یہ اسے کتے کا بچہ کیوں سمجھ رہا ہے۔

دوسرے ٹھگ کے پاس سے گزر ہوا تو اس نے بھی ایک دم شور مچا دیا "ارے! یہ کتے کا بچہ تم نے کیوں اٹھا رکھا ہے، پھینک دو اسے" اس بیچارے کا وسوسہ مزید مضبوط ہو گیا اور وہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ آخر دو با عقل اور ہوشیار آدمی اسے کتے کا بچہ سمجھ رہے ہیں۔

جب تیسرے ٹھگ کے پاس سے اس کا گزر ہوا تو اس نے بھی اپنے لہجے کو حیرتناک بناتے ہوئے یہی سوال کیا تو اس بھولے بھالے انسان نے بکری کے بچے کو بغل سے نکال کر پھینک دیا جسے اس کے جانے کے بعد ٹھگوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔

یہی کچھ محرم اور کربلا کے حوالے سے کیا گیا ہے ہمارے سامنے اتنا پروپیگنڈا کیا گیا اور سچ اور جھوٹ کو ملا کر اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ اقبال کا وہ شعر صادق آتا ہے۔

حقیقت ' خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی

محرم کی حقیقت بھی پروپیگنڈا کے گرد و غبار میں چھپ کر رہ گئی ہے اور بڑے بڑے لوگ اس پروپیگنڈا سے متاثر ہو گئے ہیں لکھنؤ کے مرثیہ نگاروں اور ایران کے تیار کردہ ذاکروں نے مجلسوں ' رسالوں ' اخباروں ' ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ بہت سی کمزور باتیں ہمارے ذہنوں میں اس طرح بٹھا دی ہیں کہ اب اگر کوئی اللہ کا بندہ کتنے ہی خلوص کے ساتھ سہی ہماری معلومات اور ذہنی مفروضات کے خلاف بات کرتا ہے تو ہم ہکا بکا رہ جاتے ہیں اور اس اللہ کے بندے کو فرقہ واریت کے طعنے دینے لگتے ہیں اور بعض اوقات تو ہم اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کے دشمن ہونے کا طعنہ دینے سے بھی نہیں چوکتے۔ ہم چاہتے یہ ہیں کہ ہر خطیب ہماری گھسی پٹی معلومات کے مطابق بات کرے ' چاہے اس کو جھوٹ بولنا پڑے ' گپ بازی کرنی پڑے ' ثقاہت و دیانت کا خون کرنا پڑے ' منبر رسول کے تقدس کو پامال کرنا پڑے ' ہم نے کبھی یہ سوچنا بھی گوارا نہیں کیا کہ ان مفروضات اور " ذاکرانہ حکایات اور اصطلاحات " کو استعمال کرنے سے ہمارا اہلسنت ہونا ہی مشکوک ہو جاتا ہے اور ہم شیعیت کے بہت قریب ہو جاتے ہیں۔

لیکن گرامی قدر حاضرین! میں آپ کے سامنے جھوٹ نہیں بولوں گا ' میں آپ کو خواہ مخواہ رلانے کی کوشش نہیں کروں گا ' میں بات کا بتنگڑ اور رائی کا پربت نہیں بناؤں گا ' میں اپنی تقریر کا غازہ گپ بازی سے تیار نہیں کروں گا ' میرے دین نے مجھے یہ تعلیم نہیں دی کہ میں قرآن و سنت اور تاریخ کو عوامی خواہشات اور جذبات کے مطابق بیان کروں بلکہ اس کی تعلیم تو یہ ہے کہ زمانے کا رخ حقائق کے مطابق پھیر دوں ہمیں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی ' بلکہ ہمیں تو حکم یہ ہے کہ چلاؤ تم ادھر کو حق ہو جدھر کو۔

محبت کا فرق اور جب ہم حقائق کو بر سر منبر بیان کرتے ہیں تو ہمیں آل رسول کا دشمن ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے حالانکہ ہم تو آل رسول کے دلدادہ اور نام لیوا ہیں '

ہمیں اہل بیت سے محبت ہے

ہمیں حضرات حسنین ؓ سے محبت ہے

ہمیں کربلا کے مظلوموں سے محبت ہے

لیکن ہماری اور تمہاری محبت میں آسمان ' زمین کا فرق ہے '

تمہاری محبت تمہیں جھوٹ بولنے پر آمادہ کرتی ہے ہماری محبت ہمیں سچ بولنے پر مجبور کرتی ہے۔

تمہاری محبت تمہیں خنجر زنی اور سینہ کوبی کا سبق دیتی ہے ہماری محبت ہمیں صبر و شکر اور دعائے مغفرت کا درس دیتی ہے۔

تمہاری محبت تمہیں مجلس آرائی اور دوکانداری کا راستہ دکھاتی ہے۔

ہماری محبت ہمیں کفر سے معرکہ آرائی اور جان نثاری کی راہ دکھاتی ہے تمہاری محبت تعزیہ داری اور گھوڑوں کی پرستش کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے ہماری محبت ' دینداری اور رب کی عبادت کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

تمہاری محبت تمہیں دوسرے صحابہ کا بغض سکھاتی ہے ہماری محبت ' جانثاران نبوت سے قلبی تعلق کو بڑھاتی ہے۔

تمہاری محبت چوراہوں بازاروں میں خونین منظر دکھاتی ہے ہماری محبت کشمیر اور افغانستان کے لالہ زاروں میں شہادت کے پھول کھلاتی ہے۔

ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ ہم جھوٹ کا پردہ چاک کر کے رہیں گے اور پروپیگنڈا کی دیوار کو ڈھا کر دم لیں گے۔

پہلا پروپیگنڈا سب سے پہلی بات جو ہمارے ذہنوں میں بٹھا دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ محرم الحرام ماتم اور تعزیہ داری کا مہینہ ہے اور بہت سارے بدبخت تو شاید اسے

منحوس مہینہ سمجھتے ہیں اس لئے اسی مہینے میں شادی بیاہ کو جائز نہیں جانتے حالانکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ مہینہ بڑا محترم اور بڑی عظمت والا ہے محرم کا تو معنی ہی عظمت و حرمت والا ہے اور چونکہ یہ اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے اس لئے ہم اسے بڑی برکت والا مہینہ شمار کرتے ہیں اور دل سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ یہ مہینہ ہمارے لئے خیر و برکت کا باعث ہو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مہینے کے شروع میں چاند طلوع ہونے پر ہمیں یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ هِلَالُ رُشْدٍ وَّ خَيْرٍ (۹)

(اے اللہ! اس چاند کو ہم پر امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ طلوع فرما اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہے، یہ رشد اور خیر کا چاند ہے)

یہاں " چاند ہے " کا معنی بھی ہو سکتا ہے اور " چاند ہو " کا ترجمہ بھی کیا جا سکتا ہے میں نے عمداً " " ہے " کا ترجمہ لیا ہے صرف یہ بتانے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر مہینہ ، ہر ہفتہ اور ہر دن ، خیر و برکت کا مہینہ ، ہفتہ اور دن ہے ان میں سے کوئی بھی منحوس نہیں ہے ، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ محرم الحرام کے آغاز پر ایک دوسرے کو مبارکباد دیجاتی اور خوشی کا اظہار کیا جاتا لیکن ہمارے ہاں ایک مخصوص مکتبہ فکر کے زیر اثر اس مہینے میں نالہ و شیون کیا جاتا ہے ماتمی مجلسیں بپا کی جاتی ہیں ، سینہ کوبی اور نوحہ خوانی ہوتی ہے کالا لباس پہنا جاتا ہے اور رنج و غم کا اظہار کیا جاتا ہے اور یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ دس محرم الحرام کو حضرت حسینؓ کی شہادت کا واقعہ فاجعہ پیش آیا حالانکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ شہادت رنج و غم کی چیز نہیں ہے بلکہ یہ تو وہ مقام بلند ہے جس کی آرزو سید الانبیاء علیہ السلام بھی کرتے تھے ، آپ سے جو دعائیں منقول ہیں ان میں سے ایک دعا یہ ہے۔

اللہم انی اسئلک شہادۃً فی سبیلک (اے اللہ میں تیرے راستے میں شہادت کی

درخواست کرتا ہوں)

ایک دوسری حدیث میں ہے آپ نے فرمایا

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میرا دل چاہتا ہے کہ میں اللہ تعالی کے راستہ میں شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں (۱)

امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ یہ دعا مانگا کرتے تھے

" اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی شَھَادَۃً فِی سَبِیلِکَ وَ مَوتاً بِبَلَدِ رَسُولِکَ "

(اے اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت اور اپنے رسول کے شہر میں موت عطا فرما)

تو شہادت تو ایک قابل فخر مقام ہے جن کو یہ مقام میسر آجائے ان کو واہ واہ کہنا چاہئے ان پر آہ آہ نہیں کرنا چاہئے 'ماتم تو ان پر کرنا چاہئے جن کو نہ تو مقام شہادت میسر آیا ہے اور نہ ہی ان کے دل میں اسے حاصل کرنے کی خواہش اور آرزو ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

(جس شخص کی موت اس حال پر آئی کہ اس نے نہ جہاد کیا ہو نہ اس کے دل میں جہاد کا شوق پیدا ہوا ہو اس کی موت ایک قسم کے نفاق پر واقع ہوئی)

رب کریم نے شہداء کے بارے میں فرمایا ہے " **و لا تقولو ا لمن یقتل فی سَبِیلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَل اَحیَاءٌ وَّ لٰکِن لَّا تَشعُرُونَ** (۱۰)

(اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں مگر تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے)۔

شیخ سعدی نے شاید اسی آیت کا مفہوم بیان کیا ہے۔

نوحہ لائق نیست برخاک شہیدان زانکہ ہست۔ کمترین دولت ایشاں بہشت برتریں

اردو کے ایک شاعر نے بھی بہت خوب کہا ہے۔

حسینؓ زندہ ہیں جنت میں چین کرتے ہیں
حسد ہے ان کو جو شور و شین کرتے ہیں

خوشی سے ان کی جو خوش ہیں وہ غم سے ہیں آزاد
جو ان سے جلتے ہیں دن رات بین کرتے ہیں

اور سیماب اکبر آبادی نے خوب کہا ہے ؎

روتے ہیں جو منکر ہیں حیات شہداء کے
ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

کامیابی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے دلوں میں شہادت کے بارے میں جو جذبات تھے ان کے بارے میں سیرت کی کتابوں میں ایک عجیب واقعہ منقول ہے ہوا یوں کہ غزوہ احد میں جبار بن سلمی نے جو کہ کافر تھے حضرت حرام بن ملحانؓ کو شہید کر دیا، مقام شہادت پر فائز ہونے سے پہلے جبکہ انکی زندگی کے آخری چند سانس باقی تھے ان کی زبان سے یہ یادگار الفاظ نکل گئے "فزت و رب الکعبۃ" (رب کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا) جبار بن سلمی کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ عجیب انسان ہے میں نے اس کی زندگی کا چراغ گل کر دیا ہے، میں نے اس کے بچوں کو یتیم کر دیا ہے، میں نے اس کی گھر والی کو بیوگی کے داغ سے داغدار کر دیا ہے میں نے اس کے والدین کا سہارا چھین لیا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ میں کامیاب ہو گیا، اس نے دوسرے مسلمانوں سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اسے سمجھایا کہ ہمارے دین میں اللہ کی رضا کے لئے جان قربان کر دینا بہت بڑی کامیابی ہے بات دل سے نکلی تھی دل ہی میں بیٹھ گئی "از دل خیزد بردل ریزد" اس نے کہا جس کامیابی کی خاطر حرام بن ملحان نے جان قربان کی ہے اس کامیابی کا راستہ مجھے بھی دکھا دو چنانچہ وہی شخص جو کچھ ہی دیر پہلے اپنی تلوار سے ایک مسلمان کی گردن کاٹ رہا تھا اس کی اپنی گردن کو مقتول کی زبان سے نکلنے والے آخری الفاظ نے اسلام کے سامنے جھکا دیا اور اسلام کا باغی محمدؐ کا سپاہی بن گیا۔ (۱۱)

شہادت کی اس عظمت کی وجہ سے حضرت خالد بن ولیدؓ لشکر کفار کو خطاب کر کے

کہا کرتے تھے " ظالمو! تمہیں شراب اتنی محبوب نہیں جتنی ہمیں اللہ کے راستے میں موت محبوب ہے "۔

تو شہادت تو ایسی چیز نہیں کہ اس پر رنج و غم کا اظہار کیا جائے ماتم کیا جائے یا انگاروں پر رقص بسمل کیا جائے۔

کس کس کا ماتم کریں دوسری بات یہ ہے کہ اگر شہید کے ماتم کی اجازت ہوتی تو سال بھر کے دنوں میں ہمارا کوئی بھی دن ماتم سے خالی نہ ہوتا اللہ کے دین کی حفاظت اور اشاعت کے لئے جتنی قربانیاں مسلمانوں نے دی ہیں اتنی قربانیاں کسی قوم نے اپنے مذہب اور دھرم کی حفاظت کے لئے نہیں دیں اگر تاریخ کھنگالی جائے تو سال بھر میں کوئی مہینہ کوئی ہفتہ بلکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوگا جس میں شہادت کا کوئی واقعہ یا رنج و الم سے بھرپور کوئی سانحہ پیش نہ آیا ہو اگر ہم ہر ایک کا ماتم کرنے لگے تو پھر تو ہمارے لئے ماتم کے سوا کوئی دوسرا کام کرنا ممکن ہی نہیں ہوگا۔

اگر ہمیں ماتم کی اجازت ہوتی تو ہم بارہ ربیع الاول کو ضرور ماتم کرتے کیونکہ اس دن سرکار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تھے اور آپ کی رحلت سے بڑا صدمہ امت کے لئے کوئی نہیں ہو سکتا یہ دن تو واقعی مدینہ منورہ میں رنج و الم کا دن تھا صحابہ فرماتے ہیں ہمیں اس دن ہر چیز تاریک نظر آتی تھی ' حضرت عمرؓ جیسا جری انسان ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا۔

اگر ہمیں ماتم کی اجازت ہوتی تو ہم یکم محرم الحرام کو ضرور ماتمی مجلسیں برپا کرتے کیونکہ اس دن خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ شہید ہوئے تھے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر دنیا میں ایک عمر اور پیدا ہو جاتا تو کفر کا نام و نشاں مٹ جاتا جن کے بارے میں اللہ کے نبی نے فرمایا " اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے " جن کے دور میں بائیس لاکھ مربع میل علاقہ فتح ہوا اگر ہم سوگ منا سکتے تو ہم اٹھارہ ذوالحجہ کو ضرور سوگ مناتے کیونکہ اس دن داماد نبی ' خلیفہ راشد ' جامع القرآن ' کامل الحیاء و الایمان حضرت عثمان بن عفانؓ کو تقریباً پچاس دن کے محاصرے کے بعد انتہائی

مظلومیت کے عالم میں شہید کیا گیا ان کا خون اسی قرآن کے اوراق پر گرا جسے انہوں نے بڑی احتیاط اور محبت و عقیدت کے ساتھ جمع کیا تھا' ان پر اسی کنویں کا پانی بند کیا گیا جسے خرید کر انہوں نے مسلمانوں کے لئے وقف کیا تھا' ان پر اسی مسجد کے دروازے بند کر دیئے گئے جس کی توسیع انہوں نے اپنے ذاتی سرمائے سے زمین خرید کر کی تھی' جس شہید مظلوم نے جان تو دے دی مگر نہ تو طاقت کے باوجود مدینہ منورہ کی سرزمین پر باغیوں کا خون گرانا گوارا کیا نہ مدینہ سے جدائی اختیار کی' یہ وہی عظیم شخصیت ہیں جن سے آسمان کے فرشتے بھی حیا کرتے تھے۔

اگر سینہ کوبی کی اجازت ہوتی تو ہم اکیس رمضان المبارک کو لازماً اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر لہولہان کر دیتے کیونکہ اس دن حضرات حسنینؓ کے والد سیدہ فاطمہؓ کے شوہر' حضورؐ کے دور ابتلاء کے ساتھی اور چچا زاد بھائی' خلیفہ راشد' اسد اللہ الغالب' حضرت علیؓ بن ابی طالب شہید ہوئے اگر تعزیہ کی اجازت ہوتی تو ہم حضرت حمزہؓ کا تعزیہ ضرور نکالتے جن کی دردناک شہادت پر چشم نبوت بھی چھلک پڑی تھی جن کی نعش مبارک کا یوں مثلہ کیا گیا تھا کہ پہچانی نہ جاتی تھی' ناک کان کاٹ دیئے گئے' پیٹ چاک کیا گیا کلیجہ نکال کر چبایا گیا' وہ حضور کے چچا بھی تھے خالہ زاد بھائی بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی تھے۔

اگر ہمیں نوحہ خوانی کی اجازت ہوتی تو ہم حضرت سمیہؓ اور ان کے شوہر حضرت یاسر کی مظلومانہ شہادت پر نوحے اور مرثیے ضرور پڑھتے جن کی مظلومیت کے تصور سے آج بھی دانتوں کو پسینہ آجاتا ہے سنگدل ابوجہل نے اسلام کی اس پہلی شہیدہ کے سینے میں نیزہ مارا جو پشت کے پار ہو گیا مگر واہ رے صنف نازک کی سرتاج تیری استقامت! کہ تو نے اتنا بڑا "جور" کر لیا مگر اسلام کا دامن نہ چھوڑا

اور حضرت یاسر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انکے ہاتھ پاؤں چار طاقتور اونٹوں سے باندھ کر ان کو مخالف سمت دوڑا دیا گیا جس سے ان کے جسم کے پرخچے اڑ گئے۔

جذبات اور فرمودات یقین کرو جب ہم اسلام کے ان مظلوم شہیدوں کے

واقعات پڑھتے ہیں تو ہمارے سینوں میں جذبات مچلنے لگتے ہیں ہماری آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگتے ہیں مگر جب ہمارے ہاتھ سینہ کوبی کے لئے اٹھنا چاہتے ہیں اور ہماری زبانیں نوحہ خوانی کے لئے کھلنے پر آمادہ ہوتی ہیں تو ہمیں ایک دم اللہ کا وہ فرمان یاد آجاتا ہے جو اس وقت نازل ہوا تھا جب حضرت حمزہؓ کی نعش مبارک دیکھ کر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا اور آپ نے فرط غم اور جوش انتقام سے فرمایا تھا اگر اگلے سال ہمیں کفار پر غلبہ نصیب ہوا تو ہم ان کے ستر آدمیوں کے ساتھ یہی سلوک کریں گے' تو ان دو آیتوں نے آپ کی آتش حزن و انتقام کو بجھا دیا اور شہداء پر اظہار غم سے منع فرما دیا

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ	اور اگر بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی
مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ	کہ تم پر سختی کی گئی اور اگر صبر کرو
لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝	تو وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہت ہی اچھا ہے

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ اور صبر کرو اور آپ سے صبر نہ ہو گا۔ مگر اللہ ہی کی مدد سے اور (ان شہدائے احد) کرو۔ (۱۳)

ان کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جن میں مسلمانوں کو صبر کی تلقین کی گئی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات بھی بہت زیادہ ہیں ہم ایک طرف اپنے جذبات کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف اللہ اور رسول کے فرمودات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارے لئے اپنے جذبات کو قابو رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔

ماتم کی حرمت اور فرمودات بھی ایسے ہیں کہ جن سے واضح طور پر ماتم اور نوحہ خوانی کی حرمت ثابت ہوتی ہے'

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی علیہ وسلم فوت ہو گئیں ' عورتیں رونے لگیں ' حضرت عمرؓ انہیں کوڑے سے روکنے لگے تو حضور علیہ اسلام نے حضرت عمر کو پیچھے ہٹا لیا اور عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا

إِنَّمَا كُنَّ وَ نَعِيقَ الشَّيْطَانِ ثُمَّ قَالَ مَهْمَا كَانَ مِنَ الْعَيْنِ وَمِنَ الْقَلْبِ فَمِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَمِنَ الرَّحْمَةِ وَ مَهْمَا كَانَ مِنَ الْيَدِ وَ مِنَ اللِّسَانِ فَمِنَ الشَّيْطَانِ (۱۳)

تم شیطان کی سی چیخ پکار سے بچو پھر فرمایا جب غم نم آنکھ اور دل سے ہو تو اللہ عزو جل کی جانب سے ہوتا ہے اور رحمت ہے اور جب ہاتھ اور زبان سے (اس کا اظہار) ہونے لگے تو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا آپ فرماتے تھے۔

مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ

جس پر بین کیا جاتا ہے اسے بین کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُيُوْبَ وَ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ (۱۴)

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہماری جماعت سے نہیں جو منہ اور سینہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی طرح بین کرے

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ النَّائِحَةَ وَ الْمُسْتَمِعَةَ (۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بین کرنے والی پر اور بین سننے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

شیعوں کی کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" ص ۳۴۶ میں حضرت علیؓ سے روایت ہے " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماتم سے اور اس کے سننے سے منع فرمایا ہے " (۱۶) امام محمد باقر روایت فرماتے ہیں "حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا جب میں فوت ہو جاؤں تو ماتم میں چہرہ نہ نوچنا بال نہ بکھیرنا اور ہائے ہائے

سے نہ رونا اور مجھ پر بین کرنے والیوں کو نہ بلانا" (۱۷)

(قَالَ عَلِيٌّ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْمَا عَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ لَا تَلْبَسُوا السَّوَادَ فَاِنَّهٗ لِبَاسُ فِرْعَوْنَ)

(من لا يحضره الفقيه)

حضرت علیؓ نے اپنے ساتھیوں کو یہ سکھایا کہ تم کالا لباس نہ پہننا کیونکہ وہ فرعون کا لباس ہے۔

دوسرا پروپیگنڈا دوسرا پروپیگنڈا جو مسلسل کیا گیا ہے وہ واقعہ کربلا کی جزئیات اور تفصیلات کے حوالے سے ہے اس واقع کی بنیاد پر موضوع روایات اور جھوٹی کہانیوں کے اتنے ردے چڑھائے گئے ہیں کہ اصل واقعہ اور حقیقت چھپ گئی ہے بعض بدبخت تو ایسے ہیں کہ انہوں نے سانحہ کربلا کے ڈانڈے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کی خلافت سے جا ملائے ہیں ایسا ہی ایک رو سیاہ اور شقی القلب شاعر کہتا ہے۔

فرزند فاطمہؓ کا ہے کربلا ٹھکانہ ـــــ قبضہ کیا فدک پر یاروں نے غاصبانہ
مولا علیؓ کے حق پر چھاپہ عمر نے مارا ـــــ اتنی سی بات کا ہے کرب و بلا فسانہ

ان جیسے دروغ گو اور گپ باز شاعروں کے بارے میں مولانا حالی نے خوب کہا ہے

عبث جھوٹ بکنا اگر نا روا ہے
بری بات کہنے کی گر کچھ سزا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے
مقرر جہاں نیک و بد کی جزا ہے

گنہگار واں چھوٹ جائیں گے سارے
جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے

لیکن وہ جو کہا جاتا ہے تا کہ ظلم ہے آخر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے تو شیعہ

حضرات میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں یہ احساس ہوا کہ واقعہ کربلا میں جھوٹ کی آمیزش کچھ زیادہ ہی ہو گئی ہے انہی میں سے ایک نے اپنی کتاب "مجاہد اعظم" میں کربلا کے پچیس مشہور قصوں پر شدید تنقید کی ہے اور متعدد کو سرے سے غلط اور بے بنیاد بتایا ہے اور صاف صاف اقرار کیا ہے کہ ذاکروں نے رونے رلانے کے لئے بے سروپا قصے مشہور کر رکھے ہیں (۲۰)

اصل حقیقت ہم نے پوری دیانتداری کے ساتھ جہاں تک غور و فکر اور مطالعہ کیا ہے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سانحہ کربلا اغیار کی سازشوں بالخصوص یہودیوں کی مجرمانہ ذہنیت اور پروپیگنڈا کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہوا۔ میں اس دعوے کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ اسلام کے غلبہ کے نتیجے میں سب سے زیادہ نقصان یہودیوں کا ہوا تھا ان سود خوروں نے عرب کی تباہ حال معیشت کو اپنے سودی پنجوں میں جکڑ رکھا تھا' مدینہ پر تو گویا ان کی بلا تاج و تخت حکمرانی تھی مدینہ کے قریب کے محلوں میں یہودیوں کے تین طبقے رہتے تھے جو بہت طاقتور تھے 'بنو قینقاع' بنو نضیر اور بنو قریظہ' ان کی گڑھیاں تھیں مضبوط قلعے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آتے ہی مدینہ کے یہودیوں اور مشرکوں سے ایک تحریری معاہدہ کر لیا تھا مگر انہوں نے کبھی اس معاہدہ کی پاسداری نہ کی وہ ہمیشہ خفیہ سازشیں کرتے رہے جنگ احد اور احزاب میں ان کی سازشیں سب کو معلوم ہیں' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک کو انہوں نے شہید کرنے کی سازش کی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال کہا جاتا ہے کہ زہر خورانی کے نتیجہ میں ہوا جو ایک یہودی نے دعوت کے کھانے میں ملا دیا تھا بالآخر ان کو جزیرۃ العرب سے انتہائی ذلت کے ساتھ نکلنا پڑا' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کو خیبر میں رہنے کی اجازت دے دی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے تنگ آکر ان کو خیبر سے بھی نکال دیا ان کے دلوں میں غیظ و غضب کی جو آگ شروع ہی سے بھڑک رہی تھی اس میں مزید تیزی آگئی۔

حضرت ابوبکرؓ کا دور خلافت تو یونہی مختصر تھا اور حضرت عمر فاروقؓ کو اللہ تعالی

نے جو رعب ' دبدبہ اور ہیبت عطا کی تھی اس کی بناء پر یہودیوں کو سامنے آنے کی بھی جرات نہ ہوئی بس وہ پس پردہ رہ کر سازشیں کرتے رہے اور انہی سازشوں کے نتیجے میں حضرت عمر فاروقؓ شہید ہوئے ' ابو لولو فیروز پارسی جو ایک ایرانی غلام تھا اس نے آپ پر کاری وار کیا ' اس کی پشت پر ایک ایرانی جرنیل ہرمزان تھا اور یہ پوری کی پوری ایرانی سازش تھی اور یہ بات نوٹ کر لیں کہ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے میں ایران کے مجوسیوں اور یہودیوں نے ہمیشہ آپس میں تعاون کیا ہے۔

عبداللہ بن سبا حضرت عثمانؓ چونکہ انتہائی نرم مزاج اور بردبار انسان تھے اس لئے ان کی خلافت کے آخری دور میں عبداللہ بن سبا یہودی اٹھا اس کے دل میں جوش تھا اس کے دماغ میں تدبیروں کا خزانہ تھا اس نے انسانی طبیعتوں پر غور کیا تھا ' موقع اور محل پہچانتا تھا اس نے بظاہر حضرت عثمان کے ہاتھوں پر اسلام قبول کر لیا اور پھر انتہائی عیاری کے ساتھ ذہنوں کی تخریب کاری میں مصروف ہو گیا اس کا ہر وقت کا سبق تھا کہ بنو ہاشم کے حقوق سب سے بڑھ کر ہیں لیکن خلافت عثمانی کے زمانے میں حکومت میں ان کا وہ حصہ نہیں جو بنو امیہ کا ہے یہ بڑھتے جاتے ہیں وہ گھٹتے جاتے ہیں یہ قوی ہوتے جاتے ہیں وہ کمزور ہوتے جاتے ہیں اس کی باتیں رفتہ رفتہ لوگوں کے دلوں میں جگہ کرنے لگیں خاص کر ان کے دلوں میں جن کو ابھارنے کے لئے کہی جاتی تھیں۔

پھر اس نے ایک نیا عقیدہ پیش کیا وہ یہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے ' عبداللہ بن سبا کی آواز ایسی نہ تھی کہ جو کانوں تک جا کر یونہی چلی آتی بہت سے سادہ لوح اس عقیدہ کو ماننے لگے جب اس نے دیکھا کہ مچھلیاں چارہ کھانے کے لئے دوڑتی ہیں تو وہ مسلسل کئی عقائد پیش کرنے لگا اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علیؓ سب سے افضل ہیں۔ اس نے اپنے شاگردوں کو جتایا کہ ہر پیغمبر کا ایک وصی اور وزیر ہوتا ہے جو نبوت کا راز دار ہوتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے راز دار یوشع بن نون تھے ' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے راز دار اور وزیر حضرت علیؓ ہیں اس نے اپنے عقیدت مندوں کے ذہنوں میں ڈالا کہ توحید اور رسالت کے ساتھ امامت کا ماننا بھی فرض ہے بعض کے کان میں یہ بھی کہہ دیتا تھا کہ حضرت علیؓ سے جو کرامات صادر ہوتی ہیں وہ انسانی قوت سے بالاتر ہیں ' جناب امیر پیکر انسانی میں خدا ہیں ایسے ویسے نہیں کہتا ہوں ذاتی الہام کی بنا پر کہتا ہوں۔

تو مپندار کہ ایں قصہ ز خود ی گویم۔ گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست

یہ اس کا ٹرمپ کارڈ تھا (۲۱)

ابن سبا پہلے زمین ٹٹول لیتا تھا پھر قدم بڑھاتا تھا جب ذرا زمین ہموار اور مضبوط پائی اور نئے معتقدوں کی تعداد بڑھ گئی تو اس نے کانوں میں پھونک دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کے خلیفہ ہونے کی وصیت فرما گئے ہیں ان کو خلیفہ اول ہونا چاہئے تھا ابوبکر و عمر (نعوذ باللہ) غاصب تھے صحابہ لالچ میں آکر مرتد اور کافر ہو گئے تھے ان پر تبرا کہنا چاہئے ' ابن سبا تبرا کا موجد ہے کہتا تھا اب بھی کچھ گیا نہیں ہے موجودہ خلیفہ (حضرت عثمان) کو قتل یا معزول کر کے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنا دینا چاہئے۔

اس شخص نے بصرہ 'کوفہ ' دمشق اور مصر جا کر اپنے ہم خیال پیدا کئے اور پھر ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کا سانحہ وقوع پذیر ہوا۔

خلافت علیؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے انہوں نے تیسرے روز حکم دیا کہ جو عرب 'کوفہ ' بصرہ اور مصر وغیرہ سے مدینہ منورہ آئے ہیں وہ واپس چلے جائیں لیکن ابن سبا اور اس کے گروہ نے صاف انکار کر دیا حقیقت میں یہ وہ لوگ تھے جو اپنے کو حضرت علیؓ کا شیدائی ظاہر کرتے تھے لیکن ان کے کسی حکم کی تعمیل نہیں کرتے تھے اگر آپ گہری نظر سے تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ جنگ جمل ہو یا صفین اور نہروان ' ان تینوں جنگوں کے پس پردہ سبائی ذہن کام کر رہا تھا اور ان جنگوں میں تقریباً " ایک لاکھ مسلمانوں کا خون ناحق بہا' دوران جنگ ایسے کئی مواقع پیش آئے جب صلح کے امکانات ظاہر ہوئے مگر سبائی

ذہنیت نے ان امکانات کو انتہائی عیاری کے ساتھ معدوم کر دیا ایسا بھی ہوا کہ صلح کے امکانات دیکھ کر ان سبائیوں نے رات کی تاریکی میں کسی ایک لشکر پر حملہ کر دیا اس لشکر والوں نے سمجھا کہ ہم پر زیادتی ہوئی ہے جب صلح کی بات چل رہی تھی تو دوسرے لشکر والوں کو حملہ کرنے کی کیا ضرورت تھی چنانچہ انہوں نے بھی جوابی حملہ کر دیا اور دونوں لشکروں میں وہ ٹکراؤ ہوا کہ ہزاروں کلمہ گو خون میں نہا گئے' ظاہر ہے جب جنگ چھڑ جاتی ہے تو یہ تحقیق کرنے کی فرصت کسے ہوتی ہے کہ ابتدا کس جانب سے ہوئی ہے' جذبات تو پہلے ہی جوالہ مکھی بنے ہوتے ہیں' طبیعتوں میں ہیجان اور جوش تو پہلے ہی سے ہوتا ہے اس وقت تو سوچ بس یہی ہوتی ہے کہ حملے کا جواب پوری شدت سے دیا جائے۔ اینٹ کے جواب میں پتھر برسائے جائیں' جنگ جمل میں بعینہ یہی صورت پیش آئی اور جنگ صفین میں بھی اس سبائی ٹولے نے مصالحت کے مذاکرات کو سبوتاژ کر دیا

خلافت حسینؓ میں واقعات کو انتہائی اختصار کے ساتھ آگے بڑھا رہا ہوں تاکہ واقعہ کربلا کا پورا پس منظر بھی آپ کے سامنے آجائے جب حضرت علیؓ کو ان کے اپنے ہی گروہ کے عبدالرحمن بن ملجم نے شدید زخمی کر دیا تو انہوں نے جام شہادت نوش کرنے سے پہلے حضرت حسنؓ کو نماز کے لئے اپنا جانشین مقرر کر دیا (اور ایسا کرنا اس وقت خلافت کے استحقاق کی طرف اشارہ ہوتا تھا) اس کے ساتھ ساتھ انہیں حضرت معاویہؓ سے صلح کی ترغیب بھی دی تاکہ امت میں اتحاد کی فضا پیدا ہو (۲۲)

یہ تو آپ نے سنا ہی ہو گا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کے بارے میں پیشگوئی فرمائی تھی کہ میرے اس بیٹے کے ذریعے اللہ تعالیٰ ایک وقت میں مسلمانوں کے دو گروہوں میں مصالحت کرائے گا (یہ بات ملحوظ رہے کہ آنحضورؐ نے دونوں گروہوں کو مسلمان قرار دیا) یہاں آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب حضرت حسنؓ کو صلح ہی کرنی تھی اور حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت ہی کرنی تھی تو پھر انہیں خلیفہ بننے کی کیا ضرورت تھی اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر

حضرت حسنؓ فوراً صلح کر لیتے تو انہیں عراقیوں اور سبائیوں کی شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا چنانچہ انہوں نے عراقیوں سے اپنی خلافت پر بیعت تو لے لی لیکن اس کے ساتھ ان سے یہ عہد بھی لے لیا کہ جس سے میں لڑائی کروں تم اس سے لڑائی کرو گے اور جس سے میں صلح کروں تم بھی اس سے صلح کرو گے (۴۳)

چنانچہ حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کے ساتھ ایک مختصری مڈ بھیڑ کے بعد صلح کر لی اور ان کے ہاتھ پر خود بھی بیعت کی اور اپنے بھائی حضرت حسینؓ کو بھی بیعت پر آمادہ کر لیا۔

شیعہ حضرات کی مشہور کتاب " رجال کشی " میں ہے کہ حضرت حسنؓ نے صلح کرنے کے بعد حضرت معاویہؓ کو کوفہ آنے کی دعوت دی جب وہ کوفہ آئے تو انہیں حضرت علیؓ کی جامع مسجد میں لے گئے فَاَجْلَسَہٗ عَلٰی مِنْبَرِ اَبِیْہِ (پھر انہیں اپنے ابا کے منبر پر بٹھایا) اور خود نیچے بیٹھے۔

فَقَامَ وَ خَطَبَ فَبَایَعَہٗ اَسْلَمَ النَّاسُ ثُمَّ نَظَرَ اِلَی الْحُسَیْنِ فَبَایَعَہٗ،

پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیا صلح کا اعلان کیا اور سب لوگوں کے سامنے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی پھر حضرت حسینؓ کی طرف دیکھا انہوں نے بھی بیعت کر لی

اس موقع پر حضرت حسنؓ کے ساتھ ان کی فوج کا کمانڈر انچیف قیس بن سعد بھی موجود تھا فوجی آدمی تھا دماغ ذرا گرم تھا وہ خاموشی سے بیٹھا تھا اس کتاب میں ہے کہ

ثُمَّ نَظَرَ اِلٰی قَیْسِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ فَقَالَ قُمْ فَبَایِعْ فَاِنَّہٗ اِمَامِیْ

ترجمہ۔ پھر قیس بن سعد بن عبادہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور بیعت کرو کیونکہ معاویہؓ میرے امام ہیں۔

یہ بات شیعہ کی کئی کتابوں میں موجود ہے (۴۴)

سبائی ٹولہ اس مصالحت کو ہضم نہ کر سکا اور وہ حضرت حسن کی تذلیل و تحقیر سے بھی باز نہ آیا چنانچہ ان کا ایک لیڈر سلیمان بن صرد حضرت حسن کے پاس آیا اور ان

سے کہنے لگا "السلام علیک یا مذل المومنین" آپ نے فرمایا "وعلیک السلام! لیکن میں ان کو ذلیل کرنے والا نہیں ہوں بلکہ ان کو عزت دینے والا ہوں" میں نے لوگوں سے قتال و جدال کو دفع کیا واللہ! اگر ہم پہاڑوں جیسی فوج لے کر بھی مقابلہ کو نکلتے تب بھی کوئی قوت خلافت و امارت کو معاویہؓ سے نہیں روک سکتی تھی (۲۵)

۴۱ھ میں یہ صلح ہوئی تھی اور ۵۱ھ میں سبائیوں نے حضرت حسنؓ کو زہر دے کر شہید کر دیا سامعین کرام آپ نے کبھی اس نکتے پر بھی غور کیا کہ معصوموں سے محبت اور اہل بیت سے عقیدت کے دعوے کرنے والے حضرت حسینؓ کے یوم شہادت پر تو پورے ملک کو بخار میں مبتلا کر دیتے ہیں لیکن حضرت حسنؓ کی شہادت کا کوئی خاص تذکرہ سننے میں نہیں آتا' آخر اس کی کیا وجہ ہے وجہ یہی ہے کہ ان کو معاذ اللہ مذل المومنین اور عار المومنین سمجھتے ہیں۔

دور امن اس مصالحت کے بعد امن و سکون کا مثالی دور شروع ہوا اور بیس سال تک امت پوری طرح متحد رہی اور حضرت علیؓ کے دور خلافت میں جو خانہ جنگی شروع ہو گئی تھی وہ ختم ہو کر رہ گئی اور اسلام کی دعوت و تبلیغ اور کفار کے ساتھ جہاد کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا' اسلامی سرحدیں وسیع ہونے لگیں۔

لیکن آپ کہیں اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں کہ سبائی گروہ یا سبائی فکر اور سوچ ختم ہو گئی تھی بلکہ صرف یہ ہوا کہ وہ حضرت معاویہؓ کی کامیاب سیاست اور حالات کو ناموافق دیکھ کر زیر زمین چلے گئے انہوں نے حضرت حسنؓ کے انتقال کے بعد حضرت حسینؓ کو ورغلانا چاہا انہیں خطوط لکھ کر دعوت دی کہ ہم نے معاویہؓ کی بیعت فسخ کر دی ہے اگر آپ کوفہ تشریف لے آئیں تو ہم آپ کی بیعت کر لیں گے۔

یہ عبارت جو میں آپ کو سنانے والا ہوں یہ سنیوں کی کسی کتاب میں نہیں ہے بلکہ شیعوں کی کتاب میں ہے۔

کاتبوہ فدعوہ الی الامارۃ فابی لما کان بینہ و بین معاویۃ من صلح

حضرت حسینؓ کو کوفیوں نے خطوط لکھ کر امارت کی دعوت دی مگر انہوں نے اس صلح

اور معاہدہ کے پیش نظر انکار کر دیا جو ان کے اور حضرت معاویہؓ کے درمیان تھی۔ (۲۶)
یزید کی ولی عہدی سبائی ٹولہ اور کوفہ کے ہرجائی جس کمزور پہلو اور موقعہ کی
تلاش میں تھے وہ ان کو اس وقت ہاتھ آگیا جب حضرت معاویہؓ نے مختلف صحابہ اور
اصحاب رائے سے مشورہ کے بعد یزید کو اپنا جانشین بنانے کا فیصلہ کر لیا میں اس موقع
پر یزید کی طرفداری ہرگز نہیں کرنا چاہتا لیکن چند پہلوؤں کی نشاندہی ضرور کر دینا چاہتا ہوں
نمبرا یہ کہ صحیح بخاری کی کتاب الجہاد میں ہے۔
قال النبی صلی اللہ و علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لہم
ترجمہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی پہلی فوج جو قیصر کے شہر
(قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گی ان کے لئے مغفرت ہے۔ (۲۷)
مغفرت کی اسی بشارت کے پیش نظر قسطنطنیہ کے جہاد کے لئے تیار ہونے والے لشکر
میں بڑے بڑے صحابہ کرام نے شرکت کی تھی یعنی حضرت ابو ایوب انصاریؓ حضرت
عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت حسین
بن علیؓ۔
اور شاید آپ کو یہ سن کر تعجب ہو کہ اس لشکر کی قیادت یزید کے ہاتھ میں تھی۔ (۲۸)
نمبر۲۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں اور جو حضرت علیؓ کے
کٹر حامیوں میں سے تھے اور جو مسلمانوں کی خانہ جنگی کو بہت قریب سے دیکھ چکے
تھے انہوں نے حضرت معاویہؓ کو مشورہ دیا کہ یزید کو ولی عہد مقرر کر دیں۔ ہمیں یقین
ہے کہ ان کا مشورہ انتہائی اخلاص اور دیانت پر مبنی ہو گا انہوں نے سوچا ہو گا کہ
امت جو کہ پہلے ہی باہمی تصادم کے نتیجے میں اپنی بہت ساری توانائی ضائع کر چکی ہے
کہیں دوبارہ برسرپیکار نہ ہو جائے ابن خلدون کے بقول حضرت معاویہؓ نے ان کی
رائے کو قبول کر کے یزید کو ولی عہدی کے لئے ان لوگوں پر ترجیح دی جو اس کے
زیادہ مستحق سمجھے جا سکتے تھے، افضل کو چھوڑ کر مفضول کو اختیار کیا تاکہ مسلمانوں میں
جمعیت اور اتفاق رہے جس کی شارع کے نزدیک بے حد اہمیت ہے (۲۹)

پھر یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ اس وقت تک دو سو صحابہ سے زائد زندہ تھے لیکن چند ایک کے سوا کسی نے بھی یزید کی ولی عہدی کی مخالفت نہیں کی 'کیا آپ ایک لمحے کے لئے سوچ بھی سکتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے یہ مشورہ کسی لالچ کی بناء پر دیا تھا یا اتنے سارے صحابہ کی زبان پر حضرت معاویہؓ کے خزانے یا شمشیر نے تالے لگا دیئے تھے ؟ حاشا وکلا ہمیں تو اس سوچ سے بھی نفرت ہے کہ عرب و عجم سے ٹکرانے والے قیصر و کسریٰ کے جاہ و جلال کو پیوند خاک کرنے والے ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ وہ مثالی انسان کسی حرص یا خوف کی بناء پر کتمان حق کر لیتے تھے۔

نمبر ۳۔ حضرت حسینؓ کی انتہائی مخلصانہ رائے یہ تھی کہ باپ کے بعد بیٹے کی ولی عہدی یہ اسلام کے شورائی نظام کے خلاف ہے یہی رائے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ' عبداللہ بن عمرؓ ' عبداللہ بن عباسؓ کی تھی اور حضرت ابن عمر نے کہا تھا کہ کیا تم اور خلفاء راشدین کی سنت کے بجائے قیصر و کسری کی سنت رائج کرنا چاہتے ہو کہ باپ کے بعد بیٹا جانشین ہو "۔

ہم اہلسنّت و الجماعت کے لئے مشکل یہ ہے کہ ہم صحابہ میں سے کسی کو بھی تنقید کا ہدف بنانا جائز نہیں سمجھتے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ " الصحابۃ کلھم عدول " اس مسئلہ میں اگر ہم حضرت معاویہؓ ' حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور خاموش رہنے والے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں تو بھی ہمارے لئے ایمان کی حفاظت مشکل ہو گی اور اگر حضرت حسینؓ اور ان کے ہم خیال صحابہ پر تنقید کرتے ہیں تو بھی مشکل ہے لہٰذا ہمارے لئے انتہائی محفوظ راستہ یہ ہے کہ ہم اس مسئلہ میں سکوت اختیار کریں اور اگر ہمیں کچھ کہنا ہی ہے تو ہم زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ اور ان کے ہم خیال صحابہ سے اجتہادی غلطی ہو گئی تھی اور اجتہادی غلطی تو ایسی چیز ہے جو نبی سے بھی سرزد ہو سکتی ہے۔

چھاج اور چھلنی یاد رکھیں! اگر اس مسئلے کی آڑ میں آپ حضرت معاویہؓ کی
کے کردار کو مجروح کر دیتے ہیں تو پھر حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی محفوظ نہیں
رہ سکیں گے کیونکہ انہوں نے ہی تو حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اس
طرح ان کے اقتدار کو استحکام بخشا تھا پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ باپ کے بعد
بیٹے والی رسم پر اگر اہلسنت لب کشائی کریں تو ان کو اس کا حق بھی پہنچتا ہے اس لئے
کہ وہ عام حالات میں اس کو ہرگز مناسب نہیں سمجھتے لیکن اہل تشیع کو تو اس مسئلے پر
لب کشائی کا ہرگز حق نہیں اس لئے کہ ان کے تو مذہب کی بنیاد ہی اسی پر ہے حضرت
علیؓ کو وہ خلافت کا اولین حقدار اس لئے سمجھتے ہیں کہ وہ اہل بیت میں سے تھے
حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بھی اسی بنیاد پر وہ خلافت کا حقدار گردانتے ہیں
اس لئے تو ہم انہیں بڑے ادب سے کہتے ہیں کہ "چھاج تو بولے چھلنی کیوں بولے"

بے وفا کوفی

اس میں شک نہیں کہ سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے لخت جگر اور
نواسہ رسول حضرت حسینؓ کو یزید بن معاویہؓ کے مقابلہ میں صرف نسبی فضیلت نہیں
بلکہ دینی فضیلت بھی حاصل تھی کیونکہ نسبی فضیلت کی لحاظ سے دین میں کچھ زیادہ
اہمیت نہیں ہے مگر سبائی گروہ نے کوفیوں اور بالخصوص کوفیوں کے ذہنوں میں ان کی
صرف نسبی عظمت بٹھا رکھی تھی اور ان کے پیش نظر جو مقصد تھا وہ یہ تھا کہ
مسلمانوں کو انتشار میں مبتلا کیا جائے اور اسلام کو نقصان پہنچایا جائے اگر بالفرض
حضرت حسینؓ بھی خلافت پر فائز ہوتے تو یہ بدبخت ان سے بھی وفا نہ کرتے ان کے
مزاج اور سرشت میں بے وفائی رچی بسی تھی۔ ان سبائی کوفیوں نے حضرت علیؓ سے
بھی بے وفائی کی تھی اس لئے وہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں ان سے اظہار نفرت
کرتے ہوئے فرماتے تھے کاش میں تمہارا منہ نہ دیکھتا تم نے میرے قلب کو رنج و غم
سے بھر دیا ہے کاش میں اب سے بیس برس پہلے مر گیا ہوتا! امام ابن تیمیہ نے لکھا
ہے کہ حضرت علیؓ ان سے عاجز تھے (۴۰)

حضرت حسنؓ پر انہوں نے مدائن کے مقام پر حملہ کر دیا ان کے کپڑے پھاڑ ڈالے انہیں زخمی کر دیا یہاں تک کہ حضرت حسن کو جان بچانے کے لئے کسریٰ کے محل میں پناہ لینی پڑی ان بدبختوں نے انہیں یا مذل المومنین اور یا عار المومنین کے طعنے دیئے۔

تو بے وفائی اور بے مروتی ان کی فطرت میں شامل تھی اور ساتھ ساتھ کینہ پن اور بزدلی بھی ان کے مزاج میں داخل تھی۔

ہم نے زمانہ طالب علمی میں کوفیوں کے بارے میں پڑھا تھا کہ ان پر جو بھی گورنر بنا کر بھیجا جاتا جب وہ اپنے تقرر کی اطلاع اور خطبہ دینے کے لئے جامع مسجد کوفہ کے منبر پر کھڑا ہوتا یہ اس پر کنکریاں برساتے اور اس کا مذاق اڑاتے اگر وہ جہاد میں جانے کے لئے کہتا تو صاف انکار کر دیتے یہاں تک کہ حجاج بن یوسف کو گورنر بنا کر بھیجا گیا اسے خطابت پر مکمل عبور حاصل تھا زبان میں فصاحت اور طلاقت تھی جب وہ خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا تو کوفی حسب عادت مٹھیوں میں کنکریاں دبا کر بیٹھ گئے اس نے انتہائی خوفناک خطبہ دیا جس میں اس قسم کے الفاظ تھے میں سروں کی کھیتی کو پکے ہوئے دیکھ رہا ہوں اب اس کے کٹنے کا وقت آگیا ہے میں سینے اور ٹھوڑی کے درمیان بہتے ہوئے خون کو دیکھ رہا ہوں وغیرہ

کوفیوں نے کنکریاں تو اسی وقت خاموشی کے ساتھ مسجد کے فرش پر رکھ دیں اور خطبہ ختم ہونے کے فوراً بعد گھروں میں جانے کے بجائے میدان جہاد کی طرف چل پڑے، جانے والوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ شہر سے نکلنے کے لئے نہر پر جو پل بنا دیا گیا تھا اس پر کثرت اژدہام کی وجہ سے کئی لوگ نہر میں جا گرے۔

میرا اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد اس بے وفائی اور بزدلی کو بیان کرنا تھا جو کوفیوں کے مزاج میں داخل تھی۔

سبائی کوفیوں کے خطوط بہرحال انہی سبائی کوفیوں نے یزید کی ولی عہدی کے بعد حضرت حسینؓ کو مسلسل خطوط لکھے کہ ہم نے یزید کی بیعت فسخ کر دی ہے اور سارے

شیعان علی آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے بے تاب ہیں لہٰذا آپ فوراً کوفہ تشریف لے آئیں۔

اپنے خطوط میں وہ اس قسم کی ادبی زبان استعمال کرتے تھے "باغ و بوستان سر سبز ہو گئے ہیں، میوہ و پھل تیار ہیں، اب موقع ہے کہ آپ اس فوج و لشکر کی جانب تشریف لے آئیں جو آپ کی ہر خدمت کے لئے تیار ہے" (۳۱)

شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں میں ہے کہ ان خطوط میں لکھا ہوتا تھا کہ " از سائر شیعان او واز مومنان و مسلمانان " یعنی یہ خط حضرت حسین بن علی کی خدمت میں آپ کے تمام شیعوں مسلمانوں نے لکھا ہے (۳۲) یہ خطوط اتنی کثرت کے ساتھ بھیجے گئے کہ بعض اوقات ان کی تعداد ایک دن میں چھ سو تک پہنچ گئی ان خطوط میں یزید کو بد عمل، فاسق و فاجر اور خلافت کا نا اہل بتایا جاتا تھا، خطوط کے علاوہ سینکڑوں کوفی وفود کی شکل میں بھی حضرت حسینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں کوفہ چلنے کی دعوت دی۔

آپ نے حالات کی تحقیق کے لئے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو بھیجا جن کے ہاتھ پر روایات کے اختلاف کے بموجب اٹھارہ ہزار یا تیس ہزار یا اسی ہزار شیعان کوفہ نے بیعت کر لی انہوں نے بڑی مسرت کے ساتھ حضرت حسین کو اس کی اطلاع کر دی لیکن بعد میں تحریص اور تخویف کی وجہ سے چند ایک کے سوا سارے کوفی مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ گئے اور بالآخر ان کو بھی مخبری کر کے گرفتار کرا دیا اور انہیں انتہائی بے کسی کے عالم میں شہید کر دیا گیا۔

حضرت حسینؓ کی روانگی حضرت حسینؓ مسلم بن عقیل کی جانب سے حوصلہ افزا رپورٹ ملنے کے بعد اپنے عزیزوں کے ساتھ کوفہ روانہ ہو گئے مگر عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ طیار نے ان کے اس اقدام کی مخالفت کی ان میں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت علیؓ کے واسطے سے حضرت حسینؓ کے چچا تھے اور حضرت فاطمہؓ کے رشتے سے ان کے نانا تھے

اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ نسبی رشتہ سے حضرت حسینؓ کے تایا زاد بڑے بھائی اور سیدہ زینب کے شوہر ہونے کی وجہ سے بہنوئی تھے۔

جب حضرت حسینؓ نے کوچ کیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان کی سواری کے ساتھ دوڑتے ہوئے دور تک گئے اور بار بار التجا کرتے رہے کہ آپ اپنے ارادے سے باز آجائیں اور اگر تمہیں جانا ہی ہے تو خواتین اور اولاد کو اپنے ساتھ مت لے جاؤ اللہ کی قسم مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم بھی اسی طرح قتل نہ ہو جاؤ جس طرح حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا اور ان کے بیوی بچے دیکھتے رہ گئے' یہ کہتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے (البدایہ والنھایتہ) کہا جاتا ہے کہ حضرت حسینؓ کو حضرت ابن عباسؓ کی یہ نصیحت اس وقت بڑی شدت سے یاد آئی جب انہوں نے کربلا میں خواتین کے رونے کی آوازیں سنیں (۳۳)

ان کے علاوہ بھی کئی خیر خواہوں نے ان کو سمجھایا اور یاد دلایا کہ یہ وہی کوفی ہیں جنھوں نے آپ کے والد اور بڑے بھائی کے ساتھ بے وفائی کی مگر آپ عزیمت کا پہاڑ تھے اپنے ارادے پر ڈٹے رہے راستے میں آپ کو مسلم بن عقیل کی شہادت اور سبائی کوفیوں کی بے وفائی کا علم ہوا تو آپ نے واپس پلٹنا چاہا مگر برادران مسلم اڑ گئے کہ ہم خون کا انتقام لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے ان کے علاوہ آپ کے لشکر میں کوفیوں کا جو وفد تھا اس نے بھی چلنے پر اصرار کیا اور کہا کہ جب آپ کوفہ پہنچ جائیں گے تو شیعان علی کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور آپ کو دیکھ کر ان کی بکھری ہوئی جماعت اکٹھی ہو جائے گی چنانچہ آپنے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ آپ کربلا میں پہنچ گئے یہاں حر بن یزید کی قیادت میں ایک ہزار افراد پر مشتمل لشکر نے آپ کا گھیراؤ کر لیا آپ نے جب یہ دیکھا کہ لشکر میں تو اکثریت انہی لوگوں کی ہے جو مجھے بڑی التجاؤں کے ساتھ کوفہ آنے کی دعوت دینے والے تھے تو آپ نے ان سے فرمایا۔

"میں تمہارے پاس از خود نہیں آیا' تمہارے پے در پے وعدوں اور خطوط کے بھروسے پر آیا ہوں اگر اپنے عہد پر قائم ہو تو پورا کرو اور اگر پھر گئے ہو تو میں واپس

ہوتے ہوئے وہ غدار خاموش رہے کوئی جواب نہ دیا" (۳۴)

پھر عمر بن سعد کی قیادت میں چار ہزار افراد کا لشکر مزید پہنچ گیا ۔ اس مقام پر میں یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ عمر بن سعد کون تھے کیونکہ بعض سے لوگ ان کو حضرت حسینؓ کا قاتل بتاتے ہیں اور ان پر سب و شتم کو روا رکھتے ہیں ' عمر بن سعد فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بیٹے تھے اور حضرت سعد رشتہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے سابقین الاولین اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے اسلام لانے میں ان کا چھٹا نمبر ہے عمر بن سعد کے دادا کی حقیقی بہن حضرت حمزہ کی والدہ تھیں جن کے وہ بھتیجا اور دو چچیرے بھائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل تھے خود بھی بچپن میں آنحضورؐ کی زیارت کر چکے تھے (۳۵)

بہرحال عمر بن سعد کی چونکہ حضرت حسین کے ساتھ کئی رشتوں سے قرابت داری تھی اس لئے انکی دلی خواہش تھی کہ مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے مذاکرات شروع ہوئے حضرت حسین نے تین صورتیں پیش کیں " یا تو مجھے کہ مکہ واپس جانے دو یا مجھے اسلامی سرحدوں کی طرف جانے دو تاکہ میں کفار کے خلاف جہاد و قتال میں زندگی گزار دوں یا پھر راستہ چھوڑ دو تاکہ میں دمشق چلا جاؤں میں یزید سے اپنا معاملہ اسی طرح طے کر لوں گا جس طرح میرے بھائی حسنؓ نے اس کے والد حضرت معاویہؓ سے اپنا معاملہ طے کر لیا تھا " (۳۶)

قابل غور نکتہ حضرت حسین کی طرف سے اس پیشکش کا ذکر آپ کو سنی اور شیعہ تمام کتابوں میں مل جائے گا لیکن آپ نے کبھی شاید اس نکتے پر غور نہیں کیا ہو گا کہ جب حضرت حسین بھی لڑائی نہیں چاہتے تھے اور یزید کا مقصد بھی بغیر کسی چڑھائی کے حل کئے پورا ہو رہا تھا تو اسے آنکہ ناحق قتل کرنے کی کیا ضرورت تھی اور پھر لڑائی تک نوبت کیوں پہنچی ؟

اصل میں یہاں ایک تیسرا فریق تھا جس کی لگائی بجھائی سے حالات خراب ہوئے تھے یہ وہی سبائی گروہ تھا جس کی سوچ جس کی فکر جس کا پروپیگنڈا گلیوں میں سرایت

کر چکا تھا یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے وفود بھیج کر اور خطوط لکھ لکھ کر حضرت حسینؓ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی مگر اب اپنی فطرت سے مجبور ہو کر ان سے منہ موڑ چکے تھے اور فریق مخالف کا ساتھ دے رہے تھے آپ نے جب ان کو مخالف کیمپ میں دیکھا تو ٹوٹے دل سے کہا تھا۔

" افسوس تمہیں لوگ ہو جنہوں نے میرے والد حضرت علیؓ کو دھوکہ میں رکھا اور شہید کر دیا میرے بھائی حضرت حسنؓ کو زخمی کیا اور مایوس بنایا اور میرے عم زادہ بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بلا کر قتل کرا دیا " (۳۷)

اس موقعہ پر آپ نے ان بوریوں کے منہ کھول دیئے جن میں کوفیوں کے خطوط بھرے ہوئے تھے اور غدار سرداروں کے نام لے کر پکارنا شروع کیا اے فلاں بن فلاں کیا یہ خط تم نے نہیں لکھا تھا؟ کیا تمہیں نے مجھے یہاں آنے کی دعوت نہیں دی تھی؟

اب ان غداروں کو محسوس ہوا کہ ہماری سازش کا بھانڈا پھوٹنے والا ہے اور اگر ہماری مکاریاں طشت از بام ہو گئیں تو ہم کہیں کے نہیں رہیں گے " حضرت حسینؓ کے سامنے تو رو سیاہ ہو ہی چکے ہیں پوری قوم کو منہ دکھانے کے بھی قابل نہیں رہیں گے " اس صورتحال کو محسوس کرتے ہوئے سبائی کوفیوں نے مصالحتی مذاکرات کو کامیاب نہ ہونے دیا اور قتل اور خونریزی ہو کر رہی اور کربلا کی خاک میں حضرت حسینؓ اور ان کے مظلوم ساتھیوں کا خون جذب ہو کر رہا۔

دو ضروری وضاحتیں یہاں میں دو باتوں کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں ایک تو یہ کہ اگرچہ یزید براہ راست قتل حسینؓ میں شریک نہیں تھا بلکہ اس نے آپ کی شہادت کی خبر سن کر افسوس کا اظہار بھی کیا تھا مگر ہم اسے وقت کا حکمران ہونے کی وجہ سے اس سارے معاملے سے بری الذمہ نہیں سمجھتے لیکن اس پر لعن طعن کرنا بھی مناسب نہیں امام غزالی نے ایک صحیح العقیدہ مومن ہونے کی حیثیت سے اس پر " رحمتہ اللہ علیہ " کہنے کو جائز بلکہ مستحب قرار دیا ہے۔ (۳۸)

دوسری بات یہ کہ یزید کی آڑ میں حضرت معاویہؓ یا خلفاء ثلاثہؓ پر سب و شتم کرنا تو بہرحال اتنا بڑا ظلم ہے جسے کسی صورت برداشت نہیں کیا جا سکتا' آخر اس قتل کا الزام ہم ان لوگوں پر کیسے دھر سکتے ہیں جن میں سے کوئی تو اس سانحہ کے وقوع پذیر ہونے سے ایک سال پہلے (امیر معاویہؓ) کوئی ۲۶ سال پہلے (حضرت عثمانؓ) کوئی ۳۸ سال پہلے (عمر فاروقؓ) اور کوئی ۴۸ سال پہلے (حضرت صدیق اکبرؓ) فوت ہو چکے ہیں۔

پھر سب و شتم بھی کیسا' ذرا ان بدبختوں کا انداز تو ملاحظہ فرمائیں

علامہ مجلسی کی کتاب حق الیقین میں ہے کہ ابوبکر و عمر' فرعون و ہامان ہیں۔

(۳۹)

امام جعفر صادق کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابوبکر و عمر' عثمان و معاویہ جہنم کے صندوق میں ہوں گے (ص ۵۲۲) مزید لکھا ہے کہ امام مہدی دوبارہ آنے کے بعد ابوبکر و عمر کو سولی پر لٹکائیں گے (۴۶ - ۴۵ - ۳۴۷) وغیرہ وغیرہ

بعض لوگ سنی ہونے کے دعویدار ہیں لیکن پھر بھی اور کچھ نہیں تو حضرت معاویہ پر تنقید کرتے ہیں حالانکہ صحابہ کا معاملہ بڑا نازک ہے ان کے بارے میں بات کرتے ہوئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے' ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کا مقام بھی بڑے بڑے اولیاء محدثین اور اقطاب سے افضل اور اعلیٰ ہے۔

حضرت حسن بصری سے کسی نے سوال کیا تھا کہ عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا امیر معاویہ؟ تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ "عمر بن عبدالعزیز" سے تو وہ گرد و غبار بھی افضل ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے حضرت معاویہ کے گھوڑے کے نتھنوں میں گئی ہے" حالانکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز وہ شخصیت ہیں جن کے دور حکومت کو بعض علماء نے خلافت راشدہ میں شمار کیا ہے۔

کیا یہ کفر و ایمان کی جنگ تھی؟ اکثر خطباء شعراء اور ذاکرین اس جنگ کو کفر و

ایمان کی جنگ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس جنگ سے مردہ دین زندہ ہو گیا تھا حالانکہ یہ قطعاً مبالغہ آرائی ہے ایسے لوگوں سے سوال کیا جا سکتا ہے کہ اگر یہ کفرو ایمان کی جنگ تھی تو

جب حضرت حسینؓ نے تین صورتیں پیش کی تھیں تو کیا وہ کفرو ایمان کی جنگ سے پہلو تہی کر رہے تھے ؟ اگر حضرت حسینؓ اور ان کے اہل و عیال زندہ سلامت واپس آجاتے تو کیا دین دنیا سے مٹ جاتا ؟

حضرت حسینؓ کے پندرہ بھائیوں میں سے صرف چار نے ان کا ساتھ دیا تو بقیہ گیارہ کے بارے میں تمہارا کیا فتویٰ ہے ؟

اس وقت تک دو سو صحابہ سے زائد زندہ تھے انہوں نے بدر واحد کا سبق کیوں فراموش کر دیا ؟

اس جنگ کے بارے میں ہماری سوچی سمجھی رائے یہی ہے کہ یہ اسی سبائی ٹولے کی زیر زمین سازشوں کا شاخسانہ تھی جس نے حضرت عثمان کی مظلومانہ شہادت سے لے کر کربلا تک ہر جگہ ایسی صورت پیدا کر دی کہ مسلمان باہم دست و گریباں ہو گئے اور مصالحت کی کوئی بھی صورت کارگر ثابت نہ ہو سکی ۔۔۔

تیسرا پروپیگنڈا میں پچھلے تین جمعوں سے محرم کے حوالے سے بات کر رہا ہوں اور بحمد اللہ میں نے پچھلی تین نشستوں میں دو پروپیگنڈوں کا پول کسی قدر تفصیل کے ساتھ کھول دیا ہے آج کی نشست میں شیعہ حضرات کی پھیلائی ہوئی بقیہ خرافات کی وضاحت کروں گا جن میں ہمارے سنی بھائی بھی دانستہ یا نادانستہ طور پر ملوث ہو چکے ہیں اور بعض احباب ایسے ہیں کہ وہ اپنی ذات میں سنت اور شیعیت دونوں کو جمع کرنا چاہتے ہیں گویا۔

حج بھی کعبہ کا کیا اور گنگا کا اشنان بھی
خوش رہے رحمٰن بھی ، راضی رہے شیطان بھی

حالانکہ یہ ان کی غلط فہمی ہے دونوں کو راضی کرنے سے شیطان تو راضی ہو جائے گا مگر رحمن راضی نہیں ہوگا وہ تو اسی وقت راضی ہوگا جب اس کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کیا جائے محترم سامعین! شیعہ حضرات کا تیسرا پروپیگنڈا جس سے ہم بھی متاثر نظر آتے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت حسین کو امام کہا جاتا ہے۔

اہلسنت کے نزدیک امام کا معنی ہے پیشوا، مقتدا، رہنما۔ اسی طرح اس شخص کو بھی امام کہا جا سکتا ہے جسے کسی علم و ہنر یا فن میں دوسروں سے زیادہ کمال حاصل ہو جب ہم امام ابو حنیفہ، امام بخاری، امام غزالی یا امام رازی کہتے ہیں تو اس کا مطلب اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا کہ یہ حضرات اپنے اپنے فن فقہ، حدیث، تصوف اور تفسیر وغیرہ میں کمال رکھتے ہیں اور دوسرے لوگ اس بارے میں ان کی اقتداء کرتے ہیں یہ امامتیں ایسی ہیں کہ جن پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لئے شرط نہیں ان ائمہ نے نہ تو امامت کا کبھی دعویٰ کیا اور نہ ہی اپنی امامت قبول کرنے کی کسی کو دعوت دی ان کی سیرت اور ان کے کارنامے ہی ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ خود بخود انہیں امام فن مان لیتے ہیں اس معنی کے اعتبار سے تمام صحابہ امام تھے لیکن آپ نے کبھی کسی کو امام عبداللہ بن عمر کہتے ہوئے نہیں سنا ہوگا پھر صرف حضرت علی یا حضرت حسن اور حضرت حسین ہی کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کو امام کہا جاتا ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ سبائی ٹولہ ان حضرات کو پیشوا اور مقتدا ہونے کے اعتبار سے امام نہیں کہتا بلکہ اپنی خاص اصطلاح کے اعتبار سے امام کہتا ہے ان کے نزدیک امام نبی کی طرح مرسل من اللہ ہوتا ہے (۳۰)

امام حجۃ اللہ ہے (حوالہ مذکور) اس پر ایمان لانا ضروری ہے (مذکور) پیغمبری کی طرح امام کی اطاعت بھی فرض ہے (مذکور) امام اللہ کا نور ہوتا ہے (مذکور) تمام ائمہ عالم الغیب ہیں (مذکور) وہ مستقل شریعت والے ہیں (مذکور) وہ حلال و حرام میں مختار ہیں (مذکور) ائمہ کا منکر مخالف کافر مرتد ہے (حیات القلوب) پوری سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر کیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ کیا امامت کا یہ تصور قرآن و

سنت کے خلاف نہیں ہے' اکبر الہ آبادی نے خوب کہا ہے ۔

سر رشتہ توحید جو ہم سے چھوٹا
آپس ہی کی خانہ جنگیوں نے لوٹا
قرآن کی عظمت کو مٹانے کے لئے
ہر سمت سے راویوں کا لشکر ٹوٹا

اور اللہ معاف فرمائے ان بارہ اماموں میں سے "ایک تو ایسا نکلا کہ پیدا ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ساری امت کو چھوڑ کر اصلی قرآن بغل میں دبایا اور ہمیشہ کے لئے غار سامرہ میں غائب ہو گیا' کم و بیش ہزار سال سے دنیا اس کا انتظار کر رہی ہے' دنیا تباہ ہو رہی ہے امت بڑی بڑی آفات میں گرفتار ہے مگر وہ ہیں کہ باہر نکلنے کا نام ہی نہیں لیتے یہ دیو مالائی عقیدہ بھی خوش اعتقادی کا عجیب و غریب نمونہ ہے (۳۱)

علیہ السلام جس طرح ان حضرات کے ناموں کے شروع میں امام کا لفظ بولا جاتا ہے اسی طرح ان کے آخر میں "علیہ السلام" بھی کہا جاتا ہے اگرچہ اس کا معنی تو صرف یہ ہے کہ اس پر سلامتی ہو اور سلامتی کی دعا تو ہر مومن کے لئے کی جا سکتی ہے مگر ہماری کچھ مخصوص اصطلاحات ہیں جن سے مراتب کا فرق ظاہر ہوتا ہے اور کسی نے خوب کہا ہے ۔ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی ' اگر تم مراتب میں فرق نہیں کرو گے تو زندیق بن جاؤ گے ۔

اس لئے جب ہم حضور کا نام نامی لیتے ہیں تو صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں بقیہ انبیاء کے ساتھ علیہ السلام کہتے ہیں ' صحابہ کے اسماء گرامی کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور امت کے عام بزرگوں اور اہل ایمان کے ساتھ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اور ان اصطلاحات میں ہم اتنا اہتمام کرتے ہیں کہ کسی زندہ کے نام کے ساتھ "رحمہ اللہ تعالیٰ" نہیں لکھتے آپ لکھ کر دیکھیں پھر دیکھیں آپ کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہے حالانکہ اس کا معنی تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے ' چلیں ہم تھوڑی دیر کے لئے مان لیتے ہیں کہ ان حضرات کے ساتھ "علیہ السلام" صرف تعظیم

و تکریم کے لئے بولا جاتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ اور بقیہ صحابہ کے ساتھ "علیہ السلام" نہیں بولا جاتا، اصل وجہ یہی ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک ائمہ کا مقام انبیاء کے برابر بلکہ بعض اوقات ان سے بھی زیادہ ہوتا ہے اس لئے ان کے ناموں کے ساتھ وہی دعائیہ کلمہ بولتے اور لکھتے ہیں جو حضرات انبیاء السلام کے ساتھ لکھے اور بولے جاتے ہیں۔

چوتھا پروپیگنڈا دسویں محرم کو پروپیگنڈے کے زور پر حلیم اور کھچڑے پکانے شربت پینے پلانے اور جلوس نکالنے کا دن بنا دیا گیا ہے یہاں تک کہ اب سنی لوگ بھی دسویں محرم کو یہی کچھ کرتے ہیں۔

میں اس وقت تعزیہ اور جلوس کی لمبی چوڑی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا ہوں لیکن آپ کی معلومات کے لئے یہ بتا دوں کہ شیعوں کے نزدیک تعزیوں کی آٹھ قسمیں ہیں نمبرا تعزیہ۔ ۲۔ ضریح۔ ۳۔ مہندی۔ ۴۔ ذوالجناح۔ ۵۔ تابوت۔ ۶۔ براق۔ ۷۔ تخت۔ ۸۔ علم

ہمارے سنی بھائی ذوالجناح کے گھوڑے کو بوسے دیتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں حالانکہ یہ عام طور پر مانگے تانگے کے ٹٹو ہوتے ہیں اور محرم گزرنے کے بعد ان کو دوبارہ تانگوں میں جوت لیا جاتا ہے اور وہی باوا جی سواریاں اٹھاتے پھرتے ہیں جو چند روز قبل مقدس شخصیت بنے ہوئے تھے بعض لوگ، تعزیوں کے ساتھ ایسی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں کہ شرک تک نوبت پہنچ جاتی ہے، سنیوں میں سے جو لوگ خود یہ رسمیں نہیں کرتے وہ ماتمی جلوسوں میں تو شرکت کر ہی لیتے ہیں حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث تو یہ ہے کہ "**من تشبہ بقوم فھو منھم**" اور دوسری حدیث یہ ہے کہ "**من کثر سواد قوم فھو منھم**" ان دونوں حدیثوں کے اعتبار سے ماتمی جلوسوں میں شرکت کرکے ان کی شان کو بڑھانے والے انہی میں سے شمار ہوں گے اور یہ بات سوچ لیں کہ صحابہ کے دشمنوں پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے اگر آپ بھی ان کے ساتھ ہوں گے تو آپ پر بھی اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو سکتا

ہے ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گزر ایسی بستیوں کے کھنڈرات پر ہوا جن پر عذاب آیا تھا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر چادر ڈال لی اور سواری کو بہت تیز چلا کر اس مقام سے جلدی سے گذر گئے' کیوں ؟ صرف عذاب الہی کے ڈر سے !

تم کیسے محب ہو حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ محبت کے لمبے چوڑے دعوے کرنے والو ! ایک طرف تو تم یہ کہتے ہو کہ دس محرم کو کربلا میں خاندان نبوت کے جگر گوشے بھوک اور پیاس سے تڑپ رہے تھے'

تم کہتے ہو جناب زینب کے نو اور دو برس کے صاحبزادوں نے انتہائی مظلومیت میں شہادت پائی تم کہتے ہو حضرت حسینؓ کے جسم کو نیزوں سے چھلنی کر دیا گیا اور شمر نے ان کے سینے پر بیٹھ کر سر جدا کر دیا۔

تم کہتے ہو کہ لاش مبارک سے کپڑے اتار لئے گئے اور نعش کو گھوڑوں تلے روندا گیا

تم کہتے ہو نبی زادیوں کی چادریں چھین لی گئیں اور ان کی بے حرمتی کی گئی
تم کہتے ہو تین سال کی سکینہ کے منہ پر طمانچے مارے گئے
تم کہتے ہو علی اکبر اور علی اصغر کو تڑپایا گیا
تم کہتے ہو خیموں میں آگ لگا دی گئی اور پاکیزہ خواتین خاک بسر ہوئیں
تم مجلسوں میں رو رو کر بتاتے ہو کہ یہ سب کچھ دس محرم کو ہوا
اور پھر سنگدل عاشقو ! جھوٹے محبو ! حرص و طمع کے عادی ہرجائیو !
تم دس محرم الحرام ہی کو کھچڑے اڑاتے ہو ؟
حلیم اور کھچڑے پکاتے اور کھاتے ہو ؟
شربت پیتے اور پلاتے ہو ؟

تم تو اپنی تقریروں میں حضرت اویس قرنیؒ کا واقعہ بڑی سر لگا کر بیان کرتے ہو کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کی شہادت کا سن کر اپنے

ہے کہ ان لوگوں کو مت چھیڑا کرو مگر تم باز نہیں آتے' اب جواب کیوں نہیں دیتے' خاموش کیوں ہو (حسن العزیز)

قبر اور کتا! واجد علی شاہ سواری پر چلے جا رہے تھے' ایک سنی خدمت گار ساتھ تھے اور قبرستان پر گزر ہوا' ٹوٹی پھوٹی قبریں تھیں ایک قبر پر کتا ٹانگ اٹھائے پیشاب کر رہا تھا' واجد علی شاہ قرائن سے سمجھے کہ ایسے قبرستان سنیوں ہی کے ہو سکتے ہیں کیونکہ شیعوں کے قبرستان پر تکلف ہوتے تھے اس لئے کہ انہی کی حکومت تھی اور یہ لوگ اکثر روپے پیسے والے بھی ہوتے ہیں' واجد علی شاہ نے اس سنی سے کہا کہ یہ قبر کسی سنی کی معلوم ہوتی ہے' اس سنی نے جواب دیا کہ جی حضرت صحیح ہے بجا فرمایا جب ہی تو رافضی کتا اس پر پیشاب کر رہا ہے' کیا ٹھکانہ ہے اس دلیری کا بادشاہ کی بھی پرواہ نہ کی' فوراً ترکی بہ ترکی جواب دیا آج کل تو مصلحت پرستی میں رہتے ہیں' یہ ان لوگوں کی حکایات ہیں جو ملازمت بھی انہیں کے یہاں کرتے تھے اور ملازمت بھی ادنیٰ درجہ کی' اب تو کوئی برابر والے کے سامنے بھی ایسی بات نہیں کر سکتا' ان لوگوں کے ایمان قوی تھے (الافاضات الیومیہ)

انسانوں کا کھانا! ایک مرتبہ حضرت مولانا شہید رحمتہ اللہ علیہ لکھنؤ تشریف لے گئے' وہاں پر قیام تھا ایک خرگوش شکار کر کے لائے وہ ایک طرف رکھا ہوا تھا ایک شیعی مجتہد بغرض ملاقات مولانا کے پاس آئے' اتفاق سے ایک کتا آیا اس نے خرگوش کو جو ذبح کیا ہوا رکھا تھا سونگھا اور ہٹ گیا' مجتہد صاحب مولانا سے کہتے ہیں کہ مولانا آپ کے شکار کو تو کتا بھی نہیں کھاتا' اس کے کہنے کی وجہ یہ تھی کہ خرگوش شیعوں کے مذہب میں حرام ہے' مولانا نے فی البدیہہ جواب دیا کہ جناب مجتہد صاحب یہ شکار کتوں کے کھانے کا نہیں ہے انسانوں کے کھانے کا ہے۔ مجتہد بیچارے کو سانس نہیں آیا' حضرت شہید صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی بیچد شمشیر تھے' ان کے یہاں تو ہزاروں کوس تک بھی مصلحت پرستی کا نام نہ تھا (الافاضات الیومیہ)

سزا! عبدالرب سے ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں سے کون حق پر تھے؟ فرمایا حضرت علی' لیکن حضرت معاویہ کی اجتہادی غلطی تھی' اس نے کہا اجتہادی غلطی ہو گر بڑے آدمی کو تھوڑی غلطی پر بھی بہت ملامت کی جاتی ہے وہ تو بڑی سزا کے مستحق ہوئے فوراً جواب دیا' جواب نہایت عمدہ ہے کہا کیا یہ تھوڑی سزا ہے کہ ہم جیسے گنہگار گندے نالائق اتنے بڑے آدمی کو کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے غلطی کی' کیا ان کے واسطے تھوڑی سزا ہے (کلمتہ الحق)

مشیر و وزیر! حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ شیخین کے وقت میں تو اختلاف نہیں ہوا آپ کے وقت میں اختلاف کیوں ہوا؟ آپؓ نے جواب دیا کہ سلطنت کا مدار وزراء پر ہوتا ہے' شیخین کے وزیر ہم تھے لہٰذا اختلاف نہیں ہوا اور ہمارے وزیر تم ہو اب جو کچھ اختلاف ہے وہ تمہاری بدولت ہے ہمارا قصور نہیں کیسا اچھا جواب ہے' بڑوں پر چھوٹوں کے کہنے کا اثر ضرور ہوتا ہے' مشاجرات صحابہ کے واقعات کیج

حوالہ جات محرم حقائق کے آئینے میں

(۱) سورۃ آل عمران
(۲) سورۃ البقرہ
(۳) بخاری مسلم
(۴) بخاری شریف
(۵) بخاری
(۶) ترمذی
(۷) ترمذیؒ ابو داؤدؒ نسائی
(۸) ترمذی
(۹) مشکوۃ شریف
(۱۰) سورۃ البقرہ
(۱۱) نبی رحمت
(۱۲) سورۃ النحل
(۱۳) مشکوۃ شریف
(۱۴) بخاری و مسلم
(۱۵) ابو داؤد
(۱۶) من لا یحضرہ الفقیہ
(۱۷) فروع کافی
(۱۸) من لا یحضرہ الفقیہ
(۱۹) مسئلہ عزاداری
(۲۰) مجاہد اعظم
(۲۱) تاریخ مذہب شیعہ
(۲۲) البدایہ و النہایتہ
(۲۳) شرح نہج البلاغہ
(۲۴) رجال کشی، جلاء العیون
کشف الغمہ الارشاد، مروج الذہب،
حیات القلوب، منتہی الامال
(۲۵) اخبار الطوال
(۲۶) تذکرہ الائمہ فی معرفۃ الائمہ
(۲۷) صحیح بخاری
(۲۸) البدایہ و النہایتہ، طبری،
طبقات ابن سعد، مکتوبات حضرت مدنیؒ
(۲۹) مقدمہ ابن خلدون
(۳۰) منہاج السنتہ
(۳۱) البدایہ و النہایتہ
(۳۲) جلاء العیون و منتہی الامال
(۳۳) طبری
(۳۴) جلاء العیون
(۳۵) الاصابہ فی تمیز الصحابتہ

(۳۶) طبری

(۳۷) جلاء العیون – مجلسی

(۳۸) وفیات الاعیان ابن خلکان

(۳۹) حق الیقین

(۴۰) فروع کافی

(۴۱) رفقائے نبیؐ

چشم اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفل ہستی کو ضرورت تیری

زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری
کوکب قسمت امکاں ہے خلافت تیری

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

(علامہ محمد اقبال متوفی ۱۹۳۸ء)

"علماء نے امامت کی دو قسمیں بیان کی ہیں نماز کی امامت کو وہ امامت صغریٰ کہتے ہیں اور علی منہاج السنتہ مسلمانوں کی امارت اور حکمرانی کو وہ امامت عظمیٰ کا نام دیتے ہیں ' حیرت اور تعجب ہے ہماری حالت پر کہ ہم امامت صغریٰ کے حصول کے لئے تو بے حد کوشش کرتے ہیں ' اس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے تیار رہتے ہیں اس کے لئے امت کو لڑاتے ہیں ' تفرقہ بازی کرتے ہیں ' مسجدوں پر قبضے کرتے ہیں ' امام کے اندر اگر ذرا سی بھی کمزوری ہو تو بیخ پا ہوجاتے ہیں ' لیکن اللہ کے بندو! امامت عظمیٰ کے لئے تم ہر کس و ناکس پر راضی ہوجاتے ہو ' اس کے لئے قربانی دینے کی بات کی جائے تو تمہارے جسم پر رعشہ طاری ہوجاتا ہے حالانکہ امامت صغریٰ سے تو دین کے صرف ایک جزو پر عمل ہوسکتا ہے ' دین کے بڑے حصے سے تو تم محروم رہ جاتے ہو ' اصل میں امامت عظمیٰ کی اہمیت اور عظمت ہی تمہارے دلوں سے نکل گئی ہے تم امامت صغریٰ پر قناعت کرچکے ہو
خدارا! اٹھو کیونکہ یہ اٹھنے کا وقت ہے 'جاگو کیونکہ جاگنے کا وقت ہے ' سوشلزم کی ناکامی کا اعتراف خود اس کے علمبرداروں نے کرلیا ہے ' جمہوریت کے نقائص کا اعتراف مغرب میں ہورہا ہے ' انسان کسی نئے نظام کی تلاش میں ہے آگے بڑھو اور مغرب و مشرق کے سامنے نظام خلافت پیش کرو کیونکہ یہی نظام ہر دور کے انسان کے دکھوں کا مداوا کرسکتا ہے ۔"

خلافت

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد ‘

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ۝ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ۝ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَ مَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۱)

تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرما دے گا جیسا ان سے پچھلے لوگوں کو حکومت دی تھی ‘ اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل بالامن کر دے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور جو شخص بعد اس کے ناشکری کریگا تو یہ لوگ بے حکم ہیں۔

وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (۲)

اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب۔(۲)

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (۳)

اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی خواہش کی پیروی مت کرنا کہ وہ خدا کے راستے سے تم کو بھٹکا دے گا۔(۳)

عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یُّهۡلِکَ عَدُوَّکُمۡ وَ یَسۡتَخۡلِفَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرَ کَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ (۴)

بہت جلد تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردیں گے اور بجائے ان کے تم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیں گے پھر تمہارا طرز عمل دیکھیں گے۔(۴)

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ فَمَنۡ کَفَرَ فَعَلَیۡهِ کُفۡرُهٗ ؕ وَ لَا یَزِیۡدُ الۡکٰفِرِیۡنَ کُفۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ اِلَّا مَقۡتًا ۚ وَ لَا یَزِیۡدُ الۡکٰفِرِیۡنَ کُفۡرُهُمۡ اِلَّا خَسَارًا (۵)

وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا سو جو شخص کفر کریگا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑیگا اور کافروں کے لئے ان کا کفر ان کے پروردگار کے نزدیک ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے اور کافروں کے لئے ان کا کفر ہی خسارہ بڑھنے کا باعث ہوتا ہے۔(۵)

ثُمَّ جَعَلۡنٰکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ لِنَنۡظُرَ کَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ (۶)

پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو آباد کیا تاکہ ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو۔(۶)

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَ اَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ ۚ وَ اَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡهِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ (۷)

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے پیغام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے کو نازل کیا تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں شدید ہیبت ہے اور لوگوں کے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں۔(۷)

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ (۸)

یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں۔(۸)

برادران اسلام!

یوں تو اس کائنات میں بے شمار عجائبات ہیں جن کے بارے میں انسان بے پناہ سائنسی ترقی کے باوجود حیرت اور استعجاب میں مبتلا ہے لیکن ان تمام عجائبات میں سے سب سے بڑا عجوبہ خود انسان ہے۔

کسی نے انسان کی کرتوتوں کو دیکھا تو اسے شیطان کہدیا۔

کسی نے اس کے کمالات کو دیکھا تو اسے بھگوان کہدیا۔

کسی کو وہ خیر کا پتلا نظر آتا ہے کسی کو وہ شر کا مجسمہ دکھائی دیتا ہے۔

کسی نے اسکی کمزوریوں کو دیکھا تو کہا کہ ضعیف البنیان ہے۔

کسی نے اس کے کارناموں کو دیکھا تو کہا کہ مخفی قوتوں کا جہان ہے۔

کسی نے کہا ہمالیہ ہے کسی نے کہا ذرہ ہے۔

کسی نے کہا دریا ہے کسی نے کہا قطرہ ہے۔

کسی نے کہا شعلہ ہے کسی نے کہا شبنم ہے۔

کسی نے کہا خاک ہے کسی نے کہا آسمان ہے۔

اس کی زندگی کے مقاصد پر بحث ہوئی تو ایک نے کہا کہ انسان کا مقصد حیات یہ ہے کہ کھائے پئے اور مرجائے۔

اکبر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

ایہہ جہان مٹھاتے اگلا کس نہ ڈٹھا

دوسرے نے کہا کہ انسانی زندگی صرف گھیان دھیان کے لئے ہے انسان پر لازم ہے کہ وہ اہل و عیال اور مال و منال کو چھوڑ کر جنگل میں بسیرا کرلے کسی پہاڑ کی غار میں ٹھکانہ بنالے اور اللہ تعالی کی تمام نعمتوں سے کنارہ کش ہو کر عبادت و ریاضت میں زندگی گزار دے۔

تیسرے نے کہا کہ انسان تو صرف سائنسی تحقیقات، علمی انکشافات اور نئی نئی ایجادات

کے لئے پیدا ہوا ہے اسکا نصب العین صرف یہ ہے کہ وہ اس نظر آنے والی دنیا کی بکھری ہوئی زلفوں کو سنوارے۔

قرآن کا جواب!

مگر میں جب کلام اللہ سے پوچھتا ہوں کہ اے خالق کائنات کی سچی کتاب اے حقائق کے بند دروازے کھولنے والی کلید لاجواب! تو بتا کہ انسان کیا ہے کہاں سے آیا ہے" اسے کہاں جانا ہے اس کی زندگی کا پروگرام اور نصب العین کیا ہے۔

قرآن مجید مجھے انسان کے بارے میں تمام سوالوں کے جوابات بڑی وضاحت سے دیتا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ انسان پر ایک دور وہ تھا جب انسان کچھ بھی نہ تھا۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا — بیشک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا۔(۹)

قرآن انسان کے مادہ تخلیق کے بارے میں بتاتا ہے۔

مَّذْكُوْرًا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا(۹) — ہم نے اسکو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں تو ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔

قرآن انسان کے موت و حیات کے مرکز کی نشاندھی کرتا ہے۔

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ — فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اس میں سے پھر پیدا ہونا ہے"(۱۰)

قرآن انسانی مزاج کے بارے میں کہتا ہے۔(۱۱)

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ — انسان جلدی کا بنا ہوا ہے۔

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ — اور نفوس کو حرص کے ساتھ اقتران ہوتا ہے۔

قرآن انسان کی بے مروتی اور زود فراموشی کا حال یوں بیان کرتا ہے۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا — اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو

لِجَنْبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ (۱۱) پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی بیٹھے بھی کھڑے بھی پھر جب اس کی وہ تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت پر آجاتا ہے کہ گویا جو تکلیف اسکو پہنچی تھی اس کے ہٹانے کے لئے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔(۱۱)

قرآن اس کائنات اور انسان کے انجام کے بارے میں بتاتا ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (۱۲) ہر چیز حلاک ہونے والی ہے سواء اس کی ذات کے اسی کے لئے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے

میں جب قرآن سے انسان کے مقام اور نصب العین اور پروگرام کے بارے میں سوال کرتا ہوں تو قرآن دو لفظوں میں جواب دے کر کوزے میں دریا بند کردیتا ہے قرآن کہتا ہے کہ انسان عبد بھی اور خلیفہ بھی اس کی ساری زندگی کا محور اور مقصد عبادت و خلافت ہے۔

پہلا محور

جہاں تک عبادت کا تعلق ہے کتاب و سنت میں ایسے بے شمار ارشادات ہیں جن میں عبادت کو انسانی زندگی کا محور ٹھہرایا گیا ہے اور عبادت کی بار بار تلقین کی گئی ہے۔

سورۃ ذاریات میں ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔

سورۃ حجر میں ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ

الْيَقِيْنُ آپ کو موت آجاوے۔

سورۃ الانبیاء میں ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِ

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کیا کرو۔

عبادت انسان کی فطرت میں داخل ہے اسلئے کہ انسان مخلوق ہے۔ محتاج ہے کمزور ہے اور محتاج کا کام غنی کے سامنے کیا ہوتا ہے؟ محتاج کا کام یہ ہے کہ وہ غنی کے سامنے جھکے، اور اس کے آگے سجدہ کرے، اس لئے کہ اگر ہمارے پاس سب کچھ ہو، تو ہمیں اس سے مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تبھی حاجت مندی اس کے سامنے لے جاتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ موجود نہیں۔

ایک فقیر آپ سے تب ہی سوال کرے گا کہ اس کے پاس دولت نہ ہو، اگر اس کے پاس دولت ہو، اسے سوال کرنے کی کیا ضرورت پڑی؟ تو محتاج ہاتھ پھیلائے گا، غنی نہیں، زندگی ہماری قبضے میں نہیں تھی، ہم نے ہاتھ پھیلایا کہ اے اللہ! ہمیں زندگی عطا کر اس نے دے دی۔

زندگی آنے کے بعد اس کا باقی رکھنا ہمارے قبضے میں نہیں، اگر ہمارے قبضے میں ہوتا، تو کبھی نہ مرتے، مگر مرنا پڑتا ہے، معلوم ہوا ہمارے ہاتھ میں زندگی نہیں، ہم دعائیں مانگتے ہیں کہ یا اللہ ہماری زندگی طویل کردے عملی دعا مانگتے ہیں۔ یعنی ان اسباب کو اختیار کرتے ہیں جن سے زندگی باقی رہے، کھاتے پیتے، دوائیں استعمال کرتے ہیں، یہ عملی دعا ہے، اور زبان سے بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں زندہ رکھ، یہ کیوں مانگتے ہیں؟ محتاجگی ظاہر کرنے کو، کہ وہ غنی ہے، ہم محتاج ہیں، محتاج کا کام جھکنا ہے، تو مخلوق خالق کی محتاج ہوتی ہے اس کا فریضہ ہے کہ وہ جھکے۔

اور جھکنا بھی معمولی درجہ کا نہیں، بلکہ انتہاء درجے کا جھکنا ہے، یعنی ایسی ذلت ظاہر کرے، کہ ایسی ذلت کسی کے آگے ظاہر نہ کرسکے، اس لئے کہ وہ خالق ہے کہ اس کی عزت کی کوئی انتہاء نہیں، تو اس کے سامنے ذلت بھی ایسی پیش کرنی چاہئے کہ اس ذلت کی بھی کوئی انتہاء نہ ہو، اس انتہائی ذلت کو پیش کرنے کا نام، اسلام کی زبان میں عبادت ہے، عبادت غایت تذلل کو کہتے ہیں۔ اور اگر آپ غور کریں تو یہ انتہائی ذلت آدمی نماز میں ہی ظاہر کرسکتا ہے، کسی اور عبادت سے ظاہر نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ انتہائی تذلل کی جتنی مثالیں ہیں، وہ ساری نماز کے اندر موجود ہیں۔ نوکروں کی طرح ہاتھ باندھ کر گردن جھکا کر کھڑے ہونا۔ پھر اتنی ذلت پر قناعت نہیں، رکوع کرکے گردن جھکادی، اور زیادہ ذلت کا اظہار کیا، پھر اسی پر قناعت نہیں، سب سے زیادہ عزت کی چیز انسان میں ناک اور پیشانی ہے، اسے سجدے میں جاکر زمین پر رگڑنا ہے کہ اے اللہ، تیری عزت کے سامنے میں اپنی انتہائی ذلت پیش کرتا ہوں، پھر اس پر بس نہیں، اور میں بھیک مانگتا ہوں کہ اے اللہ! مجھے نیکی دے، رزق دے، وغیرہ وغیرہ، بھیک مانگنے سے زیادہ کسی چیز میں ذلت نہیں ہوتی، تو سجدے کے بعد اخیر میں دعائیں مانگی جاتی ہیں، تو مقصود یہ نکلا کہ مخلوق اپنے خالق کے آگے جھکے، انتہائی ذلت کا اظہار کرے اور وہ نماز کے اندر ہوتی ہے، تو نماز کا فریضہ عائد ہوا، جس سے آدمی عبادت کرسکتا ہے نماز کے سوا حقیقتاً عبادت کی کوئی چیز نہیں ہے، جس سے عبادت کی جاسکے، اس لئے کہ عبادت کے معنی انتہائی ذلت پیش کرنے کے ہیں، یہ نماز ہی میں ہے اور کسی عبادت میں نہیں ہے، مثلاً آپ زکوۃ یا صدقہ دیں، یہ حقیقی طور پر عبادت نہیں، اس میں ذلت کا اظہار تھوڑا ہی ہے، اس میں تو اللہ کے ساتھ مطابقت پیدا کرنا ہے، کہ جیسے اللہ مخلوق کو دیتا ہے، آپ بھی غریب کو دیتے ہیں۔ تو دینا اور احسان کرنا ذلت نہیں، بلکہ انتہائی عزت کی بات ہے، یہ خدائی کام ہے،

تو زکوٰۃ و صدقہ دینا اپنی ذات سے عبادت نہیں ' چونکہ اللہ نے حکم دیا ایسا کرو ' تعمیل حکم کی وجہ سے اس میں عبادت کی شان پیدا ہو گئی ۔ ورنہ اپنی ذات سے عبادت نہیں

اسی طرح آپ روزہ رکھیں ' روزہ اپنی ذات سے عبادت نہیں ' اس لئے کہ روزے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کھانے پینے اور بیوی سے بے نیاز ' سب سے مستغنی ۔ تو یہ شان اللہ کی ہے کہ کھانے پینے اور بیوی سے بری و بالا ہے اللہ سے مشابہت پیدا کرنا ' یہ ذلت کی بات تھوڑا ہی ہے ' تو روزہ عین عزت ہے ' پھر بھی روزہ عبادت بنا کہ حکم ہے کہ روزہ رکھ ' تعمیل حکم کی وجہ سے عبادت بن گیا۔ ہم سچ بولنے کو عبادت کہتے ہیں ' لیکن سچ بولنا اپنی ذات سے عبادت نہیں ' کیونکہ سچ بولنا اللہ کا کام ہے ' وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا اللہ سے زیادہ کس کا قول سچا ہے ۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے ' جو سچ بولے ' وہ ذلت کا کام تھوڑا ہی کررہا ہے ' وہ تو انتہائی عزت کے مقام پر ہے ' عبادت اس وجہ سے ہے کہ حکم خداوندی ہے کہ سچ بولو ' جھوٹ مت بولو ' تعمیل حکم کی وجہ سے اس میں شان عبادت پیدا ہو گئی ' ان تمام چیزوں میں سے کوئی چیز اپنی ذات سے عبادت نہیں ۔ یہ نیت اور مقاصد کی وجہ سے عبادت بن گئی ' ہیں ۔ لیکن نماز میں جتنے افعال ہیں ان میں اپنی ذات کی وجہ سے اظہار ذلت ہے ' کھڑے ہونا ' جھک جانا ' سجدہ کرنا ' دعائیں کرنا ' بھیک مانگنا سب ذلت کا اظہار ہے ' اس لئے اپنی ذات سے جو چیز عبادت ہے وہ صرف نماز ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ نماز اللہ نے فقط انسان پر نہیں ' کائنات کے ذرے ذرے پر فرض کی ہے ۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ۔ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَ تَسْبِیْحَہٗ ہر چیز نے اپنی نماز اور تسبیح پہچان لی ۔ معلوم ہوا درخت ' پہاڑ ' جانور ' سب ہی نماز پڑھتے ہیں '

سب پر نماز واجب ہے' فرق اتنا ہے کہ انسان کو خطاب کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں عقل ہے' اور مخلوقات کو خطاب نہیں کیا گیا' مگر بنایا ایسے گویا وہ نماز پڑھ رہے ہیں ۔ جیسے علماء لکھتے ہیں کہ جتنے درخت ہیں' ان کی نماز میں قیام ہے' رکوع و سجدہ نہیں گویا ایک پیر پر کھڑے ہوئے نماز میں مصروف ہیں' رکوع سجدے کی اجازت نہیں ہے ' چوپائے' جو چار پیروں سے چلتے ہیں۔ ان کی نماز میں رکوع ہے۔ ان کو ایسی ہیئت سے اللہ نے بنایا' کہ وہ ہروقت رکوع میں ہیں۔ سجدہ و قیام ان کی نماز میں نہیں ہے ' پہاڑوں کو اس طرح بنایا جیسے آدمی تشہد میں بیٹھتا ہے' گویا پہاڑ زمین پر گھٹنے ٹیکے ہوئے التحیات میں مصروف ہیں۔ ان کی نماز میں قعدہ ہے قیام رکوع اور سجدہ نہیں ہے' حشرات الارض جیسے سانپ بچھو' ان کی نماز میں سجدہ ہے نہ رکوع ہے نہ قیام' یہ گویا ہر وقت اوندھے پڑے ہوئے اللہ کے سامنے سجدے میں مصروف ہیں' چاند' سورج یا آجکل کے قول کے مطابق زمین گردش میں ہے' یہ گردش سے اللہ کی عبادت کررہے ہیں حرکت دوری ان کی نماز ہے۔ اسی طرح سے جنت و دوزخ کی نماز دعا مانگنا ہے' حدیث میں ہے کہ جنت یہ سوال کررہا ہے' اے اللہ! قیامت کے دن مجھے بھر دیجئے' میرے محلات خالی نہ رہیں جہنم بھی کہتا ہے کہ مجھے بھر دیجئے' اور اللہ کا وعدہ ہے' قیامت کے دن دونوں کو بھر دیا جائے گا وعدہ پورا کیا جائے گا۔ جب تک نہیں بھریں گے' جہنم پکارتا رہے گا۔ **ھَلْ مِنْ مَزِیْد ھل من مزید**' چاند' سورج ' پہاڑ' دریا' مٹی سب جھونک دیئے جائیں گے' پھر بھی وہ کہے گا' **ہل من مزید**' جب ان سب چیزوں سے نہیں بھرے گا' تو حدیث میں ہے' حق تعالیٰ جہنم کے منہ پر پیر رکھ دیں گے۔ جیسا پیر ان کی شان کے مناسب ہے،اس وقت جہنم کہے گا کہ بس! بس! اب میں بھر گیا ہوں اور وعدہ پورا ہوگیا۔

جنت میں سارے جنتی داخل ہوجائیں گے' پھر بھی اس کے شہر اور بستیاں خالی

رہ جائیں گی، تو ایک مستقل مخلوق پیدا کی جائے گی، جس سے جنت آباد کی جائے گی، تو جنت و جہنم کی نماز دعا مانگنا ہے، فرشتوں کی نماز صف بندی ہے، کہ صفیں باندھ کر کھڑے رہیں۔ انسان اور بالخصوص مسلمان کی نماز میں ساری کائنات کی نمازیں اللہ نے جمع کر دیں، درختوں کا سا قیام، چوپایوں جیسا رکوع، حشرات الارض جیسا سجدہ، جنت و جہنم جیسی دعا، پہاڑوں جیسا تشہد، فرشتوں کی سی صف بندی، اور چاند و سورج یا زمین کی گردش بھی نماز میں ہے۔ اس واسطے کہ کوئی نماز دو رکعت سے کم نہیں ہے۔ دو، تین، یا چار رکعت کی ہے، آپ ایک رکعت پڑھ کر کیا کام کرتے ہیں جو کام پچھلی رکعت میں کیا تھا، وہی کام دوسری، تیسری اور چوتھی میں کرتے ہیں، وہی الحمد، سورت اور تسبیحات وغیرہ اس لئے گردش اور دوران نماز کے اندر ہے۔

جیسے انسان کو اللہ نے ایک جامع حقیقت بنایا، عبادت بھی جامع دی، آپ کی عبادت میں ساری کائنات کی عبادتیں جمع ہو گئیں، اس سے دین کا کمال بھی واضح ہوتا ہے۔ پچھلے ادیان میں ایسی نمازیں نہیں تھیں، کسی قوم کو فقط سجدے، کسی کو فقط قیام، کسی کو فقط رکوع کی نماز دی گئی، لیکن اسلام کی نماز میں ساری قوموں کی نمازیں جمع ہیں۔ ساری اقوام اور ساری مخلوقات کی نمازیں جمع ہو گئیں تو نماز ایک جامع ترین عبادت ہے۔ بلکہ نماز ہی عبادت ہے اور چیزیں تعمیل حکم کی وجہ سے عبادت بن جاتی ہیں، تو انسان پر ایک فریضہ جو عائد ہوتا ہے، وہ نماز کا ہے، اس لئے کہ جب وہ مخلوقات کے سارے نمونے اپنے اندر رکھتا ہے، تو سارے نمونوں کی ذلت و عبادت اللہ کے سامنے پیش کرنا اس کے لئے ضروری ہے، اس لئے انسان کی زندگی کا ایک مقصد تو عبادت ہے۔

دوسرا محور

انسانی زندگی کا دوسرا محور اور مقصد خلافت ہے، کیونکہ یہی انسان جیسے مخلوق کے

نمونے رکھتا ہے خالق کے نمونے بھی رکھتا ہے اس پر یہ فریضہ بھی عائد ہوا کہ جو کام خالق کرتا ہے' یہ بھی وہ کرے' خالق کا کام کیا ہے؟ اپنی مخلوق کو پالنا' اس کی تربیت کرنا' اس کو ہدایت کرنا' اس نے رزق پیدا کیا' تاکہ مخلوق پلے' اس نے مخلوق کو تعلیم دی' تاکہ اپنے بھائیوں پر رحم کرے جیسے میں رحم کرتا ہوں' جیسے میں تمہیں راستہ دکھاتا ہوں' تم اپنے بھائیوں کو دکھاؤ' جیسے میں تمہاری تربیت کررہا ہوں' تم بھی اپنے بچوں اور عیال کی تربیت کرو' یعنی میری طرف سے نائب بن کر وہ کام کرو' جو میرے کام ہیں' میں مدبر ہوں۔ تم بھی تدبیر کرو میں موجد ہوں تم بھی دنیا میں ایجادیں کرو۔ میرا کام ہدایت دینا ہے تم بھی دنیا کے لئے ہادی بنو۔ میرا کام احکام جاری کرنا ہے' تم بھی میرے نائب بن کر احکام جاری کرو۔ حاصل یہ نکلا کہ ایک فریضہ انسان پر عبادت کا اور ایک فریضہ خلافت کا عائد ہوتا ہے۔ ایک طرف جھک کر عبادت کرے گا' اور ایک طرف تخت خلافت پر بیٹھ کر اللہ کا نائب بن کر اس کی کائنات میں تصرفات کرے گا۔

ملکوں کو فتح کرے گا' دنیا میں ہدایت پھیلائے گا' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے گا' یہ اللہ کا کام ہے' لیکن نائب بن کر یہ بھی کرے گا' انبیاء علیہم السلام دنیا میں اللہ کے نائب بن کر آتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں' حق تعالیٰ کائنات کے مربی ہیں' تو انبیاء بھی مخلوق کی روحوں کی تربیت کرتے ہیں' اللہ معلم ہے جو انبیاء کو تعلیم دیتا ہے' اس لئے انبیاء بھی تعلیم دیتے ہیں' تاکہ دنیا میں علم پھیل جائے اللہ کے احکام جاری کرتے ہیں' قصاص لیتے ہیں' شراب خوری پر درے لگاتے ہیں' تو انبیاء اللہ کے اولین نائب ہیں پھر انبیاء کے نائب ان کے صحابہ ہوتے ہیں' پھر صحابہ کے نائب تابعین ہوتے ہیں' تابعین کے نائب تبع تابعین ہوتے ہیں' اخیر تک سلسلہ پہنچ جاتا

ہے ' علماء ربانی ' مشائخ حقانی اور سچے درویش و صوفی ' جو مخلوق کو سیدھا راستہ دکھاتے ہیں ' یہ خلافت کا کام ہے ' حضرات خلفائے راشدین نے سلطنت بھی کر کے دکھائی ' خلافت کی گدی پر بیٹھ کر ملکوں کو بھی فتح کیا ' مگر ملکوں پر اس لئے قبضے نہیں کئے کہ ان میں سے کچھ کھانا پینا مقصود تھا ' اس لئے فتح کیا تاکہ مخلوق کو سیدھے راستے پر چلائیں ۔ خلافت کے کام سرانجام دیتے جب وقت آتا تو مسجد میں جاکے سجدے کرتے ' اور عبادت کا کام سرانجام دیتے ' تو ایک طرف عبادت اور ایک طرف خلافت کررہے ہیں ۔

اس لئے صحیح معنوں میں انسان وہ ہے جو اپنی ذات کو اپنے پروردگار کے سامنے جھکادے ' اور عبادت میں آگے بڑھے ' کہ اس کی ناک ۔ پیشانی ' ہاتھ ' پیر ' اس کی روح اور خیال بھی اللہ کے سامنے ذلیل بن کر جھک جائے ' یہ کام اپنی ذات کے لئے نہیں ہوگا ' یہ عبادت ہے ' دوسرا فریضہ یہ ہے کہ تخت خلافت پر بیٹھ کر دنیا سے برائیوں کا خاتمہ کرے ' اس لئے نہ فقط عبادت اور نہ فقط خلافت مقصد زندگی ہیں بلکہ دونوں مقصود ہیں ۔

ہمارے سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے پیدا کیا ' تو سب سے پہلے ملائکہ سے بھی بات فرمائی اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً میں زمین میں اپنا ایک نائب اتارنے والا ہوں ' آدم علیہ السلام نائب کس چیز میں تھے ؟ عبادت میں تو نائب نہ تھے ' عبادت اللہ کا کام تھوڑا ہی ہے ' وہ تو معبود ہے ' عبادت سے بری ہے ' عابد نہیں ہے ' لیکن عالم کو درست رکھنے ' اس کی تربیت اور اصلاح کے لئے خلافت دی ' مگر یہ خلافت وہ انجام دے گا ' جو پہلے عبادت کرکے اپنے آپ کو درست کرے ' پہلے اللہ کے سامنے جھک کر اپنے اخلاق درست کرے ' اپنے اندر نیاز مندی اور بندگی کی شان پیدا کرے ' اس میں تواضع و خاکساری اور للّٰہیت بھی ہو ' نہ غرور و تکبر رہے '

نہ حرص و لالچ رہے ' بلکہ اس میں غنا اور ایثار ہو ' مخلوق کی خدمت کا جذبہ اس میں ہو ' یہ جذبات عبادت کرنے سے پیدا ہوتے ہیں عبادت کرکے جب جذبات پیدا ہو گئے ' اب وہ نائب خدا بن گیا ' اب وہ دوسروں کی اصلاح کرے گا ' تو مقصد زندگی دو چیزیں نکل آئیں ' ایک عبادت دوسرے خلافت۔ (۱)

تکمیل ایمان کے لئے عبادت و خلافت دونوں ضروری ہیں

اسی واسطے ایمان کے دو رکن فرمائے گئے۔ اَلتَّعظِیمُ لِاَمرِ اللّٰہِ۔ وَالشَّفقَۃُ عَلٰی خَلقِ اللّٰہِ اللہ کے امر کی تعظیم کرنا اور اسکے سامنے جھک جانا۔ دوسرے اس کی مخلوق پر شفقت اور اس کی خدمت کرنا۔ دونوں باتوں سے مل کر ایمان بنتا ہے ایک شخص چوبیس گھنٹے مسجد میں رہے۔ مخلوق چاہے جیئے یا مرے ' اسے کوئی پرواہ نہیں اس کا آدھا ایمان ہے ' اور ایک شخص رات دن مخلوق کی خدمت میں انجمنوں کے ذریعے لگا ہوا ہے مگر مسجد میں جانے کا نام نہیں لیتا اس کا آدھے سے بھی کم ایمان ہے اسلئے کہ خلافت کا کام تو انجام دیا مگر عبادت چھوڑ دی انسان مکمل تب ہوگا جب ایک طرف عابد و زاہد ہو اور ایک طرف خلیفہ خداوندی ہو ایک طرف وہ کام کرے جو مخلوق کے کرنے کا ہے وہ عبادت ہے اور ایک طرف وہ کام کرے جو خالق کا ہے اور وہ تربیت ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی یہی زندگی ہے ' راتوں کو دیکھو تو تہجد پڑھتے پڑھتے حضورؐ کے قدموں پر ورم آجاتا تھا دن میں دیکھو تو مخلوق کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں ہدایت و تبلیغ فرما رہے ہیں دنیا کے بادشاہوں کے نام خطوط جاری فرمارہے ہیں جن میں اسلام کی دعوت دی جارہی ہے۔ سفر فرمارہے ہیں ' کبھی طائف میں ہیں ' کبھی مدینہ میں ہیں تاکہ خلق خدا نیک راستے پر آجائے ' یہ خلافت کا کام ہے۔ مسجد نبوی میں جس طرح آپؐ نماز پڑھتے اسی طرح سے آپؐ مقدمات کے فیصلے بھی فرماتے مسجد میں جیسے عبادت

ہوتی، ویسے درس و تدریس کے ذریعے تعلیم بھی ہوتی، یہ خلافت کا کام تھا۔ نماز پڑھنا ، تلاوت کرنا، سجدے کرنا یہ عبادت کا کام تھا۔

یہی شان صحابہ کرام کی ہے کہ ایک طرف تخت خلافت پر بیٹھ کر مخلوق خدا کی اصلاح اور ایک طرف بوریا اور چٹائی پر بیٹھ کر اللہ کے سامنے عجز و نیاز سے سر جھکا دیتا۔

فارس میں جب جنگ ہوئی تو صحابہ کرامؓ کی تعداد کل تیس یا تینتیس ہزار تھی فارسیوں کا تین لاکھ کا لشکر تھا پھر فارس کی فوجیں کیل کانٹے سے مسلح، وردیاں، غذائیں اور رسدان کی باقاعدہ، یہ تو اہل فارس کی شان، اور ادھر صحابہ کرام محض درویشوں کا ایک لشکر، وردی تو یہ ہے کہ کسی کے پاس کرتہ ندارد ہے۔ تو کوئی لنگی باندھے ہوئے ہے، کسی کے پاس لمبا کرتہ، کسی کے سر پر پگڑی نہیں تو رسی باندھ رکھی ہے، کسی کے ہاتھ میں نیزہ، کسی کے ہاتھ میں تلوار، کسی کے ہاتھ میں خنجر، ہتھیار، لباس، نہ غذائیں کچھ بھی باقاعدہ نہیں، درویشوں کا لشکر ہے مگر کیفیت یہ تھی ۔ لاکھوں فارسی آتے تھے۔ جب صحابہ بھوکے شیروں کی طرح پڑتے تھے وہ بلیوں کی طرح سے بھاگتے تھے، اور یہ غالب تھے پورے فارس میں تہلکہ مچ گیا۔ فارس کا سب سے بڑا سپہ سالار رستم تھا۔ آپ نے رستم پہلوان کا نام سنا ہوگا۔ وہ کمانڈر انچیف تھا اس نے تمام سرداروں اور لفٹیننٹوں کو جمع کیا، اور کہا یہ غضب کی بات ہے کہ ہمارا لشکر تین لاکھ اور عرب کے بدو کل تیس ہزار، پھر ان کے پاس سامان باقاعدہ نہیں، ہمارے پاس سامان باقاعدہ، انہیں مدد نہیں پہنچ رہی، ہمارے پیچھے پورا ملک ہے، یہ ہمارے ملک میں حملہ کرتے آئے ہیں ان کا ملک دور رہ گیا، یہ ہمارے ملک میں گھرے ہوئے ہیں مگر اس کے باوجود وہ حملہ کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے بھوکے شیر ہیں، اور تم فارسی اس طرح بھاگتے ہو جیسے لومڑیاں بھاگتی ہیں۔ آخر کیا

وجہ ہے؟ تمہارے پاس کس چیز کی کمی ہے۔

سرداروں نے کہا اے رستم! اگر آپ سچی بات پوچھیں، ہم بتلا دیں، مگر ہماری جان کی بخشش کردی جائے۔ امان دیا جائے کہ ہمیں قتل تو نہیں کیا جائے گا اس نے کہا تمہاری جان کو امان دی جاتی ہے۔

اب سرداروں نے مل کر کہا اے رستم! یہ مٹھی بھر عرب تیرے ملک پر غالب آکر رہیں گے، انہیں کا قبضہ ہوگا، انہی کی حکومت ہوگی۔ پورا ایران انکے تحت میں آئیگا یہ تمہیں ماریں گے، تم ہارو گے۔ رستم نے کہا کیوں؟

انہوں نے کہا اس وجہ سے کہ انکی شان یہ ہے۔ هُمْ بِاللَّيْلِ رُهْبَانٌ وَبِالنَّهَارِ فُرْسَانٌ دن بھر یہ گھوڑے کی پشت پر سوار جہاد میں مصروف ہیں، اور رات میں مصلے کی پشت پر سوار ہیں۔ اللہ کے آگے گڑگڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے مالک! ہم میں کوئی طاقت نہیں، طاقت والا تو ہے، ہم تیرے سپاہی ہیں، تو اگر ہمیں فتح دے گا، تو ہم فتح یاب ہو جائیں گے۔ تو ہمیں شکست دے گا، شکست کھا جائیں گے۔ ہمارے اندر کوئی طاقت اور قوت نہیں۔ قوت اور سلطنت تیری ہی ہے۔ تو رات بھر اللہ کے سامنے گڑگڑاتے ہیں عجز و نیاز سے سر زمین پر رگڑتے ہیں اور دن کو گھوڑے کی پشت پر سوار ہوتے ہیں اور ان کی کیفیت یہ ہے کہ یہ ایسے بزرگ لوگ ہیں، جس گاؤں میں جاتے ہیں اگر کھیتیاں جلی ہوئی ہوں تو سر سبز ہوجاتی ہیں یہ دوسروں کی بیٹیوں کی ایسے ہی حفاظت کرتے ہیں جیسے اپنی بہو بیٹیوں کی کرتے ہیں، اور اے رستم! تیرا یہ لشکر شرابیں یہ پیتے ہیں، جس گاؤں جا پڑتے ہیں، بہو بیٹیوں کی عزتیں برباد ہوجاتی ہیں۔ یہ اثرات تیری فوج کے ہیں اور یہ افعال ان کی فوج کے ہیں۔ تو غلبہ تجھے ہوگا یا انہیں ہوگا راتوں کو مصلے کی پشت پر یہ عبادت میں مصروف اور دنوں کو گھوڑے کی پشت پر سوار اللہ کے نائب بن کر یہ دنیا کی اصلاح کے درپے۔ تو

درحقیقت رستم اور اسکے سرداروں نے پہچانا کہ ان بزرگوں میں کیا دو چیزیں تھیں۔
ایک طرف یہ عبادت میں کامل اور ایک طرف خلافت میں کامل۔ ایک طرف سرنیاز اللہ
کے سامنے جھکا ہوا ہے ایک طرف اس کی مخلوق کی اصلاح کیلئے دنیا میں مقرر کردہ ہے
ہیں جو مفسدہ سامنے آتا ہے اسے راستے سے ہٹاتے ہیں تاکہ دین پہنچ سکے اور لوگ
دین کے اوپر غور کرسکیں۔

بہرحال جب مقصد زندگی عبادت اور خلافت نکلا' سب سے بڑے عابد دنیا میں نبی
کریمؐ تھے' اور سب سے بڑے اللہ کے نائب نبی کریمؐ تھے تو ان کی امت کو بھی عابد
اور نائب خداوندی بننا چاہیئے۔

یہ امت اسلئے آئی ہے کہ رات دن عبادات میں مصروف رہے' اور رات دن
اللہ کی' نائب بن کر اللہ کی مخلوق کی اصلاح کرے۔ یہ اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے اٹھے
اپنی زندگی اور موت کا یہ مقصد قرار دے کہ میں چاہے جیوں یا مروں' مگر خدا کا نام
اونچا ہو' تو اللہ اس قوم کو کبھی ذلیل نہیں کرے گا۔ ذلت و رسوائی جب ہوتی ہے
جب کوئی خدا کے نام کو چھوڑ کر اپنی برتری چاہے' اپنے عیش کو آگے رکھے خدا کی
طرف سے اس کی مدد نہیں ہوتی۔ اس پر دشمن اقوام مسلط کی جاتی ہیں جو اس کو
غلامی میں جکڑ بند کرتی ہیں' لیکن جو کہے مجھے ملک و دولت مقصود نہیں' مجھے اللہ کا نام
اونچا کرنا ہے' میری دولت' میری جان اور خاندان اس کیلئے وقف ہے اس نصب
العین کے تحت جو زندگی ہوگی وہ بھی باعزت ہوگی موت ہوگی وہ بھی باعزت ہوگی۔
انسان کو اصل میں عزت کی زندگی کیلئے اللہ کا نائب بنا کر بھیجا گیا ہے دنیا میں ذلیل
ہونے کیلئے نہیں بھیجا گیا۔ تو سب سے بڑے خلیفہ خداوندی اور عابد خداوندی نبی کریمؐ
ہیں' جیسے وہ سردار انبیاءؑ ہیں' یہ امت امتوں کی سردار بنائی گئی۔ اس کو خیر امت اور
افضل الامم کہا گیا' مگر افضلیت کیوں؟ کھانے پینے اور دولت کی وجہ سے نہیں اس

وجہ سے یہ ہے کہ اس کا کام یہ ہے کہ یہ دنیا کی قوموں کی اصلاح کرے۔ دنیا کی قوموں میں جو کھوٹ ہے اس کو رفع کرے اور اگر یہ دنیا کی قوموں کی نقالی کرنے لگے کہ جو کھوٹ ان کے اندر ہے وہ اپنے اندر لے لے تو پھر یہ اصلاح کیسے کرے ؟ اس کا حاصل تو یہ نکلا کہ دوسری قومیں اس پر غالب آئیں گی۔ یہ غالب نہیں آسکتی۔ یہ ایک چیز سے غالب آسکتی ہے' وہ یہ کہ کلمہ خداوندی کو اونچا کرنے کا نصب العین لے کر چلے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

"تم دنیا کی قوموں پر دولت سے غالب نہیں آسکتے' دولت دوسروں کے پاس زیادہ ہے۔ تعداد میں تم دنیا پر غالب نہیں آسکتے۔ اہل باطل کی تعداد ہمیشہ زیادہ رہی ہے اور رہے گی۔ تم اگر دنیا کی قوموں پر غالب آؤ گے تو اخلاق محمدیؐ سے غالب آؤ گے' کردار سے غالب آؤ گے' دین کو لیکر اٹھو گے تو غالب آؤ گے۔ اس لئے سب سے بڑھ کر تمہارے پاس حجت دین ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی حجت نہیں۔"

اگر آپ کسی سے بحث کریں اور یوں کہیں کہ میری عقل یوں کہتی ہے' دوسرا کہے گا میری عقل تم سے زیادہ ہے' میری عقل یوں کہتی ہے۔ لیکن اگر آپ یوں کہیں کہ یہ خدا کا حکم ہے ہم خادم ہیں' ہمیں یہ حکم پورا کرنا ہے' دنیا کی ہر قوم چپ ہو جائے گی اس سے آگے اب حجت نہیں ہے' آگے پھر زور اور طاقت ہے تو جس قوم کے ہاتھ میں خدا کا نام ہو اور خدا کی نائب بن کر آئے' وہ حجت میں بھی اور انجام میں بھی غالب ہوتی ہے۔

نبی کریمؐ نے جب نبوت کے بعد خلافت ربانی کا کام شروع کیا اور اسلام کی دعوت دی' پورا مکہ حجاز اور ساری قوم آپؐ کی دشمن تھی۔ عزیز و اقرباء دشمن صرف تین آدمی مسلمان ہوئے بوڑھوں میں صدیق اکبرؓ عورتوں میں خدیجۃ الکبریٰؓ اور لڑکوں

میں حضرت علیؓ۔ باقی سارا خاندان دشمن ۔ لیکن آپ ؐ نے کوئی پرواہ نہ کی پورے استقلال کے ساتھ اسی کلمے کو لیکر چلے تو قوت مکہ والوں کے ہاتھ میں تھی۔ تعداد ان کی زیادہ تھی۔ تیرہ آدمی جب مسلمان ہوئے تو دار ارقمؓ میں اندر سے زنجیر لگاکر نماز پڑھی جاتی تھی۔ خطرے کی وجہ سے مسلمان باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ ناداری اور مفلسی کا یہ عالم تھا کہ حضرت عمّار بن یاسرؓ کہتے ہیں "ہم دار ارقمؓ میں بند تھے۔ رات کے بارہ بجے میں پیشاب کرنے کیلئے باہر نکلا۔ صفا کی پہاڑی پر بیٹھا' پیشاب کیا' دھار جو پڑی تو ایسی کھنکھناہٹ کی آواز آئی جیسے کاغذ کے اوپر دھار گری ہے۔ میں نے پیشاب کرنے کے بعد ٹٹولا۔ معلوم ہوا چمڑے کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا تھا جس کے اوپر پیشاب گر رہا تھا۔ اس چمڑے کے ٹکڑے کو لائے اور پانی سے پاک کیا۔ کئی وقتوں کے بھوکے تھے۔ اس چمڑے کو منہ میں ڈالا جس سے تسلی ہوئی کہ میں بھی کچھ کھا پی رہا ہوں۔" یہ مفلسی اور ناداری کی کیفیت تھی تو تعداد مسلمانوں کی تیرہ اور مشرکین مکہ کی تعداد کہیں زیادہ ۔ افلاس کا یہ عالم کہ کھانے کو نہ ملے خزانے سارے ان کے ہاتھ میں ہیں مگر اس کے باوجود زندگی کا یہ مقصد تھا کہ کلمہ کو اونچا کرنا ہے' ہم خواہ مٹیں یا رہیں۔ تیرہ برس کے بعد پورا مکہ اور پورا حجاز اسلام میں داخل ہوا۔ یہی قوم جو اقلیت میں تھی اکثریت میں آگئی' وہ قوم جو بے شوکت تھی ساری شوکتیں اس کے ہاتھ میں آگئیں اور جو قومیں شیر بنی ہوئی تھیں' وہ اس کے سامنے جھک گئیں۔ اللہ کا نام لے کر کھڑے ہونے میں جب استقلال و ثبات دکھائے تو دنیا کی قومیں جھک جاتی ہیں۔ ہمیں دوسری قوموں کی دولت و عزت نہیں چھیننی۔ ہمیں تو خدا کا نام پہنچانا ہے چاہے ہم مرجائیں' مگر یہ کلمہ قبول کرو۔ اس شان سے چلیں گے دنیا کی قومیں ممنون ہوں گی۔ (۱۴)

ملائکہ کا اشکال

بات خلافت کی ہو رہی تھی جس کی اہمیت و عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب رب کریم نے انسان کی تخلیق کا ارادہ کیا تو بڑے اہتمام کے ساتھ فرشتوں کے سامنے اپنے اس ارادہ کا اظہار کیا اور فرمایا **اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً** "(میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں) فرشتوں نے انسان کو جنات پر قیاس کیا کہ وہ شورش کرتے تھے' فساد برپا کرتے تھے' طغیان و عدوان میں مبتلا تھے تو ملائکہ نے سوچا کہ انسان بھی یہی کچھ کرے گا اس لئے انہوں نے بات کو سمجھنے کیلئے عرض کیا **اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ** (کیا آپ بناتے ہیں اس (زمین میں خلیفہ) جو فساد کرے اس (زمین) میں اور خون بہائے) فرشتے غالباً یوں کہنا چاہتے تھے "اگر انسان کو تحمید و تقدیس اور عبادت و انابت کیلئے پیدا کرنا ہے تو اس مقصد کیلئے ہم کافی ہیں کیونکہ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ انسان اپنی تمامتر کوشش کے باوجود فرشتوں سے زیادہ عبادت نہیں کرسکتا اس لئے کہ ان فرشتوں میں سے کسی کا حال تو یہ ہے کہ وہ ہزاروں سال سے بارگاہ صمدیت میں حالت قیام میں ہے' کوئی حالت رکوع میں اور کوئی حالت سجود و قعود میں ہے اور مسلسل رب کائنات کی حمد و ثناء اور دعا و التجاء میں مصروف ہے انہیں نہ اکل و شرب کی حاجت ہے نہ سونے اور آرام کرنے کی ضرورت ہے۔ نہ وہ تھکتے ہیں اور نہ ان پر اکتاہٹ طاری ہوتی ہے۔ ان کے ساتھ نہ تو انسانی خواہشات ہیں نہ نفسانی جذبات ہیں ان سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوسکتا ان کے تقدس اور عصمت و طہارت کی گواہی خود رب تعالیٰ نے دی ہے

عَلَیْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ

اس پر مقرر ہیں فرشتے تندخو زبردست نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی' جو بات فرماتا ہے ان کو وہی کام کرتے ہیں جو ان کو حکم ہو

دوسری جگہ ارشاد فرمایا : اور فرشتے پاکی بیان کرتے ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کے ۔

انسان اور گناہ

انسان سے تو بہرحال گناہ سرزد ہو سکتا ہے غلطی کا امکان ہے اسی لئے تو زبان نبوت سے ارشاد ہوا كُلُّكُمْ خَطَّائُوْنَ (تم میں سے ہر شخص سے گناہ ہو سکتا ہے) انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی انسان کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ میں وہ مقدس انسان ہوں جس سے آج تک کوئی کبیرہ یا صغیرہ گناہ سرزد نہیں ہوا بلکہ یہی گناہ بعض اوقات انسان کو اللہ کا مقرب بنانے کا سبب بن جاتا ہے کیونکہ جب گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد وہ نادم ہو کر رب العلمین کے سامنے دامن پھیلاتا اور آنسو بہاتا ہے تو رحمت کبریا اسے اپنے دامن میں چھپالیتی ہے اسی لئے تو سرکار دوعالمؐ نے فرمایا وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ تم میں سے بہترین (زبان نبوت پر قربان جاؤں "گنہگار اور بہترین") گناہ گار وہ ہے جو توبہ کرلیتا ہے۔

اسی لئے تو میں کہا کرتا ہوں کہ اے شب زندہ دار عابدو! اے مال و جان لٹانے والے مجاہدو! کسی گنہگار کو حقارت کی نظر سے کبھی نہ دیکھا کرو ممکن ہے کہ جس گناہ کی وجہ سے تم اس سے نفرت کرتے ہو اسی گناہ پر نادم ہو کر' تائب ہو کر' گڑگڑا کر اور رو کر اس نے اپنے مالک کو راضی کرلیا ہو اور جس سے اس کا مالک حقیقی راضی ہو چکا ہو اس سے اگر تم نفرت کرو گے تو تمہاری دنیا و آخرت تباہ ہو جائے گی۔

علماء کہتے ہیں کہ گنہگار مسلمان کی مثال قرآن حکیم کے اس ورق کی ہے جو غلطی سے گندی نالی میں گر گیا ہو' ظاہر ہے کہ گندی نالی میں گرنے کی وجہ سے اگر ہم اس ورق سے نفرت کریں گے تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے بلکہ ہماری کوشش تو یہ ہوگی کہ اس مقدس ورق کو وہاں سے اٹھا کر دھو کر خوشبو لگا کر چوم کر اس کے اصل

مقام پر رکھیں اسی طرح گناہ گار مومن کو بھی حقارت کی نگاہ سے دیکھنا جائز نہیں کیونکہ انسان کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو اس سے گناہ ہو سکتا ہے اور غالباً یہی بات فرشتے کہنا چاہتے تھے کہ اگر انسان کو پیدا کرنے کا مقصد حمد و ثنا' دعا و التجا اور عبادت و انابت ہے اس مقصد کیلئے ہم کافی ہیں کیونکہ انسان اگرچہ عبادت کرے گا تو اس سے گناہ بھی تو سرزد ہو سکتا ہے معصیت کا ارتکاب بھی ممکن ہے' اللہ تعالی نے جواب میں ارشاد فرمایا

قَالَ اِنِّیٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ کہا تحقیق میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے

گویا کہ یوں کہا گیا کہ اے ملائکہ تمہارا خیال اور سوچ یہ ہے کہ میں نے انسان کو صرف عبادت کیلئے پیدا کیا ہے حالانکہ اس کا مقصد تخلیق صرف عبادت ہی نہیں بلکہ خلافت بھی ہے۔ ملائکہ نے شاید رب کریم کے کلام میں غور نہیں کیا تھا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا تھا **اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً** تو "خلیفہ" فرمایا "عابدا" "زاھدا" اور "متورعا" نہیں فرمایا۔

خلافت اور ملائکہ

عبادت کیلئے بے شک فرشتے کافی تھے لیکن بار خلافت کی ان کے اندر صلاحیت نہیں تھی۔ خلافت کیا ہے؟ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنا' مظلوموں کی دادرسی کرنا' بیواؤں کی خبرگیری کرنا' یتیموں پر رحم کرنا' بھوکوں کو کھانا کھلانا' بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھلانا' جاہلوں کو تعلیم دینا' بگڑے ہوؤں کی تربیت کرنا' ظالموں سے ٹکرانا' فرعونوں کے ساتھ پنجہ آزمائی کرنا' زیردستوں کو زبردستوں کے پنجے سے چھڑانا' گناہوں کے کانٹوں کو صاف کرنا۔

مگر ایک لمحے کیلئے سوچیں کہ جس نے کبھی ظلم و ستم کی تلخی نہ چکھی ہو اسے کسی ستم رسیدہ کے درد و الم کی کیا خبر؟

جسے کبھی بھوک ہی نہ لگی ہو اسے کسی خالی شکم انسان کی تکلیف کا کیا علم ؟
جو سراپا نور ہو اسے جہالت کی تاریکیوں کا کیا پتہ ؟
جسکے بیوی' بچے اور زیر کفالت افراد ہی نہ ہوں اسے معاشی گورکھ دھندوں سے کیا تعلق ؟

چونکہ فرشتے بھوک و پیاس سے بے نیاز ہیں' وہ درد و الم سے مستغنی ہیں' وہ جہالت و ضلالت سے ماورا ہیں' وہ بیوی بچوں سے مبرا ہیں' وہ معاشی اور معاشرتی ضروریات سے لاتعلق ہیں اس لئے وہ عبادت کرسکتے ہیں' تسبیح و تقدیس بھی بیان کرسکتے ہیں' رکوع و سجود بھی بجالاسکتے ہیں لیکن وہ اپنے ناتواں کندھوں پر خلافت کا بار گراں نہیں اٹھاسکتے خلافت کا بوجھ تو وہی شخصیت اٹھا سکتی ہے جس کے ساتھ معاشی ضروریات لگی ہوئی ہوں' جس کے بیوی بچے ہوں' جسے بھوک پیاس' درد اور بیماری کا احساس ہو' جس کا سینہ انسانی جذبات و احساسات کی آماجگاہ ہو۔

عجیب استدلال

قرآن حکیم میں ہے

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ○ اور کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خوبیاں اس کی

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتی ہے جس میں زمین آسمان' درخت پہاڑ' ندی نالے غرضیکہ ہر مخلوق شامل ہے۔

جبکہ دوسری جگہ فرمان باری تعالیٰ ہے

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (۷۲)

ہم نے دکھلائی امانت آسمانوں کو اور زمین کو اور پہاڑوں کو پھر کسی نے قبول نہ کیا کہ اس کو اٹھائیں اور وہ اس سے ڈر گئے اور اٹھالیا اس کو انسان نے یہ ہے بڑا بے ترس نادان

آپ میری بات کو غور سے سنیں گے تو میرے استدلال کو سمجھ پائیں گے ورنہ یہ نکتہ آپ کے ذہن میں نہیں آئے گا۔

اگر پہلی آیت کو سامنے رکھا جائے تو دوسری آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ فرشتوں نے جس بار امانت کو اٹھانے سے انکار کیا تھا وہ عبادت اور حمد و ثناء کا بوجھ نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور عبادت تو وہ پہلے ہی سے اپنے اپنے انداز میں کر رہے تھے لہٰذا اس سے بار خلافت مراد ہوگا جسے اٹھانے کی یقیناً ارض و سماء اور شجر و حجر میں صلاحیت نہیں ہے بلکہ کئی علماء نے تو "ابین" یعنی انکار کرنے کا مفہوم ہی یہ بیان کیا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے اندر اس بوجھ کو اٹھانے کی صلاحیت ہی نہیں تھی اور اس بوجھ کو انسان کے اٹھالینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر بار خلافت کی صلاحیت رکھی ہے۔ کسی ذہن میں اگر یہ اشکال آئے کہ عام طور پر تو علماء نے "الامانۃ" سے قرآن مراد لیا ہے تو اس کا سیدھا سادا سا جواب یہ ہے کہ قرآن دستور خلافت ہے لہٰذا اگر اس سے قرآن بھی مراد لے لیا جائے تو بھی ہمارے استدلال پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اس ساری بحث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ عبادت ارض و سماء بھی کرتے ہیں
عبادت شجر و حجر بھی کرتے ہیں
عبادت حیوانات بھی کرتے ہیں
عبادت جمادات اور نباتات بھی کرتے ہیں

اگرچہ ان کا انداز کچھ اور ہے ان کا طریقہ الگ ہے ان کی زبان مختلف ہے لیکن خلافت کی ذمہ داری نہ وہ نبھاتے ہیں نہ نبھاسکتے ہیں' خلافت کا بار گراں تو صرف انسان اٹھاسکتا ہے' تڑپنے والا دل اور سلگنے والی روح اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو دی ہے۔ کہنے والے نے خوب کہا ہے

لیئے دریا نے موتی' گل شجر نے' لعل پتھر نے
خریدا ہم نے۔ سودا درد الفت کا بشر ہوکر

جس دل میں درد اور غم نہ ہو وہ حقیقت میں دل ہی نہیں۔

زیست کا حاصل بنادیا دل جو گویا کچھ نہ تھا
غم نے دل کو دل بنادیا ورنہ کیا تھا کچھ نہ تھا

جب دل میں درد نہیں ہوتا تو اپنی ذات کی پہچان بھی مشکل ہوجاتی ہے۔

راز دل سے نہیں واقف دل ناداں میرا
تیرے عرفاں سے بھی دشوار ہے عرفان میرا

خلافت سے پہلے

اسلام کا نظام خلافت قائم ہونے سے پہلے دنیا میں عام طور پر ملوکیت اور شاہ پرستی کا رواج تھا حکمرانوں کا خیال تھا کہ وہ انسانوں کی کسی برتر نسل سے تعلق رکھتے ہیں حیرت تو اس پر ہے کہ ان کی رعایا بھی ان کو اسی نظر سے دیکھتی تھی۔ ہمارے قریبی ملک ہندوستان میں لوگوں کو چار ذاتوں میں تقسیم کردیا گیا تھا جن میں سے "برہمن" کا کام وید پڑھنا' یگیہ کرنا' دان لینا' "چھتری" کا کام رعایا کی حفاظت کرنا' دان دینا' دنیا کی نعمتوں میں دل نہ لگانا اور "ویش" کا کام چوپایوں کی حفاظت کرنا' دان دینا' تجارت اور کھیتی کرنا اور سود لینا اور "شودر" کا کام مذکورہ ذاتوں کی خدمت کرنا تھا۔ شودر کےلیے حکم یہ تھا کہ جو شودر بلند آواز سے نام لیکر کہے کہ تو فلاں برہمن سے نیچ ہے تو اس شودر کے منہ میں بارہ انگل کی میخ آہنی آگ میں سرخ کرکے جلتی ہوئی ڈالنی چاہیے۔ "چنڈال" شودر جس عضو سے بڑے آدمی کے مارے اس عضو کو کاٹ ڈالنا چاہیے۔ چھوٹا آدمی بڑے آدمی کے ساتھ ایک آسن پر بیٹھے تو اس کا چوتڑ کاٹ ڈالنا چاہیے۔ (منو مہاراج کی کتاب "منو سمرتی بحوالہ اسلام کا نظام امن")

ایران کے بادشاہوں کا دعویٰ تھا کہ ان کی رگوں میں خدائی خون ہے۔ اہل ایران بھی انہیں اسی نظر سے دیکھتے تھے کہ گویا وہ خدا ہیں۔

ایرانیوں کی شاہ پرستی کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ جمشید کے عہد میں کسی شخص نے خواب دیکھا کہ بادشاہ نے اس کے کسی فعل کو ناپسند کیا ہے' جب آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو اس خواب کی بناء پر ایسا مجرم خیال کیا کہ خودکشی کر لی اور زندہ رہنا گوارا نہ کیا۔ ایک اور بادشاہ کے زمانے میں ایک پہلوان نے خواب دیکھا کہ اس نے بادشاہ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے' اس نے خواب سے بیدار ہونے کے بعد اپنے دوستوں سے بیان کیا تو انہوں نے فوراً اسے قتل کر ڈالا۔ (۱۸)

قدیم یونان میں اعلیٰ نسب والی قوم کو ادنیٰ نسب والی قوم کے لوگوں کا شکار کھیلنے' ان پر حملہ آور ہو کر قتل کرنے اور ان کے مرنے تڑپنے کا تماشہ دیکھنے کی اجازت تھی۔ (نظام سلطنت)

حکمرانوں کے اعمال و اخلاق کا یہ عالم تھا کہ ایران کے ایک حکمران یزدگرد دوم نے اپنی لڑکی سے شادی کر لی تھی اور خود اپنی لخت جگر کو بیوی بنا رکھا تھا اور ایک دوسرے حکمران بہرام چوبیں نے اپنی ماں سے رشتہ ازدواج قائم کیا (انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر) پانچویں صدی عیسوی میں مزدک نامی نے تمام عورتوں کو سب کیلئے جائز قرار دیا چنانچہ دولت اور عورت آگ پانی اور چارہ کی طرح سب کیلئے عام تھی۔ شاہ ایران قباذ نے اس مذہب کی سرپرستی قبول کی' اوباش نوجوان جس گھر میں چاہتے گھس جاتے اور مال کے ساتھ ماں' بہن' بیٹی اور بیوی پر قبضہ کر لیتے۔

یہ سب کچھ تو اس وقت ہوتا تھا جب ملوکیت تھی' شہنشاہیت تھی' خاندانی حکومت تھی' آمریت تھی' ڈکٹیٹرشپ تھی لیکن اب میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ جب اسلام کا نظام خلافت قائم ہوا تو پھر کیا ہوا' حاکمیت کے تصور میں کونسی بنیادی تبدیلیاں

رونما ہوئیں، مسلمانوں کے حکمران کا رہن سہن، نشست و برخاست اور قول و فعل کیسا تھا، اس کی زندگی کس قدر سادہ تھی اور رعایا کو کتنا جری بنادیا گیا۔

نظام خلافت کے بعد۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد کے بعد جب ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور آس پاس کے قبائل اور ممالک اسلام کے زیر نگیں ہو گئے تو آپ نے اپنی زندگی کا سب سے آخری اور اہم فرض بھی پورا کر دیا یعنی اللہ تعالیٰ کی شہنشاہی کا اعلان، چنانچہ حجۃ الوداع میں آپ نے ان بلیغ الفاظ میں اس کا اعلان فرمایا۔

اَلْیَوْمَ اِسْتَدَارَ الزَّمَانُ کَھَیْئَتِہٖ (۱) زمانہ ہر پھر کے اسی مرکز پہ آگیا جس پر وہ اس یَوْمِ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ دن تھا جس دن خدا نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ وَالْاَرْضَ ایک ایسا عظیم الشان انقلاب تھا جس نے تمام خود ساختہ قوانین سیاسی تکلفات، بدعات اور مظالم سے لبریز شاہانہ نظامہائے سلطنت کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دیا۔ اس انقلاب نے نہ صرف کسریٰ و قیصر کی شخصیتوں کا خاتمہ کر دیا بلکہ خود کسرویت اور قیصریت کو صفحہ ہستی سے فنا کر دیا، یہی پیش گوئی ان الفاظ میں ظاہر ہوئی۔

اِذَا ھَلَکَ کِسْرٰی فَلَا کِسْرٰی جب کسریٰ ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں بَعْدَہٗ وَاِذَا ھَلَکَ قَیْصَرُ فَلَا اور جب قیصر ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی قیصر قَیْصَرَ بَعْدَہٗ۔ نہیں۔

اور اس کے بعد ایک ایسی عادلانہ سلطنت کی بنیاد ڈالی گئی جس کا قانون خدا کا قانون، جس کی حکومت خدا کی حکومت اور جس میں ہر شخص ایک طرح سے خود ہی اپنا حاکم اور خود ہی اپنا محکوم تھا، کیونکہ اسلامی سلطنت بادشاہ اور اس کے خاندان کی ملکیت نہ تھی بلکہ ملکیت تو صرف ایک خدا کی تھی لیکن اس کی نیابت سارے

مسلمانوں کا یکساں حق تھی' یا اس کو یوں کہئے کہ نظام اسلام میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر اپنی اپنی رعایا کا نگراں و حاکم ہے شوہر اپنے اہل و عیال کا بیوی شوہر کے گھر کی، معلم اپنے شاگردوں کا' آقا اپنے غلاموں کا' غلام اپنے متعلقہ کاموں کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کا کہ

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ — تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

یہی مطلب ہے کہ اس سے اسلام کے اصول سلطنت کا ایک اساسی نقطہ نظر سامنے آ جاتا ہے۔

دنیا میں جو سلطنتیں قائم ہوئی یا ہوتی ہیں ان کا عام قاعدہ یہ ہے کہ ایک فاتح ایک گروہ کو لے کر اٹھتا ہے اور لاکھوں کو تہ تیغ کر کے اپنی طاقت و قوت سے سارے جتھوں کو توڑ کر' ہزاروں گھروں کو ویران کر کے سب کو زیر کر کے اپنی سرداری اور بادشاہی کا اعلان کر دیتا ہے اور ان تمام خون ریزیوں کا مقصد یا تو شخصی سرداری یا خاندانی برتری یا ایک قومی عظمت ہوتی ہے مگر اسلامی جنگ و جہاد اور اسلامی نظام سلطنت کی جدوجہد میں ان میں سے کوئی چیز بھی مطمح نظر نہ تھی' نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی سرداری' نہ خاندان قریش کی بادشاہی' نہ عربی سلطنت' نہ دنیا کی مالی حرص و ہوس بلکہ اس کا ایک ہی مقصد تھا صرف ایک شہنشاہ ارض و سما کی بادشاہی کا اعلان اور ایک فرمان الٰہی کے آگے سارے بندگان الٰہی کی سرافگندگی۔

دنیا میں سلطنتوں کے بانیوں کا مقصد قیام سلطنت کے سوا کچھ نہیں ہوتا لیکن اسلام جو سلطنت قائم کرنا چاہتا تھا وہ بجائے خود مقصود بالذات نہ تھی بلکہ اس کے ذریعہ سے دنیا کے تمام ظالمانہ نظام ہائے سلطنت کو مٹا کر جن میں خدا کے بندوں کو بندوں کا خدا ٹھہرا دیا گیا تھا' اس کی جگہ خدا کے فرمان کے مطابق ایک ایسا عادلانہ نظام قائم کرنا مقصود تھا جس میں خدا کے سوا نہ کسی دوسرے کا ارضی و سماوی حاکم

سلطنت ہو اور نہ کسی دوسرے کا قانون رائج ہو۔ (سیرۃ النبی صفحہ نمبر ۶۸)

امتیازات کا خاتمہ۔

سلاطین شاہانہ شان و تجمل سے اونچے اونچے محلوں اور ایوانوں میں بڑے بڑے قیمتی لباسوں اور سونے چاندی اور زر و جواہر کے زیوروں سے آراستہ ہو کر اونچے اونچے بیش بہا تختوں پر جلوس کرتے تھے ان کے امراء علی قدر مراتب سونے چاندی کی مرصع کرسیوں پر اور ریشمی گدوں پر بیٹھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے یک قلم ان مصنوعی تفرقوں کو مٹا دیا نشست کے لئے سونے چاندی کا سامان اور ریشمی لباس و فرش حرام کئے گئے سونے چاندی کے زیورات مردوں کے لئے ناجائز ٹھہرے ' امام وقت اور اس کے حکام کے لئے مسجد اور اس کا صحن ایوان تھا ' حاجب و دربان کے پہرے اٹھ گئے چاؤش و نقیب رخصت کر دیئے گئے ' طلائی و نقرئی و زمردیں تخت الٹوا دیئے گئے۔ امام اور اس کے حاکم عام مسلمانوں کے ساتھ کاندھے سے کاندھا ملا کر نشست کرتے تھے۔ اور پستی و بلندی کی تفریق باقی نہیں رکھی گئی ' چنانچہ وضع و لباس کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عام صحابہ میں کسی قسم کا فرق مراتب موجود نہ تھا ایک مرتبہ ایک صحابی ایک شاہی عبا لے کر آئے ' چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرب کے مختلف حصوں سے وفود حاضر ہوا کرتے تھے ' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہؐ! آپ اسے خرید لیں تاکہ جب دوسرے شہروں یا ملکوں سے وفود آپ کے خدمت میں آئیں تو آپ اس کو زیب تن فرمایا کریں یا جمعہ کے دن جو گویا مسلمانوں کے دربار عام کا دن ہے ' آپ اس کو پہنیں ' اس وقت حضرت عمرؓ کی نظر اسلام کے اس ظاہری جاہ و جلال اور تزک و احتشام پر گئی ' جس کے شاہان وقت عادی تھے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتباہ کے اس پردے کو فوراً چاک کر دیا کہ مسلمانوں کا پیشوا شاہانہ جاہ و جلال کے

اظہار کے لئے مبعوث نہیں ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کو پہنتا ہے آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہے۔

اسی طرح نشست میں بھی آپ نے تفوق و برتری کے امتیاز کو اس قدر مٹا دیا کہ مجلس کے اندر آپ میں اور ایک عام آدمی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا' چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کی مجلس میں بیٹھتے تو باہر سے آنے والوں کو پوچھنا پڑتا کہ تم میں محمد کون ہیں لوگ اشارہ سے بتاتے' صحابہ نے چاہا کہ کم از کم ایک چبوترہ ہی بنا دیا جائے جس پر آپ جلوہ افروز ہوں مگر اس کو بھی آپؐ نے پسند نہیں فرمایا۔ (۱۹)

اس وقت کی شاہانہ حکومتوں میں بادشاہ اور شاہی خاندان کے افراد قانون کی زد سے مستثنیٰ تھے مگر یہاں یہ حال تھا کہ ہر قانون الٰہی کی تعمیل کا اصل نمونہ اس کا رسول اور اہل بیت رسول تھے' اور اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ اگر نعوذ باللہ اہل بیت سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو تو ان کے لئے دوہری سزا ہے ایک بار ایک مخزومی خاتون فاطمہ بنت قیس نے چوری کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا چونکہ وہ معزز خاندان کی بی بی تھیں' صحابہ کو یہ گراں گزرا اور انہوں نے آپ کی خدمت میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کے ذریعہ سے سفارش کرانی چاہی' آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے کی قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ جب کوئی معمولی آدمی کوئی جرم کرتا تھا تو اس کو اس کی سزا دے دی جاتی تھی مگر جب وہی جرم بڑے رتبہ کے لوگ کرتے تو ان کو چھوڑ دیتے تھے پھر فرمایا کہ اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی یہ جرم کرتی تو میں یقیناً اس کا ہاتھ کاٹتا ایک بار آپ صحابہ کو مال تقسیم فرما رہے تھے ایک آدمی آیا اور حرص کے مارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ٹوٹ پڑا آپ کے ہاتھ میں کھجور کی چھڑی تھی' آپ نے اس سے کونچ دیا جس کی وجہ سے اس کے چہرے پر زخم آگیا

، آپ نے دیکھا تو اسی وقت فرمایا کہ "تو اور مجھ سے قصاص لو" لیکن اس نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے معاف کر دیا۔

ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سی لونڈیاں آئیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں چکی پیستے پیستے چھالے پڑ گئے تھے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ دکھائے اور فرمایا کہ گھر کے کام کاج کے لئے ان میں سے ایک لونڈی عنایت فرمایئے لیکن آپ نے فرمایا کہ بدر کے یتیم تم سے زیادہ اس کے مستحق ہیں ابطال سود کا جب حکم آیا تو سب سے پہلے آپ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کے تمام سودی معاملات کو باطل قرار دیا جاہلیت کے انتقام کے مٹانے کا جب قانون عام نافذ ہوا تو سب سے اول اپنے ہی خاندان کا انتقام جو دوسرے قبیلہ پر باقی چلا آتا تھا معاف فرمایا اسلامی محاصل زکوۃ و صدقات و عشر وغیرہ کے مستوجب ہوئے اور ان کی ادائیگی میں خاندان نبوت بھی بالکل عام مسلمانوں کی طرح شریک تھا۔ اسی طرح بادشاہوں نے لوگوں کے دلوں میں اپنی عالی نسبی اور بلندی کا تصور پیدا کر دیا تھا کہ وہ گویا ساری مخلوقات سے افضل ہیں بخلاف اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے جو خاص خطاب خدا سے پایا وہ یہ ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں عبدیت کاملہ ہی آپؐ کا کمال تھا، اعزاز کے وہ وہمی طریقے جن کا سلاطین نے اپنے کو ایک زمانہ سے مستحق قرار دیا۔ آپؐ نے ان کو مٹا دیا، فرمایا خدا کے نزدیک سب سے برا نام یہ ہے کہ کوئی اپنے آپ کو شاہ شاہاں کہے ایک دفعہ آپ کو کسی نے سیدنا کہا تو فرمایا۔ یہ تو اللہ کے لئے ہے آپؐ کو یہ بھی پسند نہ تھا کہ لوگ آپؐ کو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیں۔

ایک بار سورج میں گہن لگا، چونکہ اس دن آپؐ کے صاحبزادہ ابراہیم کا انتقال ہو چکا تھا اور عرب کا خیال تھا کہ جب کسی بڑے آدمی کا انتقال ہوتا ہے تو سورج میں

گہن لگ جاتا ہے اس لئے لوگوں نے اس واقعہ کو حضرت ابراہیم کی موت کی طرف منسوب کر دیا لیکن جب آپؐ صلوۃ کسوف سے فارغ ہوئے تو ایک خطبہ دیا جس میں اس خیال کی تردید کی اور فرمایا کہ چاند اور سورج خدا کی دو نشانیاں ہیں کسی کی موت و حیات سے گہن نہیں لگ سکتا۔

ایک بار ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس پر اس قدر رعب نبوت طاری ہوا کہ جسم میں رعشہ پڑ گیا' آپؐ نے فرمایا کہ ڈرو نہیں' میں تو اسی عورت کا لڑکا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔

ایک بار آپؐ کی خدمت میں ایک قیدی لایا گیا اس نے کہا کہ خدایا میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں محمد کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ حق کس کا تھا حالانکہ یہ وہ فقرہ تھا جس پر سلاطین کی عدالت گاہوں سے پھانسی کی سزا تک دی جا سکتی تھی کہ اس سے ان کے نزدیک ذات شاہانہ کی توہین متصور ہوتی ہے۔

ایک بار آپؐ نماز پڑھا رہے تھے حالت نماز ہی میں ایک بدو نے کہا خداوند! مجھ پر اور محمد پر رحم فرما اور ہم دونوں کے ساتھ کسی پر رحم نہ کر آپؐ نے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی بدو کو ٹوکا کہ تم نے ایک وسیع چیز یعنی رحمت الہی کو محدود کر دیا حالانکہ اس نے درباری زبان میں شاہانہ وفاداری کی سب سے بڑی علامت کا اظہار اس فقرہ میں کیا تھا جس پر سلاطین زمانہ اکرام و انعام کی بارش کرتے تھے۔ (۴۰)

سادگی۔ صحابہؓ میں سے جو لوگ ایران و روم کے ظاہری جاہ و جلال اور چمک دمک کو دیکھ چکے تھے۔ ان کو بھی یہ **مغالطہ** تھا کہ اسلام کے ظاہری رعب و وقار کے لئے ظاہری شاہانہ تزک و احتشام اور شان و شوکت بھی ضروری ہے۔ چنانچہ انہیں بار بار یہ خیال ہوتا تھا کہ آنحضرتؐ سادگی و تواضع اور زہد و قناعت کے بجائے کاش ایسی

عیش و آرام کی زندگی بسر فرماتے جیسی روم کے قیصر اور ایران کے شہنشاہ بسر کرتے تھے۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے اس حجرہ میں حاضر ہوئے جہاں آپ کی ضرورت کی چیزیں رہتی تھیں۔ دیکھا تو آپ ایک چمڑے کے تکیہ سے جس میں کھجور کے پتے اور چھال وغیرہ بھری ہوئی تھی۔ ٹیک لگائے ہوئے چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ اور جسم مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں، حجرہ میں ادھر ادھر نگاہ دوڑائی لیکن تین سوکھے چمڑوں کے سوا کوئی دوسرا **اثاث البیت** نظر نہ آیا ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے تھے اس منظر سے حضرت عمرؓ سخت متاثر ہوئے اور ان کی آنکھیں ڈبڈبائیں حضورؐ نے رونے کا سبب پوچھا عرض کی۔ اے اللہ کے نبی! میں کیوں نہ روؤں جب میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ (بستر نہ ہونے سے) چٹائی کے نشان پشت مبارک پر پڑ گئے ہیں اور آپ کا سارا **اثاث البیت** میرے سامنے ہے، ادھر قیصرو کسریٰ ہیں جو باغ و بہار اور عیش و آرام کے مزے لوٹ رہے ہیں اور حضورؐ اللہ کے رسول ہیں اور ان سے بے نیاز ہیں ارشاد ہوا کہ اے ابن خطاب! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ہم آخرت لیں اور وہ دنیا! حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ ہاں! بے شک یا رسولؐ اللہ! دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! دعا فرمایئے کہ خدا آپؐ کی امت کو فارغ البال کرے کیونکہ رومی اور ایرانی باوجودیکہ خدا کی پرستش نہیں کرتے لیکن خدا نے ان کو تمام دنیوی سازو سامان دیئے ہیں آپؐ **دفعتہ** اٹھ بیٹھے اور فرمایا۔ کیوں ابن خطاب! تم اس خیال میں ہو رومی اور ایرانی تو وہ قوم ہیں کہ ان کو تمام لذائذ دنیا ہی میں دے دیئے گئے ہیں۔

اس تقریر دلپذیر کی تاثیر دیکھئے کہ وہی حضرت عمرؓ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تزک و احتشام اور عیش و آرام کی زندگی کی آرزو ظاہر کر رہے تھے جب

ان کی خلافت کا وقت آیا تو وہ بھی گودڑی ہی پہن کر اور جھونپڑے میں بیٹھ کر سونے چاندی اور زرو جواہر والے روم کے قیصر اور ایران کے کسریٰ پر حکمرانی کر رہے تھے اور ہر میدان میں ان کو شکست دے رہے تھے۔

قیس بن سعدؓ ایک صحابی تھے وہ حیرہ گئے اور وہاں دیکھا کہ لوگ وہاں کے میر زبان (رئیس) کے آگے سجدہ کرتے ہیں ان پر اس کا خاص اثر ہوا اور انہوں نے دل میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کے سب سے زیادہ مستحق ہیں چنانچہ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خیال ظاہر کیا آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہ کرنا اگر میں بالفرض کسی کو سجدہ کی اجازت دیتا تو بیویوں کو دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا اگر تم میری قبر پر گزرو گے تو سجدہ کرو گے ؟ عرض کی نہیں ! تو فرمایا کہ تو پھر اب بھی نہیں کرنا چاہیے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت معاذؓ ایک دفعہ شام سے واپس آئے تو حضورؐ کو سجدہ کیا آپ نے حیرت سے فرمایا۔ معاذ ! یہ کیا ؟ عرض کی یا رسول اللہ ! میں نے رومیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے پیشواؤں اور افسروں کو سجدہ کرتے ہیں تو دل چاہا کہ میں بھی حضور کو سجدہ کروں ارشاد ہوا کہ خدا کے سوا کسی اور کو اگر میں سجدہ کرنے کو کہتا تو بیویوں کو کہتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ (سیرۃ النبی صفحہ نمبر ۷۹)

رعایا کی جرأت۔ سلاطین کی بارگاہ میں بے اجازت لب کشائی بھی جرم تھی اور اجازت بھی ہوتی تو تکلفات و تصنعات اور غلامی و عبودیت کے اظہار کے مختلف اسلوبوں کے بعد کہیں حرف مدعا زبان پر آتا تھا ' اسلام کے نظام حکومت کا یہ حال تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت اگرچہ صحابہ کو بارگاہ نبوت میں ایک طائر بے جان بنا دیتی تھی ' تاہم ہر شخص کو عام اجازت تھی کہ بے تکلف عرض

منا کرے ' نا آشنا بدو آتا تو یا محمدؐ کہہ کر خطاب کرتا اور حضورؐ خوش دلی کے ساتھ جواب دیتے اور مسلمان یا رسول اللہ! کہہ کر مطلب کو شروع کرتا ' آپؐ کے احکام کی تعمیل ہر مسلمان کا ایمان تھا مگر جب اس کو یہ معلوم ہوتا کہ حضورؐ کا یہ حکم بطور مشورہ ہے تو بے تکلف اپنا خیال ظاہر کر دیتا تھا اور حضورؐ اس کو شفقت سے سنتے تھے اور اس کے قبول پر اس کو مجبور نہ فرماتے۔

اسلام کا قانون ہے کہ اگر کسی لونڈی کا نکاح اس کے مالک نے کسی غلام سے کر دیا تو آزادی کے بعد اس عورت کو حق ہے کہ چاہے اس نکاح کو قائم رکھے یا توڑ دے حضرت بریرہؓ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک لونڈی تھیں جب وہ آزاد ہوئیں تو انہوں نے شوہر سے علیحدگی اختیار کر لی ان کے شوہر اس غم میں روتے تھے آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہؓ سے فرمایا کہ تم ان کو اپنی شوہری میں لے لیتیں تو اچھا تھا انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ آپ کا حکم ہے۔ ارشاد ہوا کہ نہیں! سفارش ہے۔ عرض کی تو قبول سے معذور ہوں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ان سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا۔

غزوہ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر قیام فرمایا ' فن جنگ کے بعض ماہر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپؐ نے اس مقام کا انتخاب وحی سے فرمایا یا اپنی رائے سے؟ فرمایا رائے سے۔ انہوں نے عرض کی! یا رسول اللہ! جنگی نقطہ نظر سے یہ مقام مناسب نہیں ہے بلکہ ہم کو بدر کے کنویں کے پاس آگے بڑھ کر ٹھہرنا چاہئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے تامل ان کی رائے پر عمل فرمایا اسی قسم کے تجربی امور کے متعلق آپؐ کا ارشاد ہے کہ۔

اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ

تم اپنے دنیاوی معاملات میں جن کا تعلق تجربات سے ہو تو زیادہ واقف ہو۔ (۲۱

فرق۔ یہ تھا برسہا برس کی ملوکیت و بادشاہت کے بعد اسلام کا نظام خلافت جس میں حکمران اور رعایا ایک ہی صف میں نظر آتے تھے جس میں امیر المومنین بیواؤں کا پانی بھرتا تھا یتیموں کا سودا سلف لاتا تھا راتوں کو پہرہ دیتا تھا اس کے کپڑوں پر پیوند لگے ہوتے تھے' رعایا پر قحط سالی آتی تو اس کے لئے حلق سے لقمہ اتارنا مشکل ہو جاتا تھا ہر مسلمان کو اس کا محاسبہ کرنے کا اختیار تھا اسے کوئی بھی شہری اور دیہاتی بر سر منبر ٹوک سکتا تھا بیت المال سے اس کو بقدر کفاف وظیفہ ملتا تھا' اس کی زندگی سادگی اور شرافت کا نمونہ ہوتی تھی وہ علم و عمل اور سیرت و کردار کے اعتبار سے مسلمانوں کا بہترین فرد ہوتا تھا وہ تعیشات سے کوسوں دور رہتا تھا وہ ایک جفاکش مجاہد اور شب زندہ دار عابد ہوتا تھا وہ اسلام کا داعی اور مبلغ ہوتا تھا۔

گرامی قدر سامعین! اگر آپ خلیفۃ المسلمین کے اوصاف کو سامنے رکھیں تو آپ کو اسلام کے نظام خلافت اور آمریت اور جمہوریت میں واضح فرق معلوم ہوگا خلافت میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے پاس ہوتا ہے جبکہ آمریت میں سارے اختیارات ایک شخص کی ذات میں مرکوز ہوتے ہیں۔ اور جمہوریت میں عوامی نمائندے خود مختار ہوتے ہیں۔

نظام خلافت میں کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جا سکتا جو کتاب و سنت کے خلاف ہو آمریت میں وقت کا ڈکٹیٹر اور جمہوریت میں اکثریت حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر سکتی ہے۔

نظام خلافت میں اقتدار کی طلب اور عہدوں کی ہوس جائز نہیں جبکہ آمریت اور جمہوریت میں اس کے لئے ہر ہتھکنڈہ اختیار کرنا جائز سمجھا جاتا ہے۔

نظام خلافت میں حکمران خادم ہوتا ہے جمہوریت اور آمریت میں وہ مخدوم ہوتا

ہے۔

خلافت میں عدل اور مساوات کی پاسداری ضروری ہے۔ جمہوریت اور آمریت میں ان کی حیثیت محض زیب داستان کی سی ہے۔

خلافت میں سربراہ حکومت مسجد کا امام اور خطیب بھی ہوتا ہے جمہوریت اور آمریت میں امامت و خطابت کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ خلافت میں انسانوں کو تولا جاتا ہے۔ جمہوریت میں انسانوں کو گنا جاتا ہے اور آمریت میں تو جس کی لاٹھی ہو اس کی بھینس ہوتی ہے حضرت عمر فاروقؓ کے واقعہ سے خلافت اور حکومت کا فرق خوب واضح ہو جاتا ہے تفسیر مظہری میں ہے کہ "حضرت عمر فاروقؓ" نے ایک بار حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ، کعبؓ اور سلمانؓ سے سوال کیا کہ بادشاہ کے مقابلہ میں خلیفہ کون ہے، حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں، حضرت سلمانؓ نے کہا کہ خلیفہ وہ ہے جو رعایا کے اندر انصاف کرے اور جو ان کے درمیان برابری کے ساتھ تقسیم کرے اور جو ان پر اس طرح مہربان ہو جس طرح آدمی اپنے گھر والوں پر مہربان ہوتا ہے اور جو خدا کی کتاب سے فیصلہ کرے۔ حضرت کعبؓ نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ اس مجلس میں میرے سوا کوئی اور بھی ہے جو بادشاہ کے مقابلہ میں خلیفہ کے فرق کو جانتا ہے۔ (۲۲)

استحقاق خلافت۔ جمہوریت اور آمریت میں تو کوئی بھی شخص اقتدار پر فائز ہو سکتا ہے خواہ اس کے عقائد اور خیالات خراب ہی کیوں نہ ہوں، اس کی سیرت اور کردار قابل نفرت ہی کیوں نہ ہوں وہ تھیٹر میں پھدکنے والا ایکٹر اور کلبوں میں ڈانس کرنے والا رقاص کیوں نہ ہو، وہ عقلی اعتبار سے ناقص اور علم سے کورا ہی کیوں نہ ہو لیکن اسلام کے نظام خلافت میں ہر شخص خلیفہ نہیں بن سکتا بلکہ اس کے لئے کچھ مخصوص شرائط ہیں جن کا اہتمام ضروری ہے شرط اول۔ خلیفہ مسلمان ہو اس لئے کہ فرائض

خلافت سوا مسلمان کے اور کسی سے انجام پذیر نہیں ہو سکتے علاوہ بریں قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا (النساء) حق تعالیٰ کافروں کے لئے مسلمانوں پر فوقیت رکھنے کو ہرگز روا نہیں رکھیں گے۔

متفق علیہ مسئلہ ہے کہ اگر خلیفہ مرتد ہو جائے تو اس سے قتال و جدال مسلمانوں پر فرض ہے اس سے بھی خلیفہ کا مسلمان ہونا شرط خلافت معلوم ہوتا ہے۔

شرط ثانی۔ خلیفہ عاقل بالغ اور مرد ہو عقل و بلوغ کی شرط ظاہر ہے اس لیے کہ شرعاً مجنوں اور نابالغ کی کسی بات اور ان کے کسی تصرف کا اعتبار نہیں ہوتا یہ منصب کس طرح اس کے سپرد کیا جا سکتا ہے مرد ہونے کی شرط اس حدیث نبوی سے ماخوذ ہے۔

لَن يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً ترجمہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنا امیر عورت کو بنا لیا اور دنیا کی عام تاریخ بھی یہی بتاتی ہے۔ مسلمانوں کا خلیفہ لڑائیوں کا سپہ سالار، نمازوں کا امام اور تنفیذ احکام کے لئے امیر ہوتا ہے اور یہ فرائض عورتوں سے انجام پذیر نہیں ہو سکتے، فرائض خلافت میں غور کرنے سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ عورت نہ شرعاً خلیفہ ہو سکتی ہے اور نہ عقلاً اسی طرح غلام کا خلیفہ نہ ہو سکنا بالکل واضح ہے کیونکہ وہ صحیح معنوں میں مطاع ہی نہیں ہو سکتا۔

شرط ثالث :۔ خلیفہ کوئی ایسا جسمانی نقص نہ رکھتا ہو جس کی وجہ سے خلافت کو اچھی طرح انجام نہ دے مثلاً اندھا۔ گونگا نہ ہو۔

شرط رابع۔ خلیفہ صاحب فراست مدبر صاحب الرائے تجربہ کار اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں چست و چالاک ہو اور موجود الوقت سیاست کا ماہر ہو اس کو سمجھنے اور

اس پر رائے قائم کرنے پر قادر ہو۔
شرط خامس۔ وہ متقی اور دیندار ہو' فاسق و فاجر نہ ہو جس کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ کبائر سے بالکل محترز ہو اور صغائر پر اصرار نہ کرتا ہو اہل سنت و الجماعت میں سے ہو کسی مبتدع فرقہ مثلاً شیعہ مرزائی مہدی وغیرہ سے تعلق نہ رکھتا ہو۔
شرط سادس۔ علوم دینیہ کا ماہر ہو یعنی فقہ حدیث' تفسیر اور ان سے متعلقہ علوم مثلاً زبان عربی و غیرہ کو اچھی طرح جانتا ہو اور کلیات شرعیہ کو پیش آنے والے جزئیات پر بوقت ضرورت منطبق کر سکے لا علمی و جہل کی وجہ سے حدود شرع سے تجاوز نہ کرے۔
شرط سابع۔ خلیفہ ریاست کے انتظام کی اعلیٰ قابلیت رکھتا ہو۔
شرط ثامن۔ عقیدہ اسلامی رکھنے کے علاوہ ان اعلیٰ اخلاق کا حامل بھی ہو جو صرف طبعی طور پر پائے جا سکتے ہیں۔ شجاعت وغیرہ۔ (۲۳)

ہماری بدقسمتی

نظام خلافت سے دور ہو جانے کی وجہ سے میرے ملک پاکستان پر مضحکہ خیز قسم کے حکمران آتے رہے ہیں جن میں سے کسی کی حالت یہ تھی کہ وہ مستقل طور پر فالج اور بلڈ پریشر کا مریض تھا اسکے ہاتھوں میں رعشہ تھا اور وہ اپنے دستخطوں کے علاوہ کچھ بھی لکھنے کے قابل نہ تھا اس کے ذہن کا عضلاتی نظام بے حد کمزور تھا اس کی گفتگو سمجھ میں نہ آتی تھی وہ صنف نازک کا قرب پسند کرتا تھا۔ (شہاب نامہ) دوسرے کا حال یہ تھا کہ وہ اکثر اوقات شراب کے نشے میں دھت رہتا تھا وہ ڈومینوں' رقاصاؤں اور بازاری عورتوں کے جھرمٹ میں رہنا پسند کرتا تھا ایسا بھی ہوا کہ ننگ دھڑنگ' نشے میں مست گھر سے نکل کھڑا ہوا (جو میں نے دیکھا)۔
تیسرے کا حال یہ تھا کہ اس نے جلسہ عام میں ببانگ دہل اعتراف کیا کہ میں تھوڑی

سی پیتا ہوں پھر ان میں سے اکثر وہ تھے جو شریعت کی ابجد سے بھی ناواقف تھے بیت المال کو مال غنیمت سمجھتے تھے قانون کو اپنے گھر کی لونڈی خیال کرتے تھے اور اب بھی صورتحال کچھ ایسی ہی ہے تو کیا ان حالات میں ہماری یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم نظام خلافت کے احیاء کے لئے تن من دھن سے کوشش کریں وہ نظام جس کے نفاذ کے لئے ہمیں دنیا میں بھیجا گیا وہ نظام جس کے لئے ہمیں مفصل ہدایات دی گئی ہیں۔ وہ نظام جس کے قیام کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مقدس زندگی کے قیمتی ماہ و سال صرف کئے وہ نظام جس میں عدل و انصاف پانی اور ہوا کی طرح عام ہو جاتا ہے۔ وہ نظام جس میں کوئی مفلوک الحال شخص غربت سے تنگ آکر خود کشی نہیں کرتا۔

وہ نظام جس میں وقت کے حکمران کو بھی عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کیا جا سکتا ہے۔

وہ نظام جس میں ہر مظلوم کی بروقت اشک شوئی کی جاتی ہے۔

وہ نظام جس میں راعی اور رعایا کے لئے ایک قانون ہوتا ہے۔

وہ نظام جس میں گورنر کے صاحبزادے کو برسر عام کوڑے لگائے جا سکتے ہیں۔

وہ نظام جس میں صرف خدائے واحد کا حکم چلتا ہے۔

وہ نظام جو معاشرے کو جنت بنا دیتا ہے۔

وہ نظام جس میں بہنوں اور بیٹیوں کی ردائے عصمت کا تحفظ کیا جاتا ہے۔

امامت عظمیٰ۔ علماء نے امامت کی دو قسمیں بیان کی ہیں، نماز کی امامت کو وہ امامت صغریٰ کہتے ہیں اور علی منہاج النبوۃ مسلمانوں کی امارت اور حکمرانی کو وہ امامت عظمیٰ کا نام دیتے ہیں۔ حیرت اور تعجب ہے ہماری حالت پر کہ ہم امامت صغریٰ کے حصول کے لئے تو بے حد کوشش کرتے ہیں اس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے تیار رہتے ہیں اس کے لئے امت کو لڑاتے ہیں، تفرقہ بازی کرتے ہیں مسجدوں پر

قبضے کرتے ہیں، امام کے اندر اگر ذرا سی بھی کمزوری ہو تو بیخ پا ہو جاتے ہیں۔

لیکن اللہ کے بندو! امامت عظمیٰ کے لئے تم ہر کس و ناکس پر راضی ہو جاتے ہو اس کے لئے قربانی دینے کی بات کی جائے تو تمہارے جسم پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے، تمہاری گھگھی بند جاتی ہے حالانکہ امامت صغریٰ سے تو دین کے صرف ایک جزو پر عمل ہو سکتا ہے، دین کے بڑے حصے سے تو تم محروم رہ جاتے ہو اصل میں امامت عظمیٰ کی اہمیت اور عظمت ہی تمہارے دلوں سے نکل گئی ہے تم امامت صغریٰ پر قناعت کر چکے ہو۔

ہائے وہ لوگ۔ آج تم ظالم حکمرانوں کا سامنا کرنے سے گھبراتے ہو لیکن تم نے کبھی سوچا کہ علماء حق نے گذشتہ چودہ صدیوں کے اندر کس طرح اس فرض کو انجام دیا ہے اور دعوت و اعلان حق کی راہ میں کیسی کیسی قربانیاں اور سرفروشیاں کی ہیں! دنیا کی کسی قوم کی تاریخ حق پرستی کی ایسی مثال نہیں دکھا سکتی جس سے علمائے اسلام کی تاریخ کا ہر باب و صفحہ روشن ہے دنیا کی کوئی طاقت و وحشت اور انسانی تاج و تخت کی کوئی ہیبت و سطوت بھی علمائے اسلام کے جذبہ اعلان حق پر غالب نہ آسکی اور دنیوی خوف و طمع کا کوئی مظہر بھی انہیں اس راہ سے باز نہ رکھ سکا دنیا میں راہ حق سے روکنے والی صرف دو چیزیں ہیں اور ساری آزمائشیں انہی میں مضمر ہیں ایک خوف ہے ایک طمع لیکن ان کے دلوں میں خوف تھا تو صرف اللہ کے جبروت و جلال کا! اور طمع تھی تو صرف اس کی رضا و رحمت کی يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا انہیں نہ تو خوف کا حربہ ڈرا سکتا تھا اور نہ طمع کی دل فریبی ان کے دل کو لبھا سکتی تھی۔

تَزُوْلُ الْجِبَالُ الرَّاسِيَاتُ وَ قَلْبُهُمْ
عَلَى الْعَهْدِ لَا يَلْوِىْ وَلَا يَتَغَيَّرُ

حضرات!

وقت تھا کہ اس سلسلہ میں آپ کو علمائے اسلام کے ادائے فرض کے چند مناظر دکھاتا۔

آپ حضرات سید التابعین سعید بن المسیب کو دیکھئے کہ حکام کے حکم سے ان کی پیٹھ پر درے لگائے جا رہے ہیں مگر ان کی زبان صدق اعلان حق میں پہلے سے بھی زیادہ سرگرم عمل ہو گئی ہے۔

آپ مدینہ کی گلیوں میں امام دارالہجرت حضرت مالک بن انسؓ کو دیکھئے۔ ان کی مشکیں اس زور سے کس دی گئی ہیں کہ دونوں بازو اکھڑ گئے ہیں اور اوپر سے پیہم تازیانے کی ضربیں پڑ رہی ہیں اس عالم میں جب بھی زبان کھلتی ہے تو اس مسئلہ کا اعلان کرتے ہیں جس کو وہ حق پر سمجھتے تھے لیکن وقت کی حکومت اس اعلان کو اپنے جبرو طاقت سے روکنا چاہتی تھی۔ یعنی مسئلہ طلاق مکرہ کو۔ جب گورنر مدینہ نے تشہیر و تذلیل کے لئے اونٹ کی برہنہ پیٹھ پر سوار کرا کے گشت کرایا تو ان کا یہ حال تھا کہ جب کبھی کوئی بازار یا مجمع سامنے آجاتا تو عین ضرب تازیانہ کی حالت میں کھڑے ہو جاتے اور پکار کر کہتے۔ **مَنْ عَرَفَنِی فَقَدْ عَرَفَنِی وَ مَنْ لَمْ یَعْرِفْنِی فَاَنَا مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ اَقُوْلُ اِنَّ طَلَاقَ الْمُکْرَہِ لَیْسَ بِشَیْئٍ** (حکلم ابن خلکان)

آپ امام اہلسنت حضرت امام احمد ابن حنبل کو دیکھئے کہ معتصم باللہ جیسا قاہر و با جبروت فرمانروا ان کے سامنے کھڑا ہے تو جلاد یکے بعد دیگرے تازیانے لگا رہے ہیں، پیٹھ زخموں سے چور ہو گئی ہے تمام جسم خون سے رنگین ہو چکا ہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ جس مسئلہ کو وہ کتاب و سنت کے خلاف سمجھتے ہیں اس کا ایک مرتبہ اقرار کرلیں لیکن اس پیکر حق اس مجسم سنت اس صابر اعظم کی زبان صدق ترجمان سے یہی صدا نکل رہی ہے **اَعْطُوْنِیْ شَیْئًا**

مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ وَ سُنَّۃِ رَسُوْلِہٖ حَتّٰی اَقُوْلَ۔

ما قصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم

از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

آپ حضرت امام الاعظم امام ابو حنیفہؒ کو دیکھئے کہ قید خانہ بغداد میں اسیر ہیں لیکن اس پر بھی منصور عباسی جیسے قاہر و سفاک بادشاہ کے حکم کے سامنے ان کا سر نہیں جھکتا۔

آپ کو امام شافعیؒ اس حالت میں نظر آتے ہیں کہ یمن سے بغداد تک قید و اسر کی حالت میں بھیجے جا رہے ہیں اور ان کا جرم صرف یہ ہے کہ حق کے داعی ہیں اور صدق و ہدایت پر قائم ہیں۔

آپ شیخ الاسلام احمد بن تیمیہؒ کو دیکھئے کہ تین تین مرتبہ مصر کے قید خانے میں اسیر کئے گئے قید خانہ ہی میں وفات پائی مگر اظہار حق سے منہ نہ موڑا اور حکومت وقت کے آگے سر اطاعت خم نہ کیا۔

آپ خود اسی ہندوستان میں حضرت شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانیؒ کو دیکھئے کہ قلعہ گوالیار میں قید ہیں مگر جہانگیر کے آگے اس سر کو جھکانے کے لئے تیار نہیں جس کو اللہ نے صرف اپنے ہی آگے جھکنے کے لئے بنایا ہے۔

پھر شاہ ولیؒ اللہ اور ان کے خانوادے کی قربانیوں کو سامنے لائیں سید احمد شہیدؒ اور سید اسماعیل شہیدؒ اور ان کے رفقاء کی مظلومانہ شہادت کا تصور کیجئے

آخر یہ قربانیاں کس لئے تھیں؟ صرف اسلامی نظام کے نفاذ اور خلافت مرحومہ کے احیاء کے لئے! (۲۴)

شاملی کے میدان میں بپا معرکہ حق و باطل کو چشم تصور سے دیکھئے۔

مالٹا کی جیل میں بڑھاپے میں محبوس شیخ الہندؒ کی یاد تازہ کیجئے۔

جلا وطنی کی تکلیفیں گوارا کرنے والے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے حالات کا مطالعہ کیجئے آخر یہ اللہ والے یہ علم و عمل کے کوہ ہمالیہ، یہ قرآن و سنت اور تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے مخلص اور سچے لوگ، کس عظیم مقصد کے لئے مصائب و آلام کو جھیلتے رہے کیوں آزمائشوں کی جیل میں پڑے رہے،

یقیناً صرف اسلام کلمۃ اللہ کے لئے، صرف امامت حقہ کی بحالی کے لئے صرف ظلم و ستم کے خاتمہ کے لئے

اور بات صرف علماء کی نہیں انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی صرف عبادت کی دعوت نہیں دیتے تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ظلم و عدوان کا خاتمہ اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلانا بھی ان کے پروگرام کا حصہ تھا، اسی لئے ان کی دعوت پر سب سے پہلے اور سب سے زیادہ لبیک کہنے والے غریب، مزدور اور مظلوم افراد ہوتے تھے، انبیاء علیہم السلام میں سے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کر لیجئے آپ میرے دعویٰ کی تصدیق کرنے پر مجبور ہو جائیں گے

مسلمانوں کی بیچارگی۔ یہ تو ہمارے اسلاف کا حال تھا لیکن آج ہم ظلم و ستم ہوتا دیکھتے ہیں مگر خاموش رہتے ہیں اسلامی اصولوں کی پامالی ہوتی ہے مگر ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے کفر غالب آ رہا ہے مگر ہماری غیرت بیدار نہیں ہوتی ہمارے سامنے ایسے مغربی ممالک تو ہیں جہاں مغربی جمہوریت اور سوشلزم اور کمیونزم اپنی اصلی اور مکمل صورت میں جلوہ گر ہیں لیکن ایسا کوئی ملک نہیں جہاں ایک آئیڈیل اسلامی حکومت و خلافت ہو جن جن ممالک کے بارے میں آپ کو بتایا جاتا ہے کہ وہاں اسلامی قوانین کا نفاذ ہے یہاں بھی جزوی نفاذ ہے یہ اسلام پر ظلم اور مسلمان عوام کی بیچارگی ہے کہ اس معلوم دنیا میں کوئی ایسا خطہ نہیں ہے جہاں صحیح معنوں میں اسلام کا نظام خلافت ۔ ۔ ۔

ہو بلکہ آج تو صورت حال یہ ہے کہ مسلمان ممالک میں بھی اپنے ایمان کا تحفظ ایک اہم
مسئلہ بن گیا ہے اور ایمان سے محبت رکھنے والے افراد اصحاب کہف کی سی بیچارگی اور
بے بسی سے دو چار ہیں مولانا ابو الکلام آزادؒ نے خوب کہا ہے "اصحاب کہف کو اگر
اپنے عہد کے ضلالت و طغیان سے درماندہ و لاچار ہو کر پہاڑ کی غار میں پناہ لینی پڑی
تو گو وہ عہد جا چکا ہے لیکن اس عہد کی ضلالت و طغیان اس دنیا سے رخصت نہیں
ہوئی ہے آج بھی عشاق حق کے عزم و ثبات کے لئے ایک ویسی ہی آزمائش درپیش
ہے آج بھی ظلم کی حکومت ہے، بطلان و فساد کی حکمرانی ہے جبر و طغیان کا دور دورہ
ہے اور اصحاب کہف کی بستی کی طرح صرف ایک ہی قطعہ ارضی نہیں، بلکہ تمام کرہ
ارض کی خشکی و تری حق و عدالت سے محروم ہو گئی ہے اور خدا کی زمین پر اس کے
مظلوم و درماندہ بندوں کے لئے کوئی گوشہ امن و عافیت باقی نہیں رہا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ
فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ گویا زمین کی تمام پچھلی نامرادیاں لوٹ آئی ہیں
اور تاریخ عالم کی ساری گزری ہوئی جفاکاریاں ایک ایک کرکے پلٹ رہی ہیں [illegible]
اصحاب کہف کا جبر و طغیان، فراعنہ مصر کا ظلم و استبداد نماردہ کلدان کا غرور و تمرد
اصحاب مدین کا انکار و اعراض، قوم عاد کا فسق و عدوان، یہ سب کچھ بیک طرف و
زمان جمع ہو گیا ہے، مصر و ایران، بابل و نینوا، یونان و روما، اگرچہ اپنے اپنے وقتوں
میں اللہ کی صداقت و عدالت کے مقابلے کے لئے اٹھ چکے ہیں لیکن اب ان سب کا
مجسم طور ان سب سے بڑھ کر یورپ کی مدنیت ملعونہ ہے۔"

اصحاب کہف کی جماعت چند اشخاص پر مشتمل تھی اس لئے پہاڑ کی غار میں انہیں
پناہ مل گئی لیکن آج اصحاب کہف کی سی مظلومی محض چند افراد ہی نہیں، بلکہ آبادیوں
کی آبادیاں اور اقلیموں کی اقلیمیں تباہ ہو گئی ہیں اور لاکھوں کروڑوں بندگان الٰہی پر
ان کی بستیوں اور شہروں میں امن و آزادی کا دروازہ بند ہو گیا ہے اسلئے نہ تو صحراؤں

کے اس قدر گوشے ہیں جہاں انہیں پناہ مل سکے اور نہ بیابانوں کی اس قدر غاریں ہیں
جو انہیں اپنی آغوش میں لے سکیں۔ تمام کرۂ ارض کے مشارق و مغارب پر نظر
ڈالیں اور ڈھونڈیے کہ پرستاران حق و اسلام کے لئے کوئی گوشہ امن بھی کہیں باقی رہا
ہے؟ سانپوں کے لئے بہت ہیں اور درندوں کے لئے غار ہیں جہاں وہ امن و بے
فکری سے اپنی رات بسر کر سکتے ہیں مگر گرویدگان اسلام کے لئے کہیں تمام کرۂ ارض
میں چار بالشت زمین بھی امن و عافیت کی باقی نہیں رہی گویا اسلام کی پوری تیرہ
صدیوں کی تاریخ اب محض ایک افسانہ ماضی اور حکایت رفتہ ہے اوراق و دفاتر میں
پڑھی جا سکتی ہے مگر ہمارا عالم میں دیکھی نہیں جا سکتی۔

كأن لم يكن بين الحجون إلى الصفا
أنيس ولم يسمر بمكة سامر

حضرات!

معلوم نہیں کہ آپ کے کانوں کا کیا حال ہے مگر میں اپنے نامراد سامعہ کو کیا کروں جس
سے ہر لحہ ہر آن و اشرالنوائب دنیا کی جگر دوز صدائیں ٹکرا رہی ہیں اور میری مجروح
آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ کس طرح ظلم کے غضب و قہر سے ارض الٰہی کا ایک ایک چپہ چیخ رہا
ہے پرستاران حق کی غربت و بے کسی ہر طرف سر پیٹ کر ماتم کر رہی ہے اور فضائے
کائنات کا ایک ایک ذرہ ماتم حق کا نوحہ پڑھ رہا ہے اور ساکنان عرش کو پکار رہا ہے

يا أهل الإسلام ثم لينصر
قد زال عزكم وما تشعروا

شیخ سعدی نے قتل بغداد کا مرثیہ لکھا اور ابو البقا نے تباہی اندلس پر ماتم کیا وقت
آگیا ہے کہ اس عہد کا ایک نیا ابو البقا اندلس و بغداد کا نہیں بلکہ تمام عالم اسلامی کا
مرثیہ لکھے (۲۵)

میرے دوستو! آج کا انسان جمہوریت سے تنگ آ چکا ہے وہ سوشلزم سے نفرت کرتا
ہے اسے کیپٹلزم میں ہزاروں عیب دکھائی دیتے ہیں تو اب ضرورت ہے اس بات کی
کہ اسلام کے حقیقی نظام خلافت کے احیاء کے لئے جد و سعی کی جائے۔

پھر یہ بھی تو سوچئے کہ کتنے مفلوک الحال ہیں جو نان شبینہ کو ترستے ہیں کتنے یتیم
اور بیوائیں ہیں جن کی آہیں فضا کو تھرا رہی ہیں کتنے ستم رسیدہ ہیں جن کے زخموں
سے خون بہہ رہا ہے کتنے بوڑھے بیمار اور کمزور ہیں جن کا کوئی پرسان حال نہیں کتنے
والدین ہیں جو اپنے بھوکے بچوں کی چیخ و پکار برداشت نہ کرتے ہوئے اجتماعی خودکشی کر
رہے ہیں۔

کیا ان حالات میں ہماری یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم اس نظام کے قیام کے
لئے تن من دھن کی بازی لگا دیں جس میں انسان تو انسان حیوان بھی بھوکے نہیں
رہتے جس میں انصاف آسان اور ظلم مشکل تر ہو جاتا ہے جس میں بے روزگاروں
کے وظائف مقرر ہوتے ہیں۔

اگر ہم نے اپنی ذمہ داری نہیں سمجھی اور ہمارے دل میں کسی مظلوم کے حال
پر کسی شاکی ظلم کی فریاد پر کسی بیمار اور کمزور کے درد و الم پر ٹیس نہیں اٹھتی تو ہمیں
اپنے ایمان کی فکر ہونی چاہئے کیونکہ مومن تو حساس ہوتا ہے، مومن تو غمگسار ہوتا
ہے مومن تو ہمدرد اور صاحب ایثار ہوتا ہے مومن تو ظالم سے برسرپیکار ہوتا ہے
مومن تو مظلوموں کا سرپرست اور ذمہ دار ہوتا ہے۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہارا خیال یہ ہو کہ پندرھویں صدی کا مومن کچھ اور قسم
کا ہے جسے صرف اپنی فکر ہے وہ صرف ریاضت اور مجاہدوں کے لئے وقف ہے،
انسانوں کے مسائل سے اسے کوئی دلچسپی نہیں مسلمانوں کی مظلومیت کی اسے کوئی فکر
نہیں، اللہ کے بندوں کی مظلومیت کا اسے کوئی احساس نہیں کافرانہ نظام کے تسلط پر

اسے کوئی پریشانی نہیں، دین کے اجتماعی احکام کے مٹنے کا اسے کوئی غم نہیں اگر ایسا ہے تو سن لیجئے کہ اس کے سینے میں دل نہیں سنگ ہے اس کے دل میں اطاعت کا جذبہ نہیں بغاوت کا رنگ ہے اسے دین سے محبت نہیں جنگ ہے

وما علینا الا البلاغ

حوالہ جات خلافت

(۱) سورۃ نور
(۲) سورۃ البقرہ
(۳) سورۃ ص
(۴) سورۃ الاعراف
(۵) سورۃ الفاطر
(۶) سورۃ یونس
(۷) سورۃ الحدید
(۸) سورۃ الحج
(۹) سورۃ الدھر
(۱۰) سورۃ الاعراف
(۱۱) سورۃ یونس
(۱۲) سورۃ القصص
(۱۳) خطبات حکیم الاسلام
(۱۴) خطبات حکیم الاسلام
(۱۵) سورۃ التحریم
(۱۶) سورۃ الشوریٰ
(۱۷) سورۃ الاسراء
(۱۸) سورۃ الاحزاب
(۱۹) ہندوستان کی موسیقی
(۲۰) نظام سلطنت (نجیب آبادی)
(۲۱) نظام سلطنت
(۲۲) انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر

مسلمان کے حقوق

اٹھ از سر نو دہر کے حالات بدل ڈال
تدبیر سے تقدیر کے دن رات بدل ڈال
پھر درس اخوت کی ضرورت ہے جہاں کو
آقائی و خدمت کے خیالات بدل ڈال
کیا ظلم ہے مسلماں ہو مسلماں کا دشمن
ارباب ہوس کار کی عادات بدل ڈال

حضرت فیض لودیانوی

"اگر اس آسمان کے نیچے کہیں بھی ایک مسلم بہو توحید کی لاش تڑپ رہی ہے تو لعنت ہے ان گردنوں اور زندگیوں پر جن کے دلوں میں اس کی تڑپ نہ ہو اگر افغانستان میں مساجد اور مصاحف کی بے حرمتی ہو رہی ہے تو ہم کو کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے منہ سے دل و جگر کے ٹکڑے نہیں گرتے کشمیر میں اگر ان سینوں کو گولیوں اور سنگینوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے جن سے نزع کے عالم میں اشہد ان لا الہ الا اللہ کی آواز نکل رہی تھی تو ہم پر اللہ اور اس کے ملائکہ کی پھٹکار ہو اگر اپنی گردنوں پر اس کے خلاف محسوس نہ کریں اگر عرب کے ریگزاروں میں کلمہ توحید کے حاملوں کے بدن صلیب پرستوں کی گولیوں سے چھد رہے ہیں تو ہم اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کے رسولؐ کے آگے ملعون ہیں اگر اپنے پہلوؤں کے اندر ایک لمحہ کے لئے بھی راحت اور سکون محسوس کریں ہم کو تو یہ بھی کہنا چاہئے کہ اگر میدان جہاد میں کسی بھی مسلمان کے تلوے میں ایک کانٹا چبھ جائے تو قسم ہے خدائے اسلام کی کہ کوئی مسلمان، مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس کی چبھن کو کسک کی طرح اپنے دل میں محسوس نہ کرے اگر ایک نادار ماں صرف اس لئے فاقوں پر رات گزار رہی ہے کہ اس کے بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں تو تف ہے ہماری زندگیوں پر اگر ہم خواب خرگوش کے مزے لیتے رہیں اگر ایک فاقہ زدہ باپ صرف اس لئے خودکشی کر لیتا ہے کہ اس سے اس کے بھوکے بچوں کی چیخیں سنی نہیں جاتی تھیں تو اس نادار باپ کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی اپنی گردنوں کو آخرت کے پھندے کے لئے تیار رکھنا چاہئے اگر ایک سہاگن صرف اس لئے بیوہ ہو جاتی ہے کہ ہسپتال میں آخری ہچکیاں لیتے ہوئے اس کے شوہر کو کوئی مسلمان خون دینے کے لئے تیار نہیں تھا تو تعجب ہوتا ہے رب کائنات کی شان رحیمی اور کریمی پر کہ اب تک ہماری رگوں میں خون کی گردش کیسے جاری ہے۔"

(ماخوذ از خطبات)

مسلمان کے حقوق

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إنما المؤمنون إخوة فأصلحوا بين أخويكم (۱)

مومن تو آپس میں بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو

فإن تابوا وأقاموا الصلوٰة وآتوا الزكوٰة فإخوانكم في الدين (۲)

تو اگر (یہ کافر کفر سے) توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حق المسلم على المسلم ست قيل ما هن يا رسول الله قال إذا لقيته فسلم عليه وإذا دعاك فأجبه وإذا استنصحك فانصح له وإذا عطس فحمد الله فشمته وإذا مرض فعده وإذا مات فاتبعه (۳)

رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں، پوچھا گیا وہ کیا ہیں آپ نے فرمایا جب تو مسلمان بھائی سے ملے تو اس کو سلام کر، جب وہ تجھے دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کر اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی چاہے تو تو اس سے خیر خواہی کر اور جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو تو اس کا جواب دے اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کر، اور جب وہ مرے تو تو اس کا جنازہ پڑھ

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۴)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو بے یارو مددگار چھوڑتا ہے اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کریگا اللہ اس کی حاجت پوری کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پریشانی کو دور کرے گا تو اللہ قیامت کے دن اس کی پریشانی دور فرمائے گا اور جو مسلمان کسی کی پردہ پوشی کرتا ہے قیامت کے دن اس کی اللہ تعالی پردہ پوشی کریگا۔

گرامی قدر حاضرین! اسلام میں حقوق کا دائرہ بہت وسیع ہے سب سے پہلے اللہ تعالی کے حقوق ہیں، ایمان، نماز روزہ، حج، زکوۃ۔ یہ تمام اللہ تعالی کے حقوق ہیں اس کے بعد والدین کے حقوق ہیں اولاد کے حقوق ہیں، قریبی رشتہ داروں کے حقوق ہیں، عام مسلمانوں کے حقوق ہیں۔ ہر شخص کے اپنے بیوی، بچوں کے حقوق ہیں۔ حدیث میں ہے وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا تیرے بیوی بچوں کا تجھ پر حق ہے الخ

دوسرے انسانوں کے علاوہ انسان کی اپنی جان کا اس کے ایک ایک عضو کا اس پر حق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فَإِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (۶)

بے شک تیری جان کا تجھ پر حق ہے

فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (۷)

تیرے بدن کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے

اس لئے کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ خودکشی کرے یا اپنی جان کو

ہلاکت میں ڈالے یا اپنے آپ کو زخمی کرے
اور چونکہ اس ارضی کائنات کی ایک ایک چیز سے انسان کا تعلق ہے اس لئے حیوانوں کے بھی انسان پر حقوق ہیں جن کو ادا کرنے والا اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور جن کو ضائع کرنے والا اللہ کی نظر میں مغضوب ٹھہرتا ہے ' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تمثیلی حکایت میں فرمایا کہ ایک شخص صرف اس لئے بخشا گیا کہ اس نے پیاسے کتے کو پانی پلا کر اس کی جان بچائی تھی ایک دوسرے شخص پر صرف اس لئے عذاب ہوا کہ اس نے ایک بلی کو باندھا اور اس کو کھانے پینے کو نہیں دیا یہاں تک کہ وہ سسک سسک کر مرگئی ' ایک اور شخص نے چیونٹی کو جلادیا تھا اس پر اس سے باز پرس ہوئی (۸)

مسلمان ! میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس مذہب نے کافروں ' حیوانوں اور درختوں تک کے حقوق بیان کئے ہیں کیا اس مذہب نے کلمہ گو مسلمان کے کچھ بھی حقوق بیان نہیں کئے ہوں گے حالانکہ مسلمان تو دنیا میں توحید و رسالت کا گواہ ہے مسلمان تو قرآن و سنت کی امانت کا حامل ہے ' مسلمان کا دل تو وہ مقدس ورق ہے جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے تو اگر گدھے گھوڑے اور کتے بلی کے حقوق ہیں تو کیا مسلمان کے حقوق نہیں ہوں گے ؟ یقیناً مسلمان کے حقوق بھی ہیں اور ان کو ادا کرنے کی اس قدر تاکید کی گئی ہے کہ کتاب و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حقوق اللہ میں کوتاہی ہوجائے تو ممکن ہے کہ وہ غفور و رحیم آقا اپنی شان غفاری سے کام لیتے ہوئے بڑے بڑے مجرموں کو معاف کردے۔ لیکن اگر مسلمانوں اور بندوں کے حقوق غصب کئے تو تلافی اور معافی کے بغیر بخشش نہیں ہوگی ' بڑے بڑے قائم اللیل اور صائم الدھر روز حشر صرف اس لئے مجرموں کے کٹہرے میں نظر آئیں گے کہ انہوں نے حقوق العباد میں ڈنڈی ماری ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"کیا تم جانتے ہو دیوالیہ اور مفلس کون ہے؟ لوگوں نے کہا ہم اس شخص کو مفلس
کہتے ہیں جس کے پاس نہ تو درہم ہو اور نہ کوئی دوسرا سامان، آپؐ نے فرمایا کہ
میری امت کا مفلس اور دیوالیہ وہ ہے جو قیامت کے دن اپنی نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے
ساتھ اللہ کے پاس حاضر ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی
ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال اڑایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو ناحق
مارا ہوگا تو اس کی نیکیاں ان تمام مظلوموں میں تقسیم کردی جائیں گی پھر اگر اس کی
نیکیاں ختم ہوگئیں اور مظلوموں کے حقوق باقی رہے تو ان کی غلطیاں اس کے حساب
میں ڈال دی جائیں گی اور پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا" (۹)

یہ حدیث بتاتی ہے کہ حقوق العباد کو ضائع کرنے کی صورت میں نماز، روزہ، حج
زکوٰۃ بھی اس کو جہنم سے نجات نہیں دلا سکیں گے لیکن اس کے باوجود آپ کو ایسے
لوگ مل جائیں گے جن کی نظر میں طہارت و عبادات اور ذکر و استغفار کی اہمیت ہے لیکن
حقوق العباد کی ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں، میں آپ سے معاذ اللہ یہ نہیں کہتا کہ
نماز روزہ چھوڑ کر صرف مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی اور خدمت خلق میں لگ
جائیں بلکہ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح عبادات کی اہمیت ہے اسی
طرح ہماری شریعت میں مسلمانوں کے حقوق کی بھی بڑی اہمیت ہے امام غزالیؒ نے
کیمیائے سعادت میں احادیث کے مطالعہ کی بنیاد پر مسلمان کے تئیس (۲۳) حقوق
بیان فرمائے ہیں (۱۰)

محبت اگر ہم ان تمام حقوق کو صرف ایک لفظ سے ادا کرنا چاہیں تو وہ لفظ محبت ہوگا
یعنی ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو اپنا بھائی سمجھے اور اس سے محبت
کرے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے۔

رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ وہ مسلمان آپس میں رحم و شفقت رکھتے ہیں۔ (۱)

ہر وہ شخص جو کافر و مشرک تھا جب اس نے ایمان قبول کرلیا تو وہ ہمارا بھائی بن گیا خواہ اس کا حسب نسب، قوم قبیلہ، وطن زبان، رنگ اور رسم و رواج ہم سے مختلف ہی کیوں نہ ہو، رب کائنات کا فرمان ہے

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ (۱۲)

پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو وہ تمہارے مذہبی بھائی ہیں غلام بھی اگر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجائے تو وہ اسلام کے رشتہ میں داخل ہوگیا۔ اگر اس کے باپ کا نام و نسب معلوم نہیں تو کوئی حرج نہیں وہ دین کے رشتہ سے ہر مسلمان کا بھائی ہے فرمایا

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ (۱۳)

تو اگر تم ان کے باپوں کے نام نہ جانو تو وہ تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے والا وہ مقدس گروہ جسے ہم صحابہ کے نام سے یاد کرتے ہیں، ان میں سلمانؓ فارس کے تھے، بلالؓ حبشہ کے تھے، صہیبؓ روم کے تھے، ابو ذرؓ کا تعلق قبیلہ غفار سے تھا، طفیلؓ قبیلہ دوس سے تھے، ابوسفیانؓ بنو امیہ سے تھے۔ لیکن ایمان قبول کرنے کے بعد انہوں نے رنگ و نسل کے تمام امتیازات مٹادیئے اور آپس میں ایسی محبت اور ایسا پیار کیا کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے اور جہاں سچی محبت ہوتی ہے وہاں باہمی جنگ و جدل اور خون خرابہ نہیں ہوتا، جہاں سچی محبت ہوتی ہے وہاں ایک دوسرے کی عصمت اور آبرو کی حفاظت کی جاتی ہے، جہاں سچی محبت ہوتی ہے وہاں نسلی اور لسانی تعصبات نہیں ہوتے جہاں سچی محبت ہوتی ہے وہاں بغض و عناد اور حسد اور کینہ نہیں ہوتا، کہنے والے نے سچ کہا ہے۔

محبت کی تجلی سے کدورت دور ہوتی ہے

محبت وجہ تسکین دل رنجور ہوتی ہے
کلی بنتی ہے جنت کی جمال حور ہوتی ہے
یہی وہ آگ ہے جو مسکرا کر نور ہوتی ہے

مسلمان کا تو ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ دوسرے مسلمانوں سے محبت نہ رکھے وہ اگر دوسرے مسلمان سے نفرت کرتا ہے تو ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے وہ اگر حسد کرتا ہے تو نیکیوں کا خرمن جل جاتا ہے وہ اگر کسی مسلمان کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے تو رب کے غضب کا مستحق بن جاتا ہے وہ اگر کسی مسلمان کے عیب کھولتا ہے تو مالک حقیقی کی جانب سے پردہ دری اور بے آبروئی کی وعید سنتا ہے وہ اگر اپنے مسلمان بھائی کا خون بہاتا ہے تو جہنم کے شعلے ہمیشہ کے لئے اس پر لازم ہو جاتے ہیں اسے دوسرے مسلمان سے نفرت اور حسد اور چھیڑ چھاڑ کرنے کی قطعاً اجازت نہیں بلکہ اسے تو دوسرے مسلمان سے صرف محبت کرنے کا حکم ہے خواہ وہ غریب اور فقیر ہو خواہ وہ رنگ کا کالا اور شکل کا بدصورت ہو خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، ایشیائی ہو یا افریقی، ہندی ہو یا چینی ——— یہاں تک کہ اگر مسلمان، شراب نوش، زناکار اور فاسق و فاجر بھی ہو تو ہم اس کی شراب نوشی زناکاری اور فسق و فجور سے تو نفرت کر سکتے ہیں لیکن خود اس مسلمان سے اگر مسلمان ہونے کی حیثیت سے نفرت کی تو ہمارا اپنا ایمان خطرے میں پڑ جائے گا، میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ گنہگار مسلمان کی مثال قرآن کے اس مقدس ورق کی سی ہے جو ہماری غفلت کی وجہ سے گندگی میں گر گیا ہو، ظاہر ہے گندگی میں گر جانے کی وجہ سے ہم معاذ اللہ اس ورق سے نفرت نہیں کریں گے بلکہ اسے انتہائی محبت اور چاہت کے ساتھ وہاں سے اٹھا کر، دھو کر، خوشبو لگا کر چوم کر کسی اونچی جگہ پر رکھیں گے جو اس کا اصلی مقام

ہے

پھر یہ بات بھی پیش نظر رکھیں کہ انبیاء علیہم اسلام کے علاوہ آخر وہ کونسا انسان ہے جس سے کبھی گناہ نہیں ہوا' یہ الگ بات ہے کہ کسی کے گناہوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور کسی کے گناہ دنیا والوں پر ظاہر ہو گئے ہیں' کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا گیا جس پر اس کے کسی جرم کی وجہ سے حد واجب ہو گئی تھی لوگوں نے اس کے گرد ہجوم کر لیا آپ نے فرمایا "میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جو شخص اس جرم کا مرتکب ہو چکا ہو وہ یہاں سے چلا جائے" تو وہ سارا ہجوم منتشر ہو گیا۔

تو مسلمان اگر گنہگار بھی ہو تو بھی اس سے نفرت جائز نہیں بلکہ ہر حال میں مسلمان سے محبت کرنی چاہئے اور محبت بھی اس انداز کی جس طرح کی محبت کا حکم محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

"تم مسلمانوں کو آپس میں رحم کرنے' محبت کرنے اور ایک دوسرے کی طرف جھکنے میں ایسا دیکھو گے جیسا کہ جسم کا حال ہوتا ہے کہ اگر ایک عضو کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تو جسم کے بقیہ اعضاء بے خوابی اور بخار کے ساتھ اسکا ساتھ دیتے ہیں" (۱۴)

کبھی جائزہ تو لو! میرے دوستو! اگر آپ کو کبھی زندگی کی کشاکش سے فرصت ملے تو اس حدیث کی روشنی میں آپ اپنے رویئے کا اپنے اخلاق کا اور اپنے طرز زندگی کا جائزہ تو لیں کیا واقعی ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے ایسی ہی محبت رکھتے ہیں ؟ کیا واقعی دوسرے مسلمان کو دکھ درد میں دیکھ کر ہمارے سینے میں ٹیس اٹھتی ہے کیا واقعی کسی ستم رسیدہ کی مظلومیت پر کسی بیوہ کی آہوں پر کسی یتیم کے دکھوں پر کسی بیمار کی سسکیوں پر ہماری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں ؟

بلکہ اس کے برعکس کہیں ایسے تو نہیں کہ کسی مجبور کی مجبوری کو دیکھ کر کسی معذور کی معذوری کو دیکھ کر آپ کے لبوں پر خندہ استہزا آجاتا ہو ؟ تمہارے قہقہے فضا

میں گونج اٹھتے ہیں "دوسروں کی تکلیف پر ہنسنے والو! کل کو تم پر بھی ہنسا جا سکتا ہے
دوسروں کی عزت کا مذاق اڑانے والو کل کو تمہارا مذاق بھی اڑایا جا سکتا ہے' اپنی
صحت اور جمال پر اپنی عزت و وجاہت پر اپنی دولت و ثروت پر ناز مت کرو یہ تو آنی
جانی اور فانی چیزیں ہیں دنیا نے پہلے کس سے وفا کی ہے جو تم سے وفا کرے گی کسی کے
بقول دنیا تو ایک طور ہے جو ہزاروں موسیٰ دیکھ چکا ہے یہ ایک دیر ہے جو ہزاروں
مسیحی دیکھ چکا ہے یہ ایک قصر ہے جس میں ہزاروں قیصر بستے ہیں یہ ایک طاق ہے
جو ہزاروں کسریٰ دیکھ چکا ہے یہ ایک پل ہے جس پر سے ہستی کے مسافر مسلسل گذر
رہے ہیں یہ ایک گلزار ہے جس کا ہر گل پر خار ہے طرفہ یہ کہ اس گل کو بھی نہ ثبات
ہے نہ قرار ہے (۱۵)

اگر تم کسی پریشان حال کی مدد نہیں کر سکتے اس کے لئے ہمدردی کے دو بول نہیں
بول سکتے تو کسی مسلمان کا مذاق تو مت اڑاؤ' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا
فرمان ہے

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ (۱۶)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے
کوئی شخص کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے
بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند
کرتا ہے۔

ہم میں سے کوئی شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ اسے گالی دی جائے یہ پسند نہیں کرتا
کہ اس کا بر سر عام مذاق اڑایا جائے' یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی عزت و ناموس کو
تاراج کیا جائے' یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کا مالی نقصان کیا جائے ——— جب وہ
اپنے لئے ان چیزوں کو پسند نہیں کرتا تو دوسروں کے لئے کیوں پسند کرتا ہے' کیا

دوسروں کے جذبات و احساسات نہیں ہیں؟ کیا وہ انسان نہیں ہیں؟ کیا ان کے سینے میں دل نہیں ہے؟ اگر تمہارے غلط رویئے سے کسی کا دل ٹوٹ گیا تو تمہاری دنیا اور آخرت تباہ ہو سکتی ہے کیونکہ ٹوٹے ہوئے دلوں کی فریاد اللہ تعالیٰ بہت جلد سنتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مظلوم کی پکار سے بچو اس لئے (کہ جب وہ فریاد کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی صاحب حق کو اس کے حق سے محروم نہیں کرتا (۱۷)

اسلام نے مسلمانوں کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنے کی اس قدر تلقین کی ہے کہ وہ دعا جو کسی بیمار یا پریشان کو دیکھ کر پڑھی جاتی ہے اس کے بارے میں یہ حکم ہے کہ آہستہ پڑھی جائے تاکہ اس شخص کی دل شکنی نہ ہو جائے۔

حیرت کی بات ہے کہ بعض لوگ اپنا تو یہ استحقاق سمجھتے ہیں کہ ان سے محبت کی جائے ان کی عزت کی جائے، ان کو اچھے نام سے پکارا جائے ان کے احساسات کا خیال رکھا جائے لیکن وہ دوسروں کو ان چیزوں کا مستحق نہیں سمجھتے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کے دل میں تکبر ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو کوئی انوکھی مخلوق خیال کرتے ہیں اور غریبوں اور مزدوروں کو مجبوروں اور معذوروں کو کیڑے مکوڑے سمجھتے ہیں وہ دل میں ضرور سوچتے ہوں گے کہ اللہ نے انہیں کیوں پیدا کیا ہے ان کو پیدا کرنے کی ضرورت کیا تھی مگر اللہ تعالیٰ کے افعال کی حکمتیں تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور یہ بھی وہی جانتا ہے کہ کون بہتر ہے اور کون کمتر!

حکایت! ایک امیر آدمی کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر تھا اسی وقت ایک بے چارہ غریب و شکستہ حال بھی اس امیر کے برابر آبیٹھا، وہ امیر اپنے کپڑے سمیٹ کر علیحدہ ہو گیا، بزرگ نے یہ تماشا دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مکان میں بیٹھے تھے اوپر سے کچھ قطرے حضرت کے کپڑوں پر گرے، دیکھا تو چھپکلی تھی،

جب باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ خدایا اس کو کیوں پیدا کیا یہ کس مرض کی دوا ہے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! یہ چھپکلی بھی ہر روز یہ سوال کرتی ہے کہ خدایا! موسیٰ
کو کیوں پیدا کیا ہے اس سے کیا فائدہ ہے؟ (۱۸)

ہماری فارسی کی نصابی کتاب میں ہے کہ ایک غریب شخص اپنے امیر دوست کے
پاس بے تکلفی سے قریب ہو کر بیٹھ گیا یہاں تک کہ دونوں میں صرف ایک بالشت کا
فاصلہ رہ گیا مالدار نے بڑی حقارت سے کہا تجھ میں اور گدھے میں کیا فرق ہے؟ وہ
بھی دلیر آدمی تھا اسے اپنے مالدار دوست کی طوطا چشمی پر بڑا غصہ آیا اس نے کہا "
صرف ایک بالشت کا فرق ہے"

عزیز ساتھیو! ہمیں تو ہر مسلمان کے بارے میں یہی سوچنا چاہئے کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ
کے نزدیک وہ ہم سے بہتر ہو کسی کو بھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی انسان کے برا ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے
کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے" (۱۹)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "ایک شخص نے کسی (گنہگار) کے بارے میں
قسم اٹھا کر کہا اللہ فلاں کو نہیں بخشے گا' اللہ عز و جل نے فرمایا کون میرے بارے میں
قسمیں اٹھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا میں نے فلاں کو تو بخش دیا اور اسے
(قسمیں اٹھانے والے) میں نے تیرے اعمال (ایک مسلمان کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے)
ضائع کر دیئے" (۲۰)

بنی اسرائیل میں ایک انتہائی نیک اور پارسا شخص تھا وہ جنگل میں ایک جگہ بیٹھا
تھا اور اس پر بادل سایہ کئے ہوئے تھا وہاں سے ایک گنہگار انسان کا گزر ہوا اسے یہ
منظر بڑا پیارا لگا اور دل میں ممکن ہے اس نیک انسان کی محبت آگئی ہو اور سوچا ہو کہ
یہ اللہ کا نیک بندہ ہے اس کی صحبت میں بیٹھنے سے شاید مجھے بھی کچھ برکت حاصل ہو

جائے وہ جب اس پارسا کے پاس بیٹھنے لگا تو اس نے بڑی حقارت سے اسے بھگا دیا وہ بادل جو اس نیک انسان پر سایہ کئے ہوئے تھا وہ اس سے ہٹ کر گنہگار پر سایہ فگن ہو گیا اور وقت کے پیغمبر پر وحی آئی کہ ان دونوں سے کہو کہ نئے سرے سے زندگی کا آغاز کریں اس فاسق و فاجر شخص کے گناہ اس کی تواضع کی وجہ سے میں نے معاف کر دیئے اور اس زاہد و عابد کی نیکیاں اس کے تکبر اور دوسروں کو نفرت کی نظر سے دیکھنے کی وجہ سے ضائع کر دیں۔

ان روایات اور واقعات سے معلوم ہوا کہ کسی بھی مسلمان کو حقارت اور نفرت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ ہر ایک کو اپنے سے بہتر اور نیک سمجھنا چاہئے اس سے محبت کرنی چاہئے' کسی بھی مسلمان کا پہلا حق جو دوسرے مسلمان پر ہوتا ہے وہ محبت ہے اور اس حق کو ادا کرنے کی وجہ سے دوسرے حقوق کو ادا کرنا آسان ہو جاتا ہے جب بچی محبت ہوگی تو نفرت و حقارت نہیں ہوگی بغض اور حسد نہیں ہوگا پردہ دری اور بے آبروئی نہیں ہوگی' لڑائی جھگڑا اور قتل و غارتگری نہیں ہوگی اور جو خوش قسمت انسان حقوق اللہ کے بعد مسلمانوں کے بھی سارے حقوق ادا کرے گا وہ اللہ کا محبوب بن جائے گا وہ مقام ولایت پر فائز ہوگا وہ زمانے کی قیادت و سیادت کا مستحق ہوگا وہ آخرت میں مغفرت و بشارت کا حقدار ہوگا۔

دوسرا حق۔ محبت کے بعد ہر مسلمان کا دوسرا حق یہ ہے کہ اس کی جان کو تحفظ دیا جائے اسلام ہر کلمہ گو مسلمان کے خون کو دوسرے مسلمان کے لئے حرام کر دیتا ہے وہ شخص جس کا خون چند لمحے پیشتر اس کے کفر و شرک کی وجہ سے حلال تھا اور آپ اس کے قتل کا پورا سامان کر چکے تھے جب اس نے ایمان قبول کر لیا تو اس کے خون کو وہ حرمت حاصل ہو جاتی ہے جو حرمت ذوالحجہ کے مہینے کو حاصل ہے جو حرمت عرفہ کے دن کو حاصل ہے جو حرمت مکہ المکرمہ کو حاصل ہے بلکہ وہ حرمت جو کعبہ مشرفہ کو

دسواں سال ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا اور آخری حج تھا' ذوالحجہ کا مہینہ تھا عرفہ کا دن تھا' عرفات کا میدان تھا' دین کی تکمیل کا اعلان ہو چکا تھا۔

انبیاء علیہم السلام کے بعد کائنات کے مقدس ترین انسانوں کا جم غفیر اس تاریخی میدان میں چاروں طرف پھیلا ہوا گوش بر آواز تھا جس میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ پر سوار اس مجمع میں اپنی زندگی کا آخری خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اس سارے نورانی منظر کو اپنی تصوراتی آنکھوں کے سامنے لائیے اور ماضی کے حجابات کا پردہ اٹھاتے ہوئے اس خطیب اعظم کا ارشاد سنیے جس کی ہر ادا پر فصاحت قربان ہوتی ہے جس کی خطابت پر ملائکہ وجد میں آ جاتے تھے جس کی زبان سے سوائے حق اور سچ کے کچھ ادا نہیں ہوتا تھا جس کے لبوں سے موتیوں کی بارش ہوتی تھی آپ نے پہلے ہی سے ہمہ تن گوش مجمع کو مزید متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

لوگو! یہ کونسا دن ہے کونسا شہر ہے کونسا مہینہ ہے؟ صحابہ نے خیال کیا کہ شاید آپ ان کے نام بدلنا چاہتے ہیں ورنہ ایک بدیہی چیز کے بارے میں سوال کرنے کا کیا مطلب! اس لئے صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔

پھر آپ نے خود ہی فرمایا کیا آج یوم عرفہ نہیں کیا یہ بلد الحرام نہیں کیا یہ ماہ ذوالحجہ نہیں؟ اس کے بعد جو اصل مقصود تھا وہ بیان فرمایا۔

اَلَا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَیْكُمْ دِمَآءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ یَوْمِكُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِكُمْ هٰذَا (۲)

سنو! اللہ نے تمہارا خون اور تمہارا مال محترم قرار دیا ہے جس طرح تمہارا یہ دن یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہے۔

اس کے بعد قدسیوں کے مجمع سے سوال کیا "کیا میں نے تم کو اللہ کا دین پہنچا دیا" اپنے وقت کے بزرگ ترین اور رشک ملائکہ انسانوں پر مشتمل ہزاروں انسانوں کا مجمع یک زبان پکار اٹھا "نعم اشہد و نصحت" (ہاں آپ نے پہنچایا ہی نہیں

پہنچانے کا حق ادا کر دیا) پھر آپ کی انگشت مبارک آسمانوں کی جانب اٹھی۔ نظریں بلند ہوئیں۔ اور آپ نے اپنے اس رب کو پکار کر کہا جس نے آپ کو منصب رسالت پر فائز کیا تھا اور جس نے آپ کے سر پر ختم نبوت کا تاج رکھا تھا۔ "اللھم اشھد ثلاثا" (تین بار فرمایا اے اللہ گواہ رہنا) سچے انسانوں کا یہ جم غفیر گواہی دے رہا ہے کہ میں نے تیرا پیغام ان تک پہنچا دیا"

اس کے بعد آپ دوبارہ مجمع کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

اُنْظُرُوْا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ دیکھو میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم مسلمان ہو کر آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو

گویا آپ کو اپنی زندگی کے آخری خطبہ میں بھی، منجملہ دوسری باتوں کے خون مسلم کی حرمت کی فکر تھی۔

خون مسلم۔ پھر اس منظر کو بھی نظروں کے سامنے لایئے جب آپ کعبہ کے سامنے کھڑے تھے وہ کعبہ جو مرکز تجلیات ہے۔

وہ کعبہ جو مہبط انوار ہے

وہ کعبہ جو لاکھوں دلوں کا قرار ہے

وہ کعبہ جس کی بناء فرشتوں نے رکھی

وہ کعبہ جس کے معمار ہونے کا شرف ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو حاصل ہوا۔

وہ کعبہ جس میں جنت کا ایک ٹکڑا حجر اسود نصب ہے

وہ کعبہ جس کا طواف زمین پر انسان اور آسمانوں پر فرشتے کرتے ہیں۔

وہ کعبہ جس کا انہدام بزم ہستی کے اختتام کی علامت ہوگا

اس کعبہ کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا تھا مجھے معلوم ہے کہ تو بڑی عظمت والا ہے لیکن مسلمان کے خون کی حرمت تیری عظمت و حرمت سے زیادہ

ہے۔ اللہ اکبر آمنہ کے لعل ! قربان جاؤں تیرے قدموں کی دھول پر ' تو نے اس انسانی خون کو کتنی قدر و منزلت عطا کر دی جس کی کچھ بھی حیثیت نہیں تھی اور اسے کبھی تو جنگ و جدل میں بہایا جاتا تھا کبھی وہ انتقام کی خون آشامی کی نذر ہوتا تھا کبھی اسے دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھایا جاتا تھا کبھی حیوانوں کی مانند اس کا شکار کھیلا جاتا تھا یونان جیسی مہذب مملکت میں اعلیٰ نسب والی قوم کو ادنیٰ نسب والی قوم کے لوگوں کا شکار کھیلنے ان پر حملہ آور ہو کر قتل کرنے اور انکے مرنے تڑپنے کا تماشہ دیکھنے کی اجازت تھی ـــــ لیکن اے انسانیت کے محسن ! تو نے اس خون کی حرمت کو کعبہ سے بھی بڑھا دیا۔

آپ کے ذہن میں اگر یہ اشکال آئے کہ یہ تو مسلمان کے خون کی حرمت ہے مطلقاً انسان کے خون کو خواہ وہ مسلم ہو یا کافر ' تحفظ کیسے ملے گا تو میں اس اشکال کے جواب میں ایک بات تو یہ عرض کروں گا کہ اصل انسان تو مسلمان ہی ہے جو اللہ کو ماننے والا ہے اور کافر جو اللہ کا باغی ہے وہ حقیقت میں حیوان ہے بلکہ حیوان سے بھی بدتر ہے لیکن اس کے باوجود اسلامی ملک میں رہنے والے غیر مسلم ذمی کے خون کو بلکہ اس کے مال اور عزت و آبرو کو بھی شریعت نے تحفظ دیا ہے ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "جو مسلمان کسی معاہد (غیر مسلم شہری) پر ظلم کرے گا یا اس کا حق مارے گا یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالے گا یا اس کی کوئی چیز جبراً لے گا تو میں اللہ کی عدالت میں مسلمان کے خلاف دائر ہونے والے مقدمہ میں اس غیر مسلم شہری کا وکیل بن کر کھڑا رہوں گا" (۳۲)

اور خوب جان لو کہ جس موکل اور مظلوم کے وکیل آپ ؐ ہوں گے اسے استغاثہ کے مقدمہ میں کبھی شکست نہیں ہو سکتی۔

کافروں والی سزا۔ بات مسلمان کے خون کی ہو رہی تھی کہ آپ ؐ نے کس قدر اس

کی عظمت بیان فرمائی ہے ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا اللہ کی نافرمانی ہے اور اس سے قتال کرنا اللہ کا کفر ہے" (صحیح بخاری)

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں باہمی محبت و الفت کا حکم دیا ہے اور جو اس کے برعکس کرتا ہے وہ اللہ کے حکم کو نہیں مانتا اور یہ ایک معنی میں اللہ کا انکار ہی ہے چنانچہ اسی لئے قرآن پاک میں مسلمان کو ناحق اور بلا ارادہ قتل کرنے کی سزا وہی رکھی ہے جو کافروں کے لئے مخصوص ہے فرمایا۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (۹۳)

اور جو کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے گا تو اس کا بدلہ
دوزخ ہے وہ اس میں پڑا رہے گا اور اللہ اس پر
ناراض ہوا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا
عذاب تیار کیا۔

کوئی حد ہے اللہ کی ناراضگی کی ! مسلمان کے قاتل کے لئے کسی ایک وعید پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ چار وعیدیں اس کے لئے بیان فرمائیں' اس کے لئے جہنم کی سزا' اس پر اللہ کا غضب' اس پر اللہ کی لعنت اور اس کے لئے عذاب عظ[illegible] للہ بڑی رحمت والا ہے وہ غفور ہے وہ رحمٰن ہے وہ رحیم ہے وہ روف ہے و [illegible]یم وہ کریم ہے' وہ اپنی شان قہاری سے زیادہ شان رحیمی کو نمایاں کرتا ہے او[illegible]۔ بسم اللہ میں الجبار' القہار کی صفت کو نہیں الرحمٰن اور الرحیم کو ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے تم شرابی ہو یا زانی' ڈاکو ہو یا لٹیرے کسی حال میں بھی میری رحمت سے ناامید نہ ہو جیو لیکن جہاں تک مسلمان کے قاتل کا تعلق ہے ۔۔۔ نہیں ۔۔۔ بلکہ اس کے قتل میں ذرا سا تعاون کرنے والے کا تعلق ہے اسے کہہ دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو

جاتا ہے۔

سید الصادقین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک کلمہ سے مسلمان کے قتل پر مدد کی وہ جب قیامت کے دن اٹھے گا تو اس کی پیشانی پر تحریر ہوگا " ھذا آئس من رحمۃ اللہ " (یہ وہ شخص ہے جو اللہ کی رحمت سے نا امید ہو) (۲۴)

خون کی حرمت کے سلسلہ میں قدیم اور جدید مسلمان میں کوئی فرق نہیں اگر ایک شخص چند لمحے پہلے مسلمان ہوا ہو تو اس کے خون کا بھی ویسے ہی احترام ہوگا جیسے کسی ستر سالہ مسلمان کے خون کا احترام ہے۔

" حضرت اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جہینہ کے کچھ لوگوں کی طرف بھیجا ان کے ایک آدمی کے ساتھ سامنا ہوا میں اس پر نیزے کے ساتھ حملہ کرنے لگا تو اس نے " لا الہ الا اللہ " کہہ دیا میں نے اس کے باوجود اس پر حملہ کرکے اسے قتل کر دیا جب میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اس بارے میں بتایا تو آپ نے فرمایا کیا تم نے اسے " لا الہ الا اللہ " کہنے کے باوجود قتل کر دیا میں نے عرض کیا اس نے صرف قتل سے بچنے کے لئے ایسا کہا تھا آپ نے فرمایا کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا "

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ بار بار فرماتے تھے کہ " جب وہ قیامت کے دن لا الہ الا اللہ لے کر آئے گا تو تم کیا جواب دو گے (۲۵)

حضرت اسامہ بن زید سے آپ کو بڑا پیار تھا وہ آپ کے متبنیٰ حضرت زید کے بیٹے تھے، حسنین کے ساتھ پرورش پانے والے تھے آپ کی گود میں بیٹھنے والے تھے اور جس شخص کو انہوں نے قتل کیا بظاہر اس کا ایمان مشکوک تھا مگر آپ کا فرمانا یہ تھا کہ جب اس نے " لا الہ الا اللہ " کہہ دیا تھا تو پھر اسے قتل کرنے کا کیا جواز باقی رہ گیا تھا کیونکہ لا الہ الا اللہ کہنے والا اللہ کے نزدیک اس سارے مادی جہاں سے بہتر

ہے یہ دنیا باقی ہی اس وقت تک ہے جب تک اس میں لا الہ الا اللہ کہا جاتا رہے گا اور جب اس پاکیزہ کلمہ کا کہنے والا ایک فرد بھی باقی نہیں رہے گا تو قیامت آجائے گی اسی لئے تو آپؐ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ کے نزدیک دنیا کا ختم ہو جانا ایک مسلمان کے قتل سے زیادہ آسان ہے" (ابن ماجہ) یہ بزم ہستی تو سجائی ہی مسلمان کے لئے گئی ہے دنیا بارات ہے اور مسلمان اس کا دولہا ہے۔ جب دولہا ہی نہ رہے تو بارات کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ "اگر آسمان اور زمین والے کسی مومن کا خون بہانے میں شریک ہو جائیں تو اللہ ان سب کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ (۲۱)

تیسرا حق۔ جان کے بعد مسلمان کا تیسرا حق یہ ہے کہ اس کے مال کی بھی حفاظت کی جائے حجۃ الوداع کے تاریخی خطبہ میں آپؐ نے جان کے ساتھ مسلمان کے مال کی حرمت کو بھی ذوالحجہ یوم عرفہ اور شہر مکہ کی حرمت کے برابر ٹھہرایا تھا۔

ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا "جو کوئی قسم کھا کر مسلمان کا حق مارے گا اللہ اس کے لئے دوزخ واجب اور جنت حرام کر دے گا" ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ اگر کوئی معمولی سی چیز ہو تب بھی؟ فرمایا درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو" (۲۲)

آپؐ کا ذاتی عمل یہ تھا کہ تمام تر اختیارات کے باوجود آپ کسی کے مال میں بلا استحقاق تصرف کرنا گوارا نہ فرماتے تھے اگر کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو باقاعدہ معاوضہ دے کر حاصل فرماتے، مالک کتنا ہی کہہ جاتا کہ اے اللہ کے رسول ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ آپ کا ہے یہ سب آپ ہی کے صدقے میں ملا ہے جو چاہیں لیں اور جو چاہیں چھوڑ دیں مگر آپ اصرار کر کے معاوضہ لیا فرماتے

ہجرت کے موقع پر سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ نے دو اونٹنیاں پیش کیں اور عرض کیا کہ میں اسی وقت کے لئے ان کو پال رہا تھا۔ اب ان میں سے جونسی چاہیں اپنے لئے پسند فرمالیں، حالانکہ حضرت ابوبکرؓ جانثار دوست تھے "من تو شدم تو من شدی" والا معاملہ تھا لیکن آپؐ نے صاف فرما دیا کہ بلا معاوضہ تو میں نہیں لوں گا ہاں اگر معاوضہ لیتے ہو تو ایک میں لے لیتا ہوں حضرت ابوبکرؓ کو مجبوراً معاوضہ قبول کرنا پڑا۔

اگر ہمارے دور کا کوئی قبر فروش پیر ہوتا تو ایک اونٹنی تو "تھینکیو" کہہ کر لے ہی لیتا دوسری پر بھی اپنی حریصانہ اور غاصبانہ نظریں گاڑ دیتا اور ہو سکتا ہے مسئلہ بھی گھڑ لیتا کہ پیر کی موجودگی میں مرشد کو سوار نہیں ہونا چاہئے لہٰذا دوسری بھی میرے حوالے کر کے تم پیدل ہی چلو۔

ہجرت کے بعد آپؐ مدینہ تشریف لائے تو مسجد نبوی کے لئے جو زمین منتخب کی وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی انہوں نے اپنی افتادہ زمین بلا قیمت دینے کی پیشکش کی مگر آپؐ نے اس کی قیمت کا اندازہ لگوا کر معاوضہ دے کر یہ زمین حاصل کی (محسن انسانیت)

ظاہر ہے اگر آپؐ زمین مفت لے لیتے تو آپؐ کا عمل دوسروں کے لئے جواز کی دلیل بن جاتا اور ہمارے دور کے فنکار تو دوسروں کے پلاٹوں، مکانوں اور زرعی زمینوں پر قبضہ کر لینے کو بھی سنت رسول ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے کیونکہ رجسٹرڈ شدہ عشاق رسول ان سنتوں سے تو بھاگتے ہیں جن میں تکلیف اٹھانا پڑتی ہے جن میں جان کی بازی لگانی پڑتی ہے جن میں کانٹوں پر چلنا پڑتا ہے جن میں طعنے سننے پڑتے ہیں جن میں عزت اور آبرو کو داؤ پر لگانا پڑتا ہے لیکن جو میٹھی میٹھی سنتیں ہیں ان پر وہ بڑی خوشی سے عمل کرتے ہیں۔

ایک صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں حوالوں کے ساتھ اور سرخیاں لگا لگا کر یہ ثابت کیا ہے کہ کھجوریں کھانا سنت ہے' دودھ پینا سنت ہے حلوہ کھانا سنت ہے گوشت کھانا سنت ہے میں نے کہا اے کاش ! تم یہ بھی ثابت کرتے کہ حلال روزی کمانا سنت ہے بھوکوں کو کھلانا سنت ہے' دین کے لئے جہاد کرنا اور سر دھڑ کی بازی لگانا سنت ہے' گالی گلوچ اور فتویٰ بازی سے بچنا سنت ہے بلکہ یہ تو اپنے اپنے مقام میں فرض بھی ہے'

تو حضور' کو اگرچہ وہ دونوں بھائی راضی خوشی زمین دے دیتے لیکن حرص کو مال ہتھیانے کا راستہ مل جاتا مگر آپؐ نے یہ راستہ ہی بند کر دیا اور عمل کیساتھ اپنے قول سے بھی اس کی ممانعت فرمادی آپ' کا فرمان ہے۔

مَنْ اَخَذَ شِبْرً اِمِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّہٗ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِیْنَ (۲۸)

ترجمہ۔ جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً" (زبردستی) لے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالے گا۔

اتنا بڑا بوجھ۔ وہ ضعیف انسان جو چند من وزن نہیں اٹھا سکتا وہ سات زمینوں کا طوق کیسے اٹھائے گا؟

کہا جاتا ہے کہ خلیفہ وقت حکم بن عبدالرحمن ثالث کو اپنا محل بنوانا تھا اتفاق سے جو زمین پسند کی گئی اس میں ایک غریب بیوہ کا جھونپڑا آتا تھا اس بیوہ کو کہا گیا کہ یہ زمین قیمتاً دے دے مگر اس نے انکار کیا خلیفہ نے زبردستی قبضہ کرکے اس زمین پر اپنا محل بنوا لیا اس بیوہ نے قاضی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی قاضی نے اسے تسلی دے کر کہا کہ اس وقت تم جاؤ میں کسی مناسب وقت میں تمہارا انصاف کرنے کی کوشش کروں گا خلیفہ حکم بن عبدالرحمن جب پہلے پہل محل اور باغ کو دیکھنے گیا تو اسی وقت قاضی بھی وہاں ایک گدھا اور خالی بوری لے کر آگیا اور خلیفہ سے

وہاں سے مٹی بھرنے کی اجازت چاہی ' اجازت دے دی گئی قاضی نے اس بورے میں مٹی بھر کر عرض کی کہ مہربانی فرما کر اس بورے کے اٹھانے میں اس کی مدد کی جائے خلیفہ نے اسے ایک مذاق سمجھا اور بورے کو ہاتھ لگا کر اٹھانے کی کوشش کی چونکہ وزن زیادہ تھا خلیفہ سے ذرا بھی نہ اٹھا ' موقع مناسب تھا لوہا گرم تھا قاضی نے فوراً چوٹ لگائی کہا " اے خلیفہ ! جب تو اتنا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں تو قیامت کے دن جب ہم سب کا مالک انصاف کرنے کے لئے عرش پر جلوہ افروز ہو گا اور جس وقت وہ بیوہ جس کی زمین تم نے زبردستی لے لی ہے اپنے پروردگار سے انصاف چاہے گی تو اتنی بھاری زمین کا بوجھ کس طرح اٹھا سکو گے " خلیفہ پر اس بر محل بات کا بڑا اثر ہوا اور اس نے فوراً " یہ محل اس کے لوازمات سمیت اس بیوہ کے حوالے کر دیا۔

مزدوروں کے حقوق غصب کرنے والے ' غریبوں کے خون پسینے کی کمائی ہڑپ کرنے والے بیواؤں کی جائیدادوں پر قبضہ کرنے والے اور یتیموں کی بے بسی اور فقیروں کی بے کسی کا ناجائز فائدہ اٹھانے والے کاش ! کبھی ایک لمحے کے لئے یہ سوچ لیں کہ ہمیں اس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا ہے اور ایک دن حاکم اعلیٰ کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔

امیر المومنین مہدی نے ایک نیا محل تعمیر کروایا خلیفہ نے ہر امیر اور غریب دوست اور دشمن کو محل کے نظارے کی اجازت دے دی اور یہ اعلان کر دیا کہ اگر اس محل میں کوئی عیب دکھائی دے تو اس کا بھی اظہار کر دیا جائے ایک فقیر نے محل پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد کہا اس محل میں دو نقص ہیں ایک یہ کہ آپ اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے ' دوسرا یہ کہ محل ہمیشہ نہیں رہے گا ' خلیفہ اس بات سے اس قدر متاثر ہوا کہ وہ محل غرباء اور فقراء کے لئے وقف کر دیا۔

ہوئے قصر فنا سے قصر عالی بے نشاں لاکھوں
تری عبرت کو منعم ایک باقی قصر گردوں ہے

تو دوستو! یہ دنیا تو دارالبقاء نہیں بلکہ دارالفناء ہے ایک روز اس عدالت میں پیش ہونا ہے جہاں انصاف ہوتا ہے جہاں رشوت اور سفارش اور سینہ زوری نہیں چلتی جہاں ہمارے جرائم کے چشم دید گواہ (فرشتے) موجود ہیں ' جہاں ہمارے اعضاء بھی ہمارے خلاف گواہی دیں گے جن ہاتھوں سے کسی مظلوم پر ظلم کیا ہوگا کسی غریب کا حق مارا ہوگا وہی ہاتھ چیخ چیخ کر کہیں گے اے اللہ! اس ظالم نے ظلم کے لئے ہم کو استعمال کیا تھا۔

خوب اچھی طرح سوچ لیجئے ' اگر کسی کا حق دبایا ہے تو ادا کر دیجئے ' اگر دنیا میں کسی کا حق ادا نہ کیا تو آخرت میں بہرحال ادا کرنا پڑے گا اس لئے کہ رب کائنات اپنے حقوق تو ممکن ہے اپنی شان غفاری و ستاری کو کام میں لا کر معاف کر دیں مگر حقوق العباد کو وہ معاف نہیں فرمائیں گے ' تو جب آخرت میں بھی حقوق کی ادائیگی کے بغیر چارہ نہیں تو دنیا ہی میں کیوں نہیں ادا کر دیتے۔

یہاں یا وہاں! سلطان ملک شاہ ایک مرتبہ اصفہان میں جنگل میں شکار کھیل رہا تھا کسی گاؤں میں قیام ہوا وہاں ایک غریب بیوہ کی گائے تھی جس کے دودھ سے تین بچوں کی پرورش ہوتی تھی ' بادشاہی آدمیوں نے اس گائے کو ذبح کرکے خوب کباب بنائے ' غریب بڑھیا کو خبر ہوئی وہ بدحواس ہو گئی ساری رات اس نے پریشانی میں کاٹی ' صبح ہوئی کسی نے بتایا کہ بادشاہ فلاں راستے سے شکار کو نکلے گا چنانچہ اصفہان کی مشہور نہر " زندہ رود " کے پل پر جا کر کھڑی ہو گئی جب سلطان پل پر آیا تو بڑھیا نے ہمت اور جرات سے کام لے کر کہا۔ اے الپ ارسلان کے بیٹے میرا انصاف اس نہر کے پل پر کرے گا یا پل صراط پر! جو جگہ پسند ہو انتخاب کر لے ' بادشاہ گھوڑے سے اتر پڑا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس عجیب و غریب اور حیرت انگیز سوال کا اس پر

خاص اثر ہوتا ہے اس نے بڑھیا سے کہا پہلے صرافہ کی طاقت سمجھ میں اسی جگہ فیصلہ
کرنا چاہتا ہوں کہو کیا کہتی ہو بڑھیا نے اپنا سارا قصہ بیان کیا ' بادشاہ نے لشکریوں کی
اس نالائق حرکت پر افسوس ظاہر کیا اور ایک گائے کے عوض میں اس کو ستر گائیں
دلائیں اور مالا مال کر دیا اور جب اس بڑھیا نے کہا میں تمہارے عدل و انصاف سے
خوش ہوں اور میرا اللہ اور رسول خوش ہے تو گھوڑے پر سوار ہوا!

خلاصہ یہ کہ کسی بھی مسلمان کی ملکیت میں اس کی اجازت اور رضا مندی کے
بغیر دخل اندازی جائز نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "خبردار! ظلم نہ
کرو خبردار کسی آدمی کا مال جائز نہیں مگر اس وقت جب کہ صاحب مال اپنی خوشی سے
دے"

چوتھا حق۔ مسلمان کا چوتھا حق یہ ہے کہ بیماری ' تکلیف ' بھوک اور پریشانی میں اس
کی مدد کی جائے کیونکہ یہ دنیا دار المحن ہے یہاں انسانوں پر امتحانات اور آزمائشیں تو
آتی ہی رہتی ہیں ' دنیائے انسانیت کے آغاز ہی سے حضرت انسان تنگی اور سختی
حرارت کا شکار رہا ہے اور آج بھی وہی صورت حال ہے۔ —

وہی الم وہی سوز جگر تپاں بھی وہی
وہی زمیں کا چمن ' اور آسماں بھی وہی

بھرا ہوا ہے مضامین غم سے مکتب دہر
فلک کا دور بھی وہی میرا امتحاں بھی وہی

اور ایک فارسی شاعر نے بہت خوب کہا ہے۔

دو عالم بے وفا ' ہیچ کس محرم نیست
شادی و نشاط در تن آدم نیست

قلبِ کس کہ دریں جہاں اورا غم نیست
یا آدم نیست یا اندریں عالم نیست

تو میرے دوستو! اس دنیائے رنگ و بو میں رہنے والا ہر انسان مصائب اور حوادث سے دوچار ہوتا ہے وہ کبھی بیمار ہوتا ہے کبھی عزیزوں کی جدائی کا صدمہ اسے اٹھانا پڑتا ہے۔ کبھی فقر و فاقہ اور غربت و افلاس کا دیو اپنے پنجے اس کے ناتواں جسم میں گاڑ دیتا ہے کبھی چلتا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جاتا ہے کبھی کسی ایکسیڈنٹ میں اس کا بدن زخموں سے چور چور ہو جاتا ہے کبھی بڑھاپا اس کی جوانی کی رعنائیاں چھین لیتا ہے، کبھی غمگسار بیوی کی وفات اور پیارے معصوم بچوں کی ناگہانی موت اس پر غموں کا پہاڑ توڑ دیتی ہے —— یہ حالات ہر انسان کو پیش آتے ہیں بس وقت میں تقدیم و تاخیر ہو جاتی ہے کسی کی خوشیوں کے خرمن پر بجلی پہلے گرتی ہے اور کسی کے خرمن پر بعد میں! بارہا ہم نے ان گھروں سے نالہ و شیون کی صدائیں بلند ہوتی دیکھی ہیں جہاں چند روز پہلے خوشی کی شہنائیاں بج رہی تھیں لیکن جب کسی کو یہ حالات پیش آئیں، جب کوئی مسلمان، حوادث کا شکار ہو تو اسلام دوسرے مسلمانوں کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ وہ اسے یک و تنہا نہ چھوڑیں بلکہ اس کے دکھ سکھ میں شریک ہوں پھر کبھی تو صورتحال ایسا ہوتا ہے کہ صرف زبانی کلامی ہمدردی سے کسی غمزدہ کے زخموں پر مرہم رکھی جا سکتی ہے اور کبھی عملی امداد کی ضرورت ہوتی ہے،

میرے مسلمان بھائیو! اس دکھی دنیا پر ایک نظر ڈالو آپ کو یہاں بے شمار لوگ ایسے ملیں گے جو محبت اور پیار کے ایک بول کے لئے ترس رہے ہیں وہ بے چارے احساس محرومی کا شکار ہیں، اگر ہماری زبان سے نکلے ہوئے ہمدردی کے دو بول ان کے زخمی دل کو سکون دے سکتے ہیں ان کا احساس محرومی دور کر سکتے ہیں تو ہمارا کیا جاتا ہے کبھی کسی بیمار اور پریشان حال کے ساتھ ہمدردی کا اظہار تو کر کے دیکھیں۔ آپ کے

اظہار ہمدردی سے اس کے چہرے پر جب مسرت آئے گی تو آپ کے اپنے دل کو وہ سکون حاصل ہوگا جو دولت کا انبار خرچ کر کے بھی حاصل نہیں ہو سکتا اور آخرت میں جو ثواب ملے گا وہ اس پر مستزاد!

اتنا اجر و ثواب حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر ایک مسلمان دوسرے (بیمار) مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور اگر وہ شام کو اس کی عیادت کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور جنت میں اس کے لئے باغیچہ ہوگا (۳۰)

ایک دوسری حدیث میں ہے آپ نے فرمایا "جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو جب تک وہ لوٹ نہیں آتا وہ جنت کے باغیچہ میں ہوتا ہے (۳۱)

کس قدر معمولی سا عمل ہے مگر اس پر اجر و ثواب کتنا ہے 'مگر کتنے لوگ ہیں جو اس اجر کو حاصل کرنے کی فکر کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں آپ نے عجیب عجیب انداز میں مسلمان کے حقوق کی اہمیت اور عظمت کو اجاگر کیا ہے آپ نے فرمایا "اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا مگر تو نے میری عیادت نہ کی! بندہ کہے گا اے اللہ میں تیری عیادت کیسے کرتا تو تو رب العلمین ہے؟ اللہ کہے گا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا لیکن تو نے اس کی عیادت نہ کی 'کیا تجھے خبر نہ تھی کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا؟

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا! انسان کہے گا اے میرے پروردگار! میں تجھے کیسے کھانا کھلا سکتا ہوں تو تو رب العلمین ہے؟ اللہ

فرمائے گا کیا تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا مگر تو نے اسے کھانا نہ کھلایا؟ کیا تجھے علم نہیں کہ اگر تم اسے کھانا کھلاتے تو اس (کا اجر) میرے پاس پاتے؟

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے پانی نہ پلایا! بندہ کہے گا اے رب میں تجھے کیسے پلاتا تو تو رب العلمین ہے؟ اللہ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے اسے پانی نہ پلایا؟ کیا تجھے خبر نہیں تھی کہ اگر تو اسے پانی پلاتا تو اس (کا ثواب) میرے پاس پاتے (۳۲)

اس حدیث کے مضمون پر بار بار غور فرمائیں اور بتائیں کہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کی عظمت کو بیان کرنے کے لئے کیا اس سے بہتر بھی کوئی پیرایہ بیان ہو سکتا ہے؟ بھوکے پیاسے مسلمان کو طعام و مشروب سے محروم رکھنے کو گویا ذات باری کو محروم رکھنا بتایا جارہا ہے۔ بیمار مسلمان سے بے توجہی کو اللہ تعالیٰ سے بے توجہی کہا جارہا ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ مسلمان تو مسلمان، کسی غیر مسلم اور یہودی کی علالت کی اطلاع ملتی تو آپ اس کی عیادت کے لئے بھی تشریف لے جاتے اور پھر آپ کے اخلاق کا کرشمہ بعض اوقات ان کے ایمان کی صورت میں ظاہر ہوتا۔

اخلاق کا کمال حضرت انس بیان فرماتے ہیں کہ ایک یہودی غلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا (اتفاق سے) وہ بیمار ہوگیا آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر آپ نے (اپنی محبت بھری زبان سے) فرمایا "اسلام قبول کرلو" اس نے اپنے ابا کی طرف دیکھا جو کہ اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا، اس نے (اجازت دیتے ہوئے) کہا کہ ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی بات مان لو' چنانچہ اس نے اسلام قبول کرلیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اس حال میں نکلے کہ آپ' فرمارہے تھے "تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اسے دوزخ سے بچالیا (۳۳)

آپ' کے یہی وہ اعلیٰ اخلاق تھے جن کی بدولت زنگ آلود دل صیقل ہوگئے اور پتھر موم ہوگئے۔ صحابہ" یہی اخلاق لے کر روم و ایران گئے اور دلوں کو مسخر کرتے چلے گئے وہ زبان سے بھی دین کی دعوت دیتے تھے مگر زیادہ تر لوگ ان کے معاملات کی صفائی ان کے اخلاق کی بلندی' ان کے کردار کی عظمت ان کی زبان کی سچائی او ان کے عہد و پیمان کی پختگی دیکھ کر ایمان قبول کرتے تھے' کیونکہ انسان خالی خولی باتوں سے اتنا متاثر نہیں ہوتا جتنا کسی کا عمل اور کیریکٹر دیکھ کر متاثر ہوتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے

آدمی نہیں سنتا آدمی کی باتوں کو۔ پیکر عمل بن کر غیب کی صدا ہو جا

آج ہمارے پاس اسی چیز کی کمی ہے خوبصورت باتیں ہیں' جوشیلی تقریریں ہیں' لمبے چوڑے دعوے ہیں' پردرد وعظ ہیں لیکن معاملات میں صفائی نہیں' اخلاق میں کشش نہیں' مخلوق خدا پر شفقت نہیں انسانوں سے پیار نہیں' مسلمانوں کے لئے ایثار نہیں جبکہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں پورے دین کا خلاصہ صرف دو باتوں میں بیان فرمایا ہے "التعظیم لا مر اللہ و الشفقۃ علی خلق اللہ" (اللہ کے احکام کی تعظیم اور اللہ کی مخلوق پر شفقت)

حاضرین گرامی! جو رحیم و کریم آقا ایک طوائف کو صرف اس لئے بخش دیتا ہے کہ اس نے ایک پیاسے کتے پر شفقت کرتے ہوئے اسے پانی پلایا تھا کیا وہ ایک کلمہ گو مسلمان کے ساتھ شفقت و محبت کا سلوک کرنے پر اپنی رحمت اور مغفرت سے محروم رکھے گا؟ نہیں ہر گز نہیں ایسا نہیں ہوگا ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اپنے وعدے کے مطابق اپنی مخلوق پر شفقت کرنے والوں کو آخرت میں تو نوازے گا ہی' دنیا میں بھی

محروم نہیں رکھتا ہے۔

ایک کے بدلے دس۔ ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ بیمار ہو گئیں اور انہوں نے انار کھانے کی خواہش کی ' حضرت علی کرم اللہ وجہہ بازار تشریف لے گئے ' اور چونکہ جیب خالی تھی اس لئے ایک درہم کسی سے قرض لے کر انار خریدا ' واپسی میں راستے میں ایک بیمار پڑا دیکھا اس سے پوچھا کوئی چیز کھانے کو تیرا دل چاہتا ہے اس نے کہا انار کھانے کو دل چاہتا ہے آپ نے اسے انار دے دیا ' آپ خالی ہاتھ گھر واپس آئے تو کچھ شرمندہ سے تھے ' حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا آپ شرمندہ نہ ہوں میں اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں ' کہ آپ نے جس وقت اس بیمار کو انار کھلایا ' تقریباً" اسی وقت میرا دل انار سے بھر گیا اور مجھے صحت بھی ہو گئی آپ خوش ہو گئے

' اتنے میں حضرت سلمان فارسیؓ ایک سینی لئے ہوئے حاضر ہوئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے ہدیہ بھیجا ہے ' حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کو کھولا تو اس میں نو انار تھے دیکھ کر فرمایا اگر میرے لئے آتے تو اس میں دس انار ہوتے (کیونکہ اللہ کا ایک پر دس دینے کا وعدہ ہے) حضرت سلمانؓ مسکرائے اور ایک انار اپنی آستین سے نکال کر رکھ دیا اور کہا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس میں دس انار تھے فقط آپ کو آزمانے کے لئے میں نے ایک انار نکال لیا تھا (۳۴)

مسلمان کے کام آنا۔

محترم بزرگو! صرف حضرت علیؓ ہی مسلمانوں کے لئے ایثار نہیں کرتے تھے بلکہ سارے ہی صحابہ کا یہی حال تھا وہ تو خلافت میں ہوتے ہوئے بھی بیواؤں کا پانی بھرنے کو اپنی سعادت سمجھتے تھے چوبیس لاکھ مربع میل کی حکمرانی کے باوجود وہ بازار سے یتیموں کا سودا سلف خرید کر لاتے تھے اور فاقہ کشوں کے گھر میں اپنے

پیٹھ پر آٹے کی بوری لاد کر پہنچا دیتے تھے، خدمت خلق میں اس انہماک کی بڑی وجہ یہ تھی کہ سرکار دو جہاں کے تربیت یافتہ غلام جانتے تھے کہ بھوکوں کا پیٹ بھرنے، بیماروں کی عیادت کرنے اور پریشان حال اور ضرورت مند انسانوں کی مدد کرنے سے ویسے ہی اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے جیسے ذکر و دعا، تلاوت و استغفار اور نماز روزہ سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ ایک مرتبہ مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوۃ و السلام میں معتکف تھے آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کرکے (چپ چاپ) بیٹھ گیا، حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے، اس نے کہا کہ اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے میں بے شک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے (اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ) اس قبر والے کی عزت کی قسم میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اچھا کیا میں کسی سے تیری سفارش کروں اس نے عرض کیا جیسے آپ مناسب سمجھیں ابن عباسؓ یہ سن کر جوتا پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے اس شخص نے عرض کیا کہ آپ اپنا اعتکاف بھول گئے؟ فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گذرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حضور فرما رہے تھے کہ "جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے اس کے لئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے زیادہ چوڑی ہے اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے

اعتکاف کی کیا کچھ مقدار ہو گی (۳۵)

انداز لگائیے ! کہ ایک مسلمان کی حاجت بر آری کے لئے حضرت ابن عباسؓ نے اپنے اعتکاف کی بھی پرواہ نہیں فرمائی۔ کیونکہ اعتکاف کی قضا ہو سکتی تھی جبکہ اس مسلمان کا مسئلہ فوری توجہ کا طالب تھا دوسری بات یہ تھی کہ ان کے سامنے وہ عظیم فضیلت تھی جو اعتکاف کی فضیلت سے کہیں بڑھ کر تھی۔

میں انتہائی درد کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج ہم جیسے دینداروں نے اکثر و بیشتر حقوق العباد اور خدمت خلق کے فضائل والی آیات و احادیث سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور اس باب سے ہماری چشم پوشی اور غفلت کی وجہ سے عیسائی مشنریوں ' فری میسن تنظیموں اور بے دینوں نے اس میدان پر قبضہ جما لیا ہے ' اور وہ خدمت اور اعانت کی بنیاد پر غریب اور نادار مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں اگر ہم اسلامی بنیادوں پر اس شعبے کو زندہ کر دیں اور خدمت و اعانت کو دین کی دعوت کا ذریعہ بنا لیں تو نہ صرف

یہ کہ ہم اپنے مفلس بھائیوں کو گمراہ ہونے سے بچا لیں گے بلکہ ہم اپنی دنیا اور آخرت سنوار کر مالک حقیقی کو بھی راضی کر لیں گے یوں تو عمل کا جذبہ رکھنے والے کے لئے جو کچھ میں سنا چکا ہوں وہی کافی ہے لیکن چند احادیث مزید سنا کر اس بات کو ختم کرتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مومن کی دنیوی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی سختیوں میں سے کوئی سختی دور فرمائے گا اور جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی ' حق تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا " (۳۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا مسلمان ، مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کر سکتا ہے اور نہ اسے (بے یار و مددگار) چھوڑ سکتا ہے ' جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت (کے پورا کرنے میں) لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات کی تکمیل فرماتا رہتا ہے اور جو بندہ کسی مسلمان کی تکلیف دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کرے گا اور جس نے کسی مسلمان (کے عیوب) پر (دنیا میں) پردہ ڈالا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (کے عیوب) پر پردہ ڈالے گا (۳۷)

پانچواں حق۔

میں اپنے پچھلے بیان میں مسلمان کے بڑے بڑے حقوق میں سے چار حقوق بیان کر چکا میں بہت زیادہ تفصیل میں نہیں گیا ہوں کیونکہ اگر زیادہ تفصیل میں جاتا تو یہ موضوع دس نشستوں میں بھی مکمل نہ ہو پاتا آج کی نشست میں مسلمان کا ایک اور حق بیان کر رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مسلمان سے اگر غلطی ہو جائے تو اس سے در گزر کیا جائے اگر آج ہم اس سے در گزر کریں گے تو کل قیامت کو اللہ تعالیٰ ہم سے در گزر فرمائے گا اگر آج ہم اس کو رسوائی سے بچائیں گے تو کل روز محشر کو اللہ تعالیٰ ہمیں رسوائی سے محفوظ رکھے گا بظاہر یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن اللہ کے نزدیک یہ بڑا وزن رکھتی ہیں۔

حضرت حذیفہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک بندہ لایا جائے گا جسے اللہ نے دنیا میں مال دے رکھا تھا اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا میں نے تجھے جو مال دیا تو نے اس میں کیا عمل کیا

؟ اور اللہ سے تو کچھ چھپا ہی

نہیں سکتے بندہ کہے گا اے میرے رب تو نے اپنا مال مجھ کو دیا تھا میں لوگوں کو بیچتا تھا اور میری عادت درگذر کرنے اور معاف کرنے کی تھی تو میں مالدار پر آسانی کرتا تھا

اور تنگدست کو مہلت دیتا تھا اللہ عزوجل فرمائے گا کہ (اے میرے بندے) میں معاف کرنے کا تجھ سے زیادہ حقدار ہوں (اے ملائکہ) میرے بندے سے درگزر کرو (۳۸)

غور کیجئے کہ اس مالدار کا دامن نیکیوں سے خالی ہوگا حسنات سے عاری ہوگا نہ اس کے پاس راتوں کا قیام ہوگا نہ دنوں کا صیام 'تم تو فوراً " کہہ دو گے کہ ایسے شخص کا جنت میں کیا کام ؟ لیکن وہ اللہ کی مخلوق پر ترس کھاتا ہوگا اللہ اس پر ترس کھائے گا وہ مخلوق سے در گزر کرتا ہوگا ' اللہ اس سے در گزر کرے گا ' وہ انسانوں کے کھوٹے پیسے قبول کرلیتا ہوگا ' اللہ تعالیٰ اس کے کھوٹے اعمال قبول کرلے گا ' وہ جو کہا جاتا ہے کہ " رحمت خدا بہانہ می جوید بہا نمی جوید " (اللہ کی رحمت بہانے ڈھونڈتی ہے مال و دولت نہیں ڈھونڈتی) تو یہ بالکل صحیح کہا جاتا ہے بعض اوقات ایک معمولی سی نیکی اسے پسند آجاتی ہے اور وہ نیکی بندے کی فوز و فلاح کا سبب بن جاتی ہے اور بسا اوقات بڑے بڑے عابدوں زاہدوں اور پارساؤں کی عبادتیں ان کے تکبر ' غرور ' انسانوں کو ستانے اور ان کے حقوق غصب کرنے کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں ' اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ عبادت و سخاوت کرنے کے بعد بھی انسان کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں میری غلطی کی وجہ سے یہ ساری محنت اور انفاق و ایثار ضائع نہ چلا جائے ' اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بتایا ہے کہ انسانوں میں اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں وہ لوگ ہوں گے جن کی کوشش (اعمال) دنیا کی زندگی میں ضائع ہو گئی اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں " (۳۹)

تو بندوں سے در گذر کرنا اور ان سے چشم پوشی کرنا بظاہر معمولی سی نیکی ہے لیکن اللہ کی نظر میں یہ بہت بڑا عمل ہے جس کی وجہ سے وہ قیامت کے دن اپنی خصوصی رحمت سے نوازے گا۔

حضرت ابو الیسرؓ فرماتے ہیں کہ میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا اور میرے ان دونوں کانوں نے سُنا اور میرے اس دل نے یاد رکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی تنگدست (قرض دار) کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا اللہ تعالیٰ اسے اپنے سائے میں جگہ دے گا ((۴)

معتدل راستہ۔

اسلام چونکہ ہر معاملہ میں اعتدال کا راستہ اختیار کرتا ہے اس لئے اسلام نے صرف قرض خواہ کو یہ ترغیب نہیں دی کہ وہ درگذر کرے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مقروض کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ قرض ادا کرنے کی کوشش کرے اور اگر اس کو اس حالت میں موت آگئی کہ اس کی گردن پر کسی کا قرض یا مالی حق تھا تو پھر بڑی سے بڑی نیکی بھی اس کو اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکے گی۔

حدیث میں ہے کہ " ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا افضل ترین اعمال ہیں اس پر ایک شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو کیا یہ میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا آپ نے جواب دیا کہ ہاں بشرطیکہ تم اس حالت میں اللہ کی راہ میں شہید ہو کہ تم صبر کرنے والو ہو نیک نیت ہو آگے بڑھنے والے ہو اور پیٹھ دکھانے والے نہ ہو' پھر آپ نے فرمایا (اچھا دوبارہ کہو) تم نے کیا کہا تھا اس شخص نے (دوبارہ) عرض کیا کہ آپ کا کیا خیال ہے اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو کیا یہ میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا آپ نے (دوبارہ) فرمایا کہ ہاں بشرطیکہ تم صبر کرنے والے ہو' نیک نیت ہو' آگے بڑھنے والے ہو' پشت دکھانے والے نہ ہو (اگر تم اس شان کے ساتھ

شہید ہو جاؤ گے تو تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے) سوائے قرض کے (کہ وہ شہادت سے بھی معاف نہیں ہو سکتا) یہ بات (ابھی ابھی) مجھے جبرئیل نے بتائی ہے (۳۱)

حالانکہ شہید تو وہ خوش بخت انسان ہے جس کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے قبل ہی قبول ہو جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ اسے مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہے جس کا ذکر اللہ نے نبیوں اور صدیقوں کے بعد تیسرے نمبر پر کیا ہے اور شہادت وہ مقام ہے جس کی آرزو اور دعا سید الانبیاء علیہ السلام بھی کرتے تھے اس کے باوجود فرمایا کہ اس کے سارے گناہ معارف ہو جائیں گے مگر حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے۔

حقوق ہی حقوق۔

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر یہ چند بڑے بڑے حقوق ہیں جو میں نے آپ کے سامنے کسی قدر اختصار کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں لیکن یہ مت جانیے گا کہ مسلمان کے صرف یہی حقوق ہیں بلکہ مختلف حیثیتوں میں مسلمان کے مختلف حقوق ہیں۔

مسلمان اگر والدین کی صورت میں ہو تو ان کا حق یہ ہے کہ ان کی خدمت کی جائے ان کو کسی بھی انداز میں کوئی تکلیف نہ دی جائے ان کے جذبات کا خیال رکھا جائے وہ اگر انتقال کر جائیں تو ان کے لئے دعاء استغفار کا اہتمام کیا جائے۔

مسلمان اگر بیوی کی صورت میں ہو تو اس کا حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اس کی ضروریات زندگی پوری کی جائیں بیویاں اگر دو ہوں تو ان کے درمیان عدل کیا جائے۔

مسلمان اگر شوہر ہو تو اس کا حق بیوی پر یہ ہے کہ وہ اس کی امانت میں خیانت نہ کرے شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس کی بات مانے ' اس کے گھر اور دولت کی حفاظت کرے۔

مسلمان اگر اولاد کی صورت میں ہو تو والدین پر ان کا حق یہ ہے کہ وہ ان کی صحیح تربیت کریں انہیں نماز کی عادت ڈالیں ان پر رزق حلال خرچ کریں ' اولاد میں انصاف کریں۔

مسلمان اگر یتیم ہو تو اس کا حق یہ ہے کہ اسے پیار دیا جائے تاکہ وہ احساس کمتری کا شکار نہ ہو ' اس کے مال میں خیانت نہ کی جائے اس کی صحیح نہج پر تربیت اور پرورش کی جائے۔

مسلمان اگر پڑوسی ہو تو اس کا حق یہ ہے کہ اس کی خبر گیری کی جائے اس کے ساتھ احسان کیا جائے ایک دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار قسم اٹھائی اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتا صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ کون ؟ آپؐ نے فرمایا وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی تکلیفوں سے محفوظ نہ رہے (۴۲) ۔

مسلمان اگر آپ کا خادم اور نوکر ہو تو اس کا حق یہ ہے کہ اسے اچھا طعام و لباس دیا جائے ' اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے اس کی پٹائی نہ لگائی جائے ' ممکن ہو تو اسے کھانے میں اپنے ساتھ شریک کیا جائے۔

مسلمان اگر عالم دین ہو تو اس کا حق یہ ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے ' اس سے دینی مسائل میں استفادہ کیا جائے۔

مسلمان اگر بچہ ہو تو اس کا حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ شفقت ' محبت اور دل لگی کا معاملہ کیا جائے۔

مسلمان اگر رفیق سفر ہو تو اس کا حق یہ ہے کہ خدمت میں مسابقت کی جائے

زائد از ضرورت چیز اس کو دے دی جائے اگر وہ پیدل ہو تو اسے اپنی سواری پر بٹھا لیا جائے۔

مسلمان اگر مالک ہے تو اس کا حق یہ ہے کہ اس کی امانت میں خیانت نہ کی جائے اس کے ساتھ خیر خواہی والا معاملہ کیا جائے۔

مسلمان اگر مزدور ہو تو اس کا حق یہ ہے کہ اسکی مزدوری پوری اور جلد اسے دے دی جائے۔ اس کے ساتھ ایسا سلوک نہ کیا جائے جس سے اس کی عزت نفس مجروح ہو۔

یوں مختلف معاشرتی حیثیتوں کے اعتبار سے مسلمان کے مختلف اور متنوع حقوق ہیں۔

محاسبہ اور جائزہ۔ آیئے ہم اپنا محاسبہ کریں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا جائزہ لیں کیا ہم واقعی ان سارے حقوق کو ادا کرتے ہیں؟ حیوانوں کے حقوق چھوڑیئے ذمی کافروں کے حقوق چھوڑیئے آج آپ اپنے جائزہ کو صرف اس نکتہ تک محدود رکھیں کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے دوسرے مسلمان بھائیوں کے جو حقوق ہم پر لازم ہوتے ہیں کیا ہم ان حقوق کو ادا کر رہے ہیں اگر آپ اپنے ضمیر کا گلا دبا کر بالفرض "ہاں" کہہ بھی دیں تو حقائق و واقعات چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ "نہیں نہیں"۔

ہمارے آقا و مولیٰ محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک عمارت کے ساتھ تشبیہ دی تھی جس کی اینٹیں باہم مل کر اس کی تکمیل اور مضبوطی کا سامان کرتی ہیں ہمیں اس "جسد واحد" کے ساتھ تشبیہ دی تھی جس کے ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے قرآن نے ہمارا تعارف "رحماء بینھم" کے ساتھ کرایا تھا اور "لا الہ الا اللہ" کی بنیاد پر ہمارے درمیان محبت و اخوت کا ایسا

رشتہ قائم کیا کہ "دنیا کے تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں مگر یہ رشتہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا' ممکن ہے کہ ایک باپ اپنے لڑکے سے روٹھ جائے بعید نہیں کہ ایک ماں اپنی گود سے اپنے بچے کو الگ کردے ہو سکتا ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا کے تمام عہد مودت خون اور نسل کے باندھے ہوئے پیمان وفا و محبت ٹوٹ جائیں مگر جو رشتہ ایک چین کے مسلمان کو افریقہ کے مسلمان سے ایک عرب کے بدو کو تاتار کے چرواہے سے اور ایک ہندوستان کے نو مسلم کو مکہ معظمہ کے صحیح النسب قریشی سے پیوست و یک جان کرتا ہے' دنیا میں کوئی طاقت نہیں جو اسے توڑ سکے اور اس زنجیر کو کاٹ سکے جس میں خدا کے ہاتھوں نے انسانوں کے دلوں کو ہمیشہ کے لئے جکڑ دیا ہے۔

پس اے عزیزان ملت! اور اے بقیہ ماتم زدگان قافلہ اسلام! اگر یہ سچ ہے کہ دنیا کے کسی گوشے میں پیروان اسلام کے سروں پر تلوار چمک رہی ہے تو تعجب ہے اگر اس کا زخم ہم اپنے دلوں میں نہ دیکھیں' اگر اس آسمان کے نیچے کہیں بھی ایک مسلم پیرو توحید کی لاش تڑپ رہی ہے تو لعنت ہے ان کروڑوں زندگیوں پر جن کے دلوں میں اس کی تڑپ نہ ہو اگر افغانستان میں مساجد اور مصاحف کی بے حرمتی ہو رہی ہے تو ہم کو کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے منہ سے دل و جگر کے ٹکڑے نہیں گرتے کشمیر میں اگر ان سینوں کو گولیوں اور سنگینوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے جن سے نزع کے عالم میں اشہد ان لا الہ الا اللہ کی آواز نکل رہی تھی تو ہم پر اللہ اور اس کے ملائکہ کی پھٹکار ہو اگر اپنی گردنوں پر اس کے نشان محسوس نہ کریں' اگر عرب کے ریگزاروں میں کلمہ توحید کے محافظوں کے بدن' صلیب پرستوں کی گولیوں سے چھد رہے ہیں تو ہم اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کے رسول کے آگے ملعون ہوں' اگر اپنے پہلوؤں کے اندر ایک لمحہ کے لئے بھی راحت اور سکون محسوس کریں مجھ کو تو یہ بھی کہنا چاہئے کہ اگر

میدان جہاد میں کسی بھی مسلمان کے تلوے میں ایک کانٹا چبھ جائے تو قسم ہے خدائے اسلام کی کہ کوئی پاکستان کا مسلمان' مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس کی چبھن کو تلوے کی جگہ اپنے دل میں محسوس نہ کرے اگر ایک نادار ماں صرف اس لئے کانٹوں پر رات گزار دیتی ہے کہ اس کے بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں تو تف ہے ہماری زندگیوں پر اگر ہم خواب خرگوش کے مزے لیتے رہیں' اگر ایک فقر زدہ باپ صرف اس لئے خود کشی کر لیتا ہے کہ اس سے اس کے بھوکے بچوں کی چیخیں سنی نہیں جاتی تھیں تو اس نادان باپ کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی اپنی گردنوں کو آخرت کے پھندے کے لئے تیار رکھنا چاہئے' اگر ایک سہاگن صرف اس لئے بیوہ ہو جاتی ہے کہ ہسپتال میں آخری ہچکیاں لیتے ہوئے اس کے شوہر کو کوئی مسلمان خون دینے کے لئے تیار نہیں تھا تو تعجب ہوتا ہے رب کائنات کی شان رحیمی اور کریمی پر کہ اب تک ہماری رگوں میں خون کی گردش کیسے جاری ہے۔

کان کھول کر سن لیجئے! کہ اگر کسی مظلوم کی داد رسی کے لئے' کسی نان شبینہ کے محتاج غریب مسلمان کی نصرت کے لئے' بھوک سے تلملانے والے کسی معصوم بچے کا پیٹ بھرنے کے لئے' بیماری سے نڈھال کسی مسلمان کی عیادت اور اعانت کے لئے ہمارے دل میں درد نہیں اٹھتا' ہماری تجوریوں میں ارتعاش پیدا نہیں ہوتا' ہمارے اعضاء حرکت میں نہیں آتے تو ہمیں ایک گہری نظر سے اپنے سینے کا جائزہ ضرور لے لینا چاہئے کہ کہیں وہ ایمان سے خالی تو نہیں ہو گیا۔

ارے میاں! مسلمان تو بڑا حساس ہوتا ہے اس کی حالت تو یہ ہوتی ہے۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

مسلمان تو کسی کافر بلکہ حیوان تک کی تکلیف نہیں دیکھ سکتا وہ کیسا مسلمان ہے جو زخموں سے چور' بھوک سے نڈھال' مصائب سے پریشان حالات سے آزردہ اور بیماریوں سے شکستہ انسانوں کے درمیان رہتا ہے مگر اپنی کمال میں مست ہے اس کے دل میں درد نہیں اسے کسی کی پرواہ نہیں۔

بسیار خوری کی وجہ سے کھٹے ڈکار مارنے والو! کبھی ان فاقہ زدہ انسانوں کو بھی یاد کر لیا کرو جو روٹی کے ایک ٹکڑے کی تلاش میں کچرے کے ڈھیر پر چیلوں اور کوؤں کی طرح جھپٹتے ہیں' میں نے ابھی چند روز پیشتر ہی اخبار میں پڑھا کہ ایک ماں نے اپنے معصوم بچوں کے گلے کاٹنے کے بعد اپنا گلا بھی کاٹ لیا اور خود کشی کر لی' وہ ماں جو بچوں کے پاؤں میں کانٹا برداشت نہیں کر سکتی اس مشرقی ماں نے جانتے ہو ایسا کیوں کیا

صرف اس لئے کہ اس کے اندر اپنے بھوکے بچوں کی تڑپ دیکھنے کا حوصلہ باقی نہیں رہا تھا' کیا ان معصوم بچوں کا خون ان وڈیروں' چوہدریوں' رئیسوں' سرمایہ داروں اور حاکموں کی گردن پر نہیں ہے جو اللہ کی دی ہوئی دولت و ثروت پر خزانے کے سانپ بن کر بیٹھے ہیں

کیا ان نو خیز کلیوں کے مسلے جانے کا وہ نظام ذمہ دار نہیں ہے جس نظام کی بدولت امیر امیر تر ہو رہا ہے اور غریب' غریب تر! ہائے وہ اسلام کا فلاحی اور مثالی نظام! جس میں خلیفہ وقت روتے ہوئے بچوں کا پیٹ بھر کر ان کے چہروں پر مسکراہٹ بکھیر دیتا تھا' جس نظام میں کتے کا بھوکا مرنا بھی ناقابل برداشت تھا۔

تڑپا دینے والا واقعہ۔

اس گذشتہ عید الفطر پر اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی رب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں وہ خبر پڑھ کر میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میرے جیسے سنگدل انسان کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے' خبر یہ تھی کہ پنجاب کے کسی شہر میں

غالباً اقبال نامی ایک معصوم بچے نے ریل گاڑی کے نیچے آکر خود کشی کر لی خود کشی کرنے کی وجہ یہ تھی کہ عید کا موقع تھا اس کے ہم عمر دوسرے بچوں نے نئے کپڑے سلوائے تھے اقبال نے اپنے والدین کے سامنے اصرار کیا کہ مجھے بھی نئے کپڑے سلوا کر دیئے جائیں مگر وہ غربت کے ہاتھوں اس قدر مجبور تھے کہ اپنے لخت جگر کی یہ چھوٹی سی خواہش بھی پوری نہ کر سکے چنانچہ دل شکستہ بچے نے اپنی زندگی کا چراغ گل کر کے ظالم سماج کے منہ پر ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کر دیا' دور حاضر کے پتھر صفت مسلمانوں کے ضمیر پر بھاری بھر کم ہتھوڑے کی ضرب لگا دی۔۔۔۔ اے سنگدل انسانو! تمہارے بچوں کے ڈریس ہر مہینے بلکہ ہر ہفتے تبدیل ہوتے ہیں' ان کا اسکول کا یونیفارم الگ ہے کھیل کود کی وردی الگ ہے شادی بیاہ کا لباس جدا ہے گھر کے کپڑے علیحدہ ہیں' بازار کا سوٹ اور ہے' سونے کا لباس اور ہے مگر تم نے کبھی سوچا کہ یہاں ایسے بچے بھی ہیں جن کو عید کے لئے بھی نیا لباس نصیب نہیں ہوتا؟ کبھی تم نے ان کے تار تار لباس اور پھٹے پرانے چیتھڑوں کو دیکھا ہے جو ستر کے تقاضے بھی پورے نہیں کرتے؟ مگر تم کیوں دیکھو گے تمہارے دیکھنے کے لئے دنیا میں دوسری چیزیں کیا کم ہیں؟ تمہارے پاس اتنی فرصت ہی کہاں ہے اور ممکن ہے کہ نشہ دولت سے معمور بعض حضرات یہ بھی کہہ دیں کہ اجی! آج کے دور میں کون اتنا غریب ہو گا جسے لباس جیسی معمولی چیز کی ضرورت ہو میں ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے وہ خبر سنا دینا کافی سمجھتا ہوں جو مئی ۱۹۸۹ء کو جنگ اخبار میں شائع ہوئی تھی خبر یہ تھی کہ بنگلہ دیش میں ہر سال ایک شہر میں ایک صاحب ثروت غریب عورتوں میں مفت ساڑھیاں تقسیم کرتے تھے (کیونکہ بنگالی خواتین بالعموم ساڑھی پہنتی ہیں) اس سال ساڑھیاں لینے کے لئے دور دراز سے اس قدر عورتیں جمع ہو گئیں کہ انیس[19] عورتیں ہجوم میں کچل کر ہلاک ہو گئیں اور پھر ان بدنصیب عورتوں کو ساڑھیوں کے بجائے

کفن پہنایا گیا۔ میرے اللہ! تو ہی میری زبان میرے قلم میں ایسا درد اور اثر پیدا کر دے جو پتھر صفت دلوں کو موم کر دے۔
علامہ اقبال کے اس ملک میں کتنے ہی اقبال ہیں جو ڈھنگ کے لباس سے محروم ہیں کتنی ہی مائیں ہیں جنہیں اپنے بھوکے بچوں کی چیخیں سننی پڑتی ہیں۔

سوچئے میرے دوستو سوچئے! کیا یہ ساری باتیں یہ المناک واقعات سننے کے بعد آپ اس نتیجہ پر نہیں پہنچے کہ خدمت خلق کا کام اسلامی اصولوں کی بنیاد پر منظم طریقے سے کرنے کی ضرورت ہے؟ یہ کسی ایک فرد کا کام نہیں ہے بلکہ اسے اجتماعی سطح پر کرنے کی ضرورت ہے۔
اس کے لئے باقاعدہ تحریک چلانے کی ضرورت ہے، ہر مسجد کے ساتھ ایک فلاحی مرکز کی تعمیر کی ضرورت ہے، مسجد اس معاملہ میں ایک کلیدی کردار ادا کر سکتی ہے، مسجد ہی سے محلّے کے نادار اور مستحق افراد پر نظر رکھی جا سکتی ہے۔
مجھے ان ساتھیوں پر تعجب ہوتا ہے جو نماز روزہ کو عبادت اور اللہ کے احکام سمجھتے ہیں لیکن مظلوموں کی داد رسی، بیواؤں کی خبر گیری، یتیموں کی سرپرستی، مریضوں کی عیادت اور ناداروں کی اعانت کو عبادت نہیں سمجھتے، کتاب و سنت کی روشنی میں میری ان مدلل معروضات کو سننے کے بعد بھی اگر کوئی اللہ کا بندہ ان کاموں کے عبادت ہونے سے انکار کرتا ہے تو اسے اللہ ہی سمجھے۔

فقر اور کفر! پھر یہ بھی جان لیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ قریب ہے کہ فقر انسان کو کفر تک پہنچا دے، اگر ہم نے ناداروں کی سرپرستی نہ کی اور کوئی شخص محض اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے کافر بن گیا تو ہم روز قیامت کی مسئولیت سے بری الذمہ نہیں ہو سکیں گے اور یہ محض اندیشہ نہیں بلکہ

حقیقتاً ایسا ہو رہا ہے ہمارے آنکھیں بند کر لینے سے حقائق تو نہیں بدل سکتے ' ہزاروں
لاکھوں غریب مسلمان ہیں جن کو عیسائیوں ' قادیانیوں اور سوشلسٹوں نے اپنے دام تزویر
میں پھانس لیا اور دین سے بیگانہ کر دیا ان کو مذہب تبدیل کرنے میں سوائے پیٹ
کی آگ بجھانے کے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔

چونکہ پاکستان میں بیروزگاری عام ہے اس لئے کئی مذاہب کے مبلغوں نے
نوجوانوں کو روزگار کا لالچ دے کر گمراہ کیا ' مرزائیوں نے پاکستانیوں کو مرزائی بنانے کے
لئے ایک سہ نکاتی منصوبہ بنایا کہ جو مسلمان مرزائی ہو گا اس کے تعلیمی اخراجات
جماعت برداشت کرے گی اسے نوکری دلوا کر اس کی شادی بھی کرا دے گی جس پر کئی
نوجوانوں نے مرزائیت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد
علی لاہوری "علامہ ڈاکٹر اقبال" کے ہاں پہنچے تو وہ حجامت بنوا رہے تھے باتوں باتوں میں
مولانا موصوف نے پوچھا کہ " ڈاکٹر صاحب! نوجوان زیادہ تر مرزائی کیوں ہو رہے ہیں؟"
تو علامہ اقبال نے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا " مولوی صاحب! روٹی کے لئے
مرزائی بچی کا رشتہ دیتے ہیں اور نوکر بھی کرا دیتے ہیں نوجوان کو اور کیا چاہئے بیوی
بھی مل گئی اور روٹی کا سوال بھی حل ہو گیا" (۴۴)

ہر مرزائی تبلیغی اغراض کے لئے اپنی آمدنی سے کم از کم ایک آنہ فی روپیہ لازمی
طور پر چندہ دیتا ہے ان میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اپنی آمدنی کا کم از کم
۱۰/۱ حصہ اور وفات کے بعد اپنی جائیداد کا ۱۵/۱ حصہ بطور چندہ دیتے ہیں (۴۵)

مفت لٹریچر اور کتابوں کے علاوہ صرف پاکستان سے مختلف ناموں سے ان کے دس
ماہانہ رسائل نکلتے ہیں۔

عیسائیوں کی سرگرمیاں آپ جانتے ہیں کہ مسیحیت وہ گیا گزرا مذہب ہے جسے اپنے
اصل مرکز یعنی یورپ میں بھی پذیرائی حاصل نہیں ہے اور لوگ عیسائیت کو چھوڑ کر یا
تو ملحد ہو رہے ہیں اور یا پھر دوسرے مذاہب بالخصوص اسلام کو قبول کر رہے ہیں

گرجے ویران ہیں اور پادری پریشان ہیں کہ لوگوں کو کیسے مسیحی مذہب کی طرف مائل رکھیں بائبل کو کوئی پڑھنے کے لئے تیار نہیں لیکن یہی پادری مبلغ اور عیسائی مشنریاں غریب مسلمان ممالک میں دن رات عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔

۲ جنوری ۱۹۷۹ء کے روزنامہ جنگ میں ایک خبر شائع ہوئی تھی کہ عالمی پیمانہ پر عیسائیت کی تبلیغ کے لئے ایک ارب ڈالر یعنی دس ارب روپے کا منصوبہ امریکہ میں قائم صرف ایک تنظیم نے بنایا ہے یہ فنڈ امریکہ کے صنعت کاروں' مذہبی تنظیموں اور عیسائی مخیر افراد کے تعاون سے جمع کیا جاتا ہے' یہ لوگ تبلیغی' مالی' تعلیمی' طبی اور خدمتی ادارے قائم کرتے ہیں اور بالعموم غریب اور نادار مسلمانوں کو اپنے جال میں پھانس لیتے ہیں' اگر اللہ آپ کو کبھی توفیق دے تو پاکستان کے چاروں صوبوں کے پسماندہ علاقوں میں حالات کا جائزہ لیں آپ دیکھیں گے کہ یہ لوگ کیسے منظم طریقے سے خاموشی کے ساتھ عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں، وہ ناداروں' بیماروں' معذوروں اور کوڑیوں پر توجہ دیتے ہیں ان کا علاج معالجہ کرتے ہیں' ان کے ساتھ ہمدردی کی باتیں کرتے ہیں اور باتوں ہی باتوں میں ان کے کانوں میں عیسائیت کا پیغام ڈال دیتے ہیں۔

پاکستان سے ان کے ایک درجن کے قریب رسالے نکلتے ہیں اس کے علاوہ اردو زبان میں ۴۴ اور انگریزی زبان میں ۵۲ بائبل خط و کتابت کے کورسز جاری ہیں' ریڈیو' ٹی وی اور ویڈیو فلموں سے بھی وہ عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں ان کے ذرائع ابلاغ اور مسیحی مشنریوں کی کوششیں ضائع نہیں گئیں اس کے اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ قیام پاکستان کے بعد پہلی مردم شماری ۱۹۵۱ء میں ہوئی اس وقت مسیحی آبادی ۴۳۴۰۰۰ تھی اور ۱۹۸۱ء کی آخری مردم شماری کے وقت یعنی ۳۰ سال کی مدت میں ان کی تعداد ۱۳۱۰۴۲۶ تک پہنچ گئی یعنی ۲۰۲ فیصد کے قریب اضافہ ہو گیا جب کہ مسلمان آبادی میں اضافہ صرف ۱۳۹ فیصد ہوا (۳۶)

خدارا! ان اعداد و شمار پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے اور بتائیے کہ اگر ان میں دس فیصد بھی سچائی ہو اور واقعی کچھ مسلمان ہماری توجہ اور ہمدردی سے محروم ہونے کی وجہ سے عیسائیت اور قادیانیت کی گود میں چلے گئے ہیں تو کیا ہم سے اس بارے میں قیامت کے دن کچھ بھی پوچھ گچھ نہیں ہوگی؟

اگر یہ لوگ اپنے اپنے مردود مذاہب کی تبلیغ اور اشاعت پر اربوں ڈالر خرچ کر سکتے ہیں تو ہمارے اصحاب ثروت کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ نمود و نمائش پر تو کروڑوں خرچ کر دیتے ہیں لیکن سچے دین کی اشاعت اور غریب مسلمانوں کی اعانت کے لئے ایک پائی خرچ کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔

مسلمان کا خون! مسلمان کی اعانت اور خبر گیری تو دور کی بات ہے یہاں تو حالت یہ ہے کہ بات بات پر مسلمان کا خون بہا دیا جاتا ہے نسلی قومی اور لسانی تعصبات عروج پر ہیں ایک اللہ ایک کتاب ایک رسول اور ایک قبلہ کو ماننے والے رنگ زبان اور صوبوں کی بنیاد پر تقسیم ہو چکے ہیں آپ کے سامنے یہاں کراچی میں ایسا بھی ہوا کہ ایک زبان بولنے والوں نے دوسری زبان بولنے والوں پر یوں حملہ کیا جیسے کافر مسلمان پر حملہ کرتے ہیں ایک ایک دن میں یہاں چار چار سو جنازے اٹھے بعض نوجوانوں کو اغوا کر کے ان کے جسم کے نازک حصوں کو سگریٹوں سے داغا گیا ان کی جلد کو بلیڈ سے چیرا گیا ان کی ہڈیوں پر برمے سے سوراخ کئے گئے انکے اعضاء توڑ دیئے گئے ان کی شکلیں مسخ کر دی گئیں ان کی آنکھیں نکال دی گئیں، بعض کو زندہ جلا دیا گیا ایسی خبریں بھی اخبار میں شائع ہوئیں کہ ستر سالہ بوڑھے کو لکڑیوں کے ٹال میں پھینک کر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی گئی اور پھر اس کے رقص بسمل پر اس کے تڑپنے کے منظر پر تالیاں بجائی گئیں اور قہقہے لگائے گئے راہ چلتے انسانوں کو پکڑ لیا جاتا اور پوچھا جاتا کہ تم کون ہو اگر وہ اللہ کا بندہ کہہ دیتا کہ میں مسلمان ہوں تو بڑی حقارت سے کہا جاتا ارے مسلمان تو سارے ہیں تم یہ بتاؤ کہ تمہاری قومیت کیا ہے کس صوبے سے

تعلق رکھتے ہو اگر وہ کسی دوسری قومیت کا فرد ہوتا تو اسے جبر و تشدد کا نشانہ بنایا جاتا یہ سارے واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے ہوئے ہمارے اخبارات اور رسائل میں شائع ہوئے لیکن ہم نے اس کے باوجود منظم طریقے سے مسلمانوں کے حقوق کا شعور اجاگر کرنے کی کوشش نہیں کی اللہ کے بندو! اسلام تو ایثار و احسان کا سبق دیتا ہے اسلام تو عفو و درگذر کا درس دیتا ہے اسلام تو اخوت و محبت کا پیغام دیتا ہے اسلام تو حیوانوں پر بھی ظلم کی اجازت نہیں دیتا مگر وہ کیسے مسلمان ہیں جو دوسرے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتے ہیں ان کا مثلہ کرتے ہیں انھیں زندہ جلاتے ہیں اور پھر اس پر قہقہے لگاتے ہیں۔؟

یورپ والو! لعنت ہو تمہاری گندی تہذیب پر تمہاری مار دھاڑ سے بھرپور فلموں نے، تمہارے خوفناک ڈراموں نے تمہارے جاسوسی ناولوں نے مسلمان جوان کو اتنا شقی اور سنگدل بنا دیا ہے کہ وہ جلتے ہوئے مسلمان کے رقص بسمل پر قہقہے لگاتا ہے وہ تڑپتی لاشیں دیکھتا ہے مگر اس کا انسانی ضمیر نہیں جاگتا۔ میرے بزرگو اور دوستو! تم سن چکے ہو کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے لاڈلے صحابی حضرت اسامہ بن زیدؓ کے ایک ایسے شخص کو قتل کرنے پر کس قدر ناراضگی کا اظہار کیا تھا جس کا مسلمان ہونا بھی مشکوک تھا اگر بالفرض وہ مسلمان تھا بھی تو چند لمحوں کا مسلمان تھا اس نے ابھی ابھی اسلام قبول کیا ہوگا، اگر چند لمحوں کے مسلمان کے قتل پر اللہ اور اس کا رسول ﷺ ناراض ہو سکتے ہیں تو کیا وہ تیس سالہ، چالیس سالہ، پچاس سالہ مسلمان کے قتل پر ناراض نہیں ہوں گے؟

میرے ساتھیو! مسلمان کے حقوق کے بارے میں میں جو کچھ کہہ سکتا تھا میں نے کہدیا اصل چیز عمل ہے آیئے ہم سب مل کر مسلمان کے حقوق کا تصور اجاگر کریں آیئے ہم ایک دوسرے سے محبت کریں۔

آیئے ہم ایک دوسرے کی جان، آبرو کی حفاظت کریں آیئے ہم پڑوسیوں کے

دکھ سکھ میں شریک ہوں آیئے ہم بیماروں کی عیادت کریں آیئے ہم ناداروں کی اعانت کریں آیئے ہم بوڑھوں اور معذوروں کی خدمت کریں آیئے ہم دل میں خلوص اور درد پیدا کرکے خدمت کو عبادت بنا دیں آیئے ہم خدمت کو مسلمانوں کی حفاظت اور دین کی اشاعت کا ذریعہ بنا لیں آیئے ہم انبیاء ' صلحاء ' اتقیاء ' علماء اولیا ' خلفاء اور صحابہ کی اس مٹی ہوئی سنت کو دوبارہ زندہ کر دیں۔

یاد رکھیں! صرف خدمت کافی نہیں بلکہ وہ خدمت ضروری ہے جو عبادت بن جائے وہ خدمت ضروری ہے جو دین کی اشاعت کا ذریعہ بن جائے وہ خدمت ضروری ہے جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہو

یاد رکھیں! اگر ہم نے فوری طور پر یہ کام شروع نہ کیا تو پھر وقت ہمیں بہت پیچھے چھوڑ دے گا ' گمراہی کا سیلاب ہمارے سروں کے اوپر سے گزر جائے گا ' عیسائیت ' قادیانیت ' الحاد اور دہریت کا گھیراؤ ہمارے اردگرد بہت تنگ ہو جائے گا ' خدارا! نیند سے بیدار ہو جائیے اور جلدی کیجئے۔

وما علینا الا البلاغ

حوالہ جات مسلمان کے حقوق

(۱) سورۃ حجرات
(۲) سورہ توبہ
(۳) مسلم
(۴) بخاری مسلم
(۵) صحیح بخاری
(۶) صحیح بخاری
(۷) صحیح بخاری
(۸) صحیح بخاری
(۹) صحیح مسلم
(۱۰) ترجمہ اکسیر ہدایت
(۱۱) سورۃ الفتح
(۱۲) سورۃ توبہ
(۱۳) سورۃ الاحزاب
(۱۴) بخاری مسلم
(۱۵) مخزن اخلاق
(۱۶) بخاری مسلم
(۱۷) مشکوٰۃ
(۱۸) مخزن اخلاق
(۱۹) صحیح مسلم
(۲۰) صحیح مسلم
(۲۱) صحیح بخاری
(۲۲) ابو داؤد
(۲۳) سورہ نساء
(۲۴) ابن ماجہ
(۲۵) صحیح مسلم
(۲۶) ترمذی
(۲۷) صحیح مسلم
(۲۸) بخاری و مسلم
(۲۹) بیہقی
(۳۰) ترمذی
(۳۱) صحیح مسلم
(۳۲) صحیح مسلم
(۳۳) صحیح بخاری
(۳۴) **انیس الواعظین**
(۳۵) فضائل اعمال
(۳۶) صحیح مسلم
(۳۷) بخاری مسلم
(۳۸) صحیح مسلم
(۳۹) **سورۃ الکہف**
(۴۰) صحیح مسلم
(۴۱) ترمذی
(۴۲) بخاری، مسلم
(۴۳) خطبات ابوالکلام (تبدیلی کے ساتھ)
(۴۴) ملفوظات طیبات حضرت لاہوریؒ
(۴۵) فتنہ قادیانیت
(۴۶) پاکستان میں غیر مسلموں کی تبلیغی سرگرمیاں

پردہ

بے پردہ کل جو نظر آئیں چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا
(اکبر الہ آبادی ۔ متوفی ۱۹۲۱ء)

جس کی فطرت تھی حیا اور آبرو
عصمت و عفت کی پتلی نیک خو
ہو گئی تہذیب یورپ سے خراب
کر دیا بدنام و رسوا کوبہ کو

جہاں تک ہمارا

تعلق ہے ہمارے لئے سب سے بڑی حجت اللہ کا قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جب اللہ اور اس کے رسول نے انتہائی تاکیدی الفاظ میں پردے کا حکم دے دیا تو اب اگر ساری دنیا پردے کی مخالفت پر جمع ہوجائے' ڈاکٹر اسے مضر صحت قرار دے دیں' مفکرین اور سائنسدان اسے ترقی کی راہ کا سنگ گراں کہدیں' یورپ کی بہکی ہوئی عقل اسے نسوانیت پر ظلم کا نام دے دے' اری خواتین پر متحرک خیموں اور کفن پوش جنازوں کی پھبتیاں کسی جائیں' ہمیں دقیانوسیت کے طعنے دیئے جائیں' فرنگی حکمران ہم سے روٹھ جائیں' سات سمندر پار ہمارا داخلہ ممنوع قرار دے دیا جائے۔ ہم یہ سب کچھ برداشت کرلیں گے' ہم سب کو ناراض کرلیں گے' لیکن رب کبریا اور اپنے رہبر و رہنما کو ناراض نہیں کریں گے ۔ ہماری زندگی کا تو منشور یہ ہے:

ہمارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے ۔۔۔ مد نظر تو مرضی جانانہ چاہیے

بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ ۔۔۔ کیا کیا کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

نَحمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (۱)

اے نبی کی عورتو تم نہیں ہو جیسے ہر کوئی عورتیں اگر تم ڈر رکھو سو تم دب کر بات نہ کرو پھر لالچ کرے کوئی جس کے دل میں روگ ہے اور کہو بات معقول اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھاتی نہ پھرو جیسا دکھانا دستور تھا جاہلیت کے وقت میں اور قائم رکھو نماز اور دیتی رہو زکوۃ اور اطاعت میں رہو اللہ کی اور اسکے رسول کی۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَ بَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ (۲)

اے نبی کہدے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو نیچے لٹکالیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں یہ زیادہ قرین ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو کوئی ان کو نہ ستائے۔

وعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ یَرْحَمُ اللّٰہُ نِسَاءَ الْمُھَاجِرَاتِ الْاُوَلَ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ شَقَقْنَ اکنف

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اللہ ان عورتوں پر رحم کرے جنھوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں (مکہ سے مدینہ کو) ہجرت کی جب اللہ پاک نے حکم ولیضربن

مُرُوْطِهِنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا (۳)

بن یخمرھن علی جیوبھن نازل فرمایا تو انہوں نے اپنی موٹی چادروں کو کاٹ کر دوپٹے بنالئے

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الْحَمْوَ ؟ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ (۴)

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ (نامحرم) عورتوں کے پاس مت جایا کرو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ عورت کی سسرال کے مردوں کے متعلق کیا حکم ہے ؟ آنحضرت نے فرمایا کہ سسرالی رشتہ دار تو موت ہیں۔

وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ اِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ (۵)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ؐ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرد جب کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو وہاں ان دونوں کے علاوہ تیسرا شیطان بھی ضرور موجود ہوتا ہے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَمَيْمُوْنَةُ اِذَا اَقْبَلَ اِبْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِحْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ وَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ هُوَ الْاَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ (۶)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ میں اور میمونہ دونوں رسول اللہ کے پاس تھیں کہ اچانک عبداللہ بن ام مکتوم سامنے سے آگئے اور رسول اللہ ؐ کے پاس آنے لگے رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ؐ کیا وہ نابینا نہیں ہیں ہم کو تو وہ نہیں دیکھ رہے ہیں اسکے جواب میں رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ تم دونوں (بھی) نابینا ہو ؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو ؟

مسلمان بھائیو اور دوستو! ہم اور آپ بحمد اللہ مسلمان ہیں، ہمیں اسلام قبول کرنے پر قطعاً مجبور نہیں کیا گیا بلکہ ہم نے اپنی مرضی اور اختیار سے اسلام قبول کرلیا ہے اور اسلام قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ اور رسول کے تمام احکام کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں اور صرف تسلیم کرنا ہی کافی نہیں بلکہ ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے لیکن ہمارے بعض دوست جو نفس کی غلامی میں مبتلا ہیں ان سے جب اسلام کے کسی حکم پر عمل کرنے کیلئے کہا جاتا ہے تو وہ بڑی ڈھٹائی سے کہدیتے ہیں کہ سارا دین اسی حکم اور اسی مسئلہ میں تو نہیں ہے مثلاً پردے کا مسئلہ ہی لے لیجئے اگر ان لوگوں سے کہا جائے کہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو بازار کی جنس ارزاں نہ بنایئے انہیں شو پیس کے طور پر استعمال ہونے کی اجازت مت دیجئے انہیں عیاش انسانوں کی نظربازی اور دل بستگی کا سامان مت بننے دیجئے انہیں نسوانیت سے محروم مت کیجئے تو ان میں سے بعض تو مولوی صاحب کو دقیانوسیت اور قدامت پرستی کا طعنہ دے کر مطمئن ہوجاتے ہیں اور بعض بڑی ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ مولوی صاحب ہم بھی مسلمان ہیں ہم بھی اسلام پر عمل کرتے ہیں لیکن سارا دین پردے میں تو نہیں ہے ناں!

مثال

ان لوگوں کی مثال اس نواب کی سی ہے جسے اپنے جسم پر شیر کی شبیہ بنوانے کا شوق ہوا تھا جب تصویر بنانے والے نے رنگ بھرنے کیلئے اس کے جسم میں سوئیاں چبھونی شروع کیں تو اسے بڑی تکلیف ہوئی، اس نے کراہتے ہوئے پوچھا ارے بھائی یہ کیا بنا رہے ہو کاریگر نے بتایا کہ حضور شیر کی دم بنا رہا ہوں، نواب صاحب نے کہا دم رہنے دو آخر دم کے بغیر بھی تو شیر ہوتے ہیں اس نے دم چھوڑ کر ٹانگوں پر کام شروع کیا، نواب صاحب پھر چلائے ارے بھائی ٹانگیں رہنے دو باقی حصہ بنادو، کئی شیر

بغیر ٹانگوں کے بھی ہوتے ہیں مختصر یہ کہ وہ مصور منہ بنانے لگا تو نازک مزاج نواب صاحب پھر چلائے کہ منہ رہنے دو باقی حصہ بنا دو' مصور نے دست بستہ عرض کیا کہ جناب اب تو کچھ بھی باقی نہ رہا۔

شیر بے دم و سر و شکم کے دید
ایں جنس شیرے خدا ہم نا فرید

یہی حال ان لوگوں کا ہے اسلام کے ایک ایک حکم میں تاویل کرتے کرتے یہ آہستہ آہستہ اسلام ہی سے کھسک جاتے ہیں اور ان کو بہت بعد میں پتہ چلتا ہے کہ ہم نے تو مولوی کی ضد میں انکار کرتے کرتے پورے اسلام ہی کا انکار کر دیا ہے اور اب ہمارے پلے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔

یورپ کے غلام

ان میں سے اکثریت ان لوگوں کی ہے جو ذہنی طور پر یورپ کے غلام ہیں یورپ کی مادی ترقی نے ان کی آنکھوں کو چکا چوند کر دیا ہے یہ ہر وہ حرکت کرنے کیلئے تیار ہیں جس سے یورپ کی نقالی کے تقاضے پورے ہوتے ہوں خواہ اس کیلئے ضمیر کو موت کی نیند سلانا پڑے' خواہ کتاب اللہ میں تحریف کرنی پڑے' خواہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنا پڑے' یہ لوگ جب فرنگی تہذیب و ثقافت کو دیکھتے ہیں' جب یورپ کی مادر پدر آزاد سوسائٹی کا نظارہ کرتے ہیں' جب انگریز مردوں اور عورتوں کے اجتماعی ڈانس پر انکی نظر پڑتی ہے تو پھر ان کے منہ سے رال ٹپکنے لگتی ہے' ان کے اندر کا حیوان انگڑائی لیکر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور یہ حیوانی معاشرت کیلئے آمادہ ہو جاتے ہیں ایسی معاشرت جس میں عورت' ماں' بہن' بیٹی اور بیوی کے پاکیزہ مقام سے اتر کر محض ایک ایسی فیشن ایبل لیڈی کا روپ اختیار کر لیتی ہے جس کی زندگی کا جس کی معاشرت کا جس کے انداز و اطوار کا جس کی چال پھرت کا سب سے بڑا مقصد

شہوت پرست مردوں کی شہوانی نظروں کی پیاس بجھانا ہوتا ہے۔

مجھے تو اس وقت بے حد حیرت ہوئی جب میرے علم میں یہ بات آئی کہ سرسید احمد خان اور علامہ اقبال جن کو یہ لوگ اپنے سب سے بڑے محسن سمجھتے ہیں اور جن سے اختلاف کرنے کی بھی یہ کسی کو اجازت نہیں دیتے وہ حضرات بھی پردے کے بڑے پابند تھے اگر ہماری بات اسلئے نہیں مانی جاتی کہ ہم تنگ نظر اور تنگ خیال مُلّا ہیں ' ہم قدامت پرست اور دقیانوسی ہیں تو یہ حضرات تو تمہارے بقول روشن خیال تھے انہوں نے یورپی تہذیب کو بہت قریب سے دیکھ رکھا تھا انہیں علوم جدیدہ میں مہارت حاصل تھی ' چلو ہماری بات نہ مانو انہیں کی بات مان لو۔

سرسید کے حالات میں لکھا ہے کہ جن دنوں محمڈن علی گڑھ کالج قائم ہو چکا تھا گورنر یوپی مع اپنی اہلیہ کے کالج دیکھنے کیلئے علی گڑھ آئے ہوئے تھے ان کی بیگم سرسید کی بہو بیگم جسٹس سید محمود سے ملاقات کیلئے سرسید کی کوٹھی پر آنا چاہتی تھیں ۔ سرسید نے جواباً تحریر فرمایا کہ " میری بہو پردہ نشین ہے اور اسلام غیر مسلم بے پردہ خواتین سے ملاقات کی اجازت نہیں دیتا اسلئے میں اور میری بہو گورنر کی بیگم کی خواہش کا دلی احترام کرتے ہوئے بھی معذور ہیں "۔ آپ اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ ایسے زمانہ میں جبکہ انگریزی حکومت کے گورنر تو کیا کسی معمولی انگریز افسر کے حکم سے انحراف بھی مصائب و آلام کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور اس وقت سرسید کا شمار "انگریز کے خوشامدیوں" میں ہوتا تھا آپ نے انگریز گورنر کی پیش کش کو ٹھکرا دیا اور ایسے موقع پر نہ ڈرے اور نہ خوشامد کی بلکہ پوری دلیری کے ساتھ گورنر کو ایسا جواب دیا جس سے انکی غیرت و حمیت نمایاں ہے ' اب سرسید ہی کا دوسرا واقعہ سنئے جسے ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے مولوی سید ممتاز علی مرحوم سرسید کے حضور پہنچے اور حقوق

نسواں پر اپنا مسودہ پیش کیا سر سید اس کے اوراق پلٹتے جاتے تھے اور انکے چہرے کا رنگ بدلتا جاتا تھا آخر انہوں نے غصہ میں آکر مسودہ پھاڑ دیا اور بولے "ممتاز علی! ہماری حکومت چھن گئی؟ ہماری تہذیب مٹ گئی؟ اب کیا عورتیں بھی ہمارے قبضے سے نکل جائیں گی؟ (منقول از هفت روزه چٹان)

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے بارے میں حکیم محمد حسین عرشی امرتسری جن کا علامہ کے ساتھ خصوصی تعلق تھا وہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ علامہ مرحوم امریکہ یا کسی مغربی ملک میں بصورت وفد گئے تمام ارکان وفد اپنی بیویوں سمیت جارہے تھے علامہ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ان کی بیگم پردہ کی پابند ہیں اور ایسے وفود میں پردہ کا ذکر تک نہیں آسکتا۔ (۷)

ایک مرتبہ سر محمد شفیع کے ہاں کسی تقریب میں "بمع فیملی" مدعو تھے لیکن علامہ تنہا گئے سر شفیع نے پوچھا "بیگم صاحب کو کیوں نہیں لائے"؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ پردہ کی پابند ہیں سر شفیع نے کہا "یہاں زنانہ میں قیام فرماسکتی ہیں؟ علامہ نے جواب میں کہا "بے پردہ زنانے بھی ایسے ہوتے ہیں"۔

ایک دفعہ کسی شخص نے علامہ سے پوچھا عورتوں کے پردہ کے متعلق آپکی کیا رائے ہے؟ آپ نے جواب دیا "عورتیں کیا؟ میرے نزدیک آج کل کے لڑکوں کو بھی پردہ کرنا چاہئے"

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری" نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ "ہم لوگ اپنی شکل ایسی بناتے ہیں کہ دیکھنے والے پر ہیبت طاری ہو اور آج کل کے بعض لڑکے اپنی شکل ایسی بناتے ہیں کہ انکے دیکھنے والوں میں شہوت پیدا ہو علامہ اقبال مرحوم کے پیش نظر غالباً اسی قماش کے لڑکے ہوں گے۔

جو لوگ سر سید احمد خان اور علامہ اقبال کو اپنا آئیڈیل تسلیم کرتے ہیں انکی

قیادت پر اعتماد کا اظہار کرتے ہیں اور انکے نظریات اور افکار کی داد دیتے ہیں ان کو چاہیئے کہ وہ پردے کے معاملہ میں بھی ان کی تقلید کریں اور ان کی معاشرت کو اپنائیں۔

سب سے بڑی حجت

جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہمارے لئے سب سے بڑی حجت اللہ کا قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جب اللہ اور اس کے رسول نے انتہائی تاکیدی الفاظ میں پردے کا حکم دے دیا تو اب اگر ساری دنیا پردے کی مخالفت پر جمع ہو جائے ' ڈاکٹر اسے مضر صحت قرار دے دیں مفکرین اور سائنسدان اسے ترقی کی راہ کا سنگ گراں کہدیں ' یورپ کی بہکی ہوئی عقل اسے نسوانیت پر ظلم کا نام دے ہماری خواتین پر متحرک خیموں اور کفن پوش جنازوں کی پھبتیاں کسی جائیں ہمیں دقیانوسیت کے طعنے دیئے جائیں ' فرنگی حکمران ہم سے روٹھ جائیں ' سات سمندر پار ہمارا داخلہ ممنوع قرار دے دیا جائے ہم یہ سب کچھ برداشت کرلیں گے ہم سب کو ناراض کرلیں گے لیکن رب کبریا اور اپنے رہبرو راہنما کو ناراض نہیں کرینگے ہماری فکر اور سوچ تو یہ ہے کہ۔

سارا جہاں ناراض ہو پروانہ چاہئے ۔ مد نظر تو مرضی جانانہ چاہیئے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ ۔ کیا کیا کرنا چاہیئے کیا کیا نہ چاہیئے

اور ہماری زندگی کا منشور تو یہ ہے کہ۔

سرمدگلہ اختصاری باید کرد ۔ یک کار ازیں دو کاری باید کرد
یا تن برضائے دوست می بایدداد ۔ یا قطع نظر زیاری باید کرد

سرمد کہہ رہے ہیں کہ لمبی چوڑی باتوں اور طول طویل تقریروں کا کوئی فائدہ نہیں دو کاموں میں سے ایک کام کرنا چاہئیے یا تو دوست کی رضا کی خاطر سردھڑ کی بازی لگا

دینی چاہیے یا پھر دوست کی دوستی سے دست بردار ہو جانا چاہیئے اور عشق و محبت کے بھاری بھرکم دعوے چھوڑ دینے چاہئیں۔

دعوے دین داری کے اور یقین فرنگیوں کی خرافات پر؟
دعوے ایمان کے اور نظر یورپ کی تہذیب و ثقافت پر؟
دعوے عشق رسالت کے اور لباس اسلام دشمنوں کا؟
نعرے امریکہ مردہ باد کے اور رگ رگ میں محبت ان کی مادر پدر آزادی سے؟
یہ منافقت اور دوغلا پن نہیں تو اور کیا ہے اور کہنے والے نے صحیح کہا ہے۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا۔ سراسر موم ہو جا یا سنگ ہو جا

دوغلی پالیسی اختیار نہ کریں بلکہ یک سو ہو کر فیصلہ کریں۔

یا مکن با پیل باناں دوستی۔ یا بنا کن خانہ بر انداز پیل

یا تو ہاتھی والوں سے دوستی نہ لگاؤ اور اگر دوستی لگا ہی لی ہے تو ہاتھی کے قد کاٹھ کو سامنے رکھ کر اپنا مکان ایسا بناؤ جس میں ہاتھی بھی سما سکے۔

یہ تو عرب کے ان بدوؤں والا انداز ہوا جو زبان سے ایمان کے دعوے کرتے تھے مگر ان کے دل ایمان سے خالی تھے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

(۹)

کہتے ہیں دیہاتی ہم ایمان لائے تو کہہ تم ایمان نہیں لائے پر تم کہو ہم مسلمان ہوئے اور ابھی نہیں داخل ہوا ایمان تمہارے دلوں میں۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مخلص اور سچا مومن ہو لیکن زندگی کے معاملات میں فیصلے

دوسروں کے تسلیم کرے۔

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (۱۰)

پس قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہونگے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو انمیں اٹھے پھر نہ پائیں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے۔

جب اللہ اور اس کے رسول نے پردے کا حکم دے دیا تو اب اگر ہمارے بد باطن دشمن ہمیں ورغلاتے ہیں کہ پردہ کرنے سے ترقی کا راستہ رکتا ہے یا صحت تباہ ہو جاتی ہے تو ان کو جان لینا چاہیے کہ ہمیں ایسی ترقی نہیں چاہیے جو کتاب و سنت کو نعوذ باللہ ٹھکرانے سے حاصل ہوتی ہے ہم ایسی صحت پر دو حرف بھیجتے ہیں جس کیلئے ہمیں شریعت سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں ' ہم یورپ کے مسخروں اور ان کے معنوی اور صوری غلاموں کی پھبتیاں استہزاء اور مذاق تو برداشت کرسکتے ہیں لیکن رب کائنات اور فخر موجودات ؐ کی ناراضگی کو برداشت نہیں کرسکتے۔

پردہ کلام اللہ میں

قرآن حکیم میں بہت ساری آیات ہیں جن میں پردے کا حکم دیا گیا ہے سورۃ احزاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو حکم دیا گیا کہ لوچ دار لہجے میں گفتگو نہ کیا کرو کہیں ایسے نہ ہو کہ اس انداز میں گفتگو کرنے سے اس شخص کے دل میں کوئی غلط خیال پیدا ہو جائے جس کے دل میں مرض ہے۔

اندازہ فرمایئے کہ یہ حکم ازواج مطہرات کو دیا جارہا ہے جو صرف شرف صحابیت سے مشرف نہیں تھیں بلکہ حضور علیہ السلام کی زوجیت میں آکر تربیت اور تزکیہ کے

اعلیٰ ترین مراحل سے گزر چکی تھیں پھر وہ امت کی مائیں تھیں اور مائیں بھی صرف رسماً اور احتراماً نہیں بلکہ حضورؐ کی رحلت کے بعد ان سے نکاح کرنا بھی حرام تھا اور ان سے گفتگو کرنے والے اکثر و بیشتر صحابہ کرام ہوتے تھے جن کی مقبولیت اور تقدس و طہارت کی گواہی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں دی ہے یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ صحابہ کرام ازواج مطہرات سے جو بھی بات کرتے تھے پس پردہ کرتے تھے کیونکہ حکم یہ تھا کہ"

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (۱۱)

اور جب تم مانگو ان سے کوئی کام کی چیز تو مانگو پردہ کے باہر سے اس میں تمہارے دل اور ان کے دل کی خوب صفائی ہے۔

یہ تو قرآن حکیم کا حکم ہے اب حدیث کی طرف آیئے نماز میں امام سے کوئی غلطی ہوجائے تو مرد مقتدی سبحان اللہ کہہ کر امام کو اس غلطی پر متنبہ کرے لیکن اگر مقتدی عورت اپنے مرد امام کو اس کی غلطی پر متنبہ کرنا چاہے تو اسے سبحان اللہ کہنے کی بھی اجازت نہیں بلکہ وہ اپنا ہاتھ اپنے ہی دوسرے ہاتھ پر یا زمین پر مارے حدیث میں ہے۔

التکبیرُ للرِّجالِ والتصفیقُ للنساءِ

امام کو متنبہ کرنے کی غرض سے مردوں کیلئے اللہ اکبر کا لفظ اور عورتوں کو ہاتھ پر ہاتھ مارنے کی اجازت ہے

اس میں بھی عورت کی آواز پر پابندی ہے کہ جماعت میں مردوں کے سامنے نہ "سبحان اللہ" کہے نہ اللہ اکبر اسی طرح عورت کیلئے اذان پڑھنے کی بھی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ ان شرعی ہدایات کے ہوتے ہوئے لاؤڈ سپیکر، ٹی وی پر جو آج کل اسلامی اخلاق کیلئے ٹی۔ بی سے کم نہیں مخلوط مجالس و محافل میں عورتوں کا گانا بجانا تو بہت

بڑی لعنت ہے ہی ان کیلئے " قرآن خوانی " " میلاد خوانی " اور " نعت خوانی " بھی جائز نہیں ۔

اس بات کو خاص طور پر ذہن میں رکھیئے جب صحابہ جیسے پاکیزہ انسانوں کے ساتھ ازواج مطہرات جیسی مقدس ماؤں کو لوچ دار لہجے میں بات کرنے کی اجازت نہیں تھی تو پندرھویں صدی کے عیاش اور بازاری لوگوں کو کسی کی نوجوان بہن اور بیٹی کے ساتھ گپ شپ لگانے ' خلوت میں راز و نیاز کرنے اور کلبوں میں ڈانس کرنیکی اجازت کیسے ہو سکتی ہے ۔

سورہ نور میں ہے (ترجمہ) کہہ دیجئے ایمان والوں کو کہ اپنی آنکھیں ذرا نیچے رکھیں اور تھامے رکھیں اپنے ستر کو اس میں خوب ستھرائی ہے ان کیلئے بے شک اللہ کو خبر ہے جو کچھ کرتے ہیں اور کہہ دیجئے ایمان والیوں کو اپنی آنکھیں ذرا نیچی رکھیں اور تھامتی رہیں اپنے ستر کو اور نہ دکھلائیں اپنا سنگار مگر جو کھلی چیز ہے اس میں سے اور ڈال لیں اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر اور نہ کھولیں اپنا سنگار مگر اپنے خاوند کے آگے یا اپنے باپ کے یا اپنے خاوند کے باپ کے یا اپنے بیٹے کے یا اپنے خاوند کے بیٹے کے یا اپنے بھائی کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے ہاتھ کے مال کے یا خدمت کرنیوالوں کے جو مرد کہ کچھ غرض نہیں رکھتے یا لڑکوں کے جنہوں نے ابھی نہیں پہچانا عورتوں کے بھید کو اور نہ ماریں زمین پر اپنے پاؤں کو کہ جانا جائے جو چھپاتی ہیں اپنا سنگار اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب مل کر اے ایمان والو تاکہ تم بھلائی پاؤ ۔(۳)

اس آیت میں یہ جو فرمایا کہ اپنا پاؤں زمین پر زور سے نہ ماریں تو یہ اسلئے تاکہ اگر پاؤں میں زیور ہو تو اس کی جھنکار سنائی نہ دے جب اللہ کو یہ گوارا نہیں کہ عورت کے زیور کی آواز کسی اجنبی مرد کو سنائی دے تو خود عورت کی آواز کا سنائی دینا

اور وہ بھی بنا سنوار کر' ناز وادا کے ساتھ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

آخر میں فرمایا کہ اے ایمان والو اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اگر جہالت یا غفلت کیوجہ سے تم سے پہلے بے پردگی کا گناہ ہوتا رہا ہے تو اب باز آجاؤ کیونکہ فلاح و کامیابی اسی میں ہے گناہ پر ڈٹے رہنا اور توبہ نہ کرنا یہ شیطان کا عمل ہے مومن کی شان تو یہ ہے کہ جب اسے گناہ کا احساس ہو جاتا ہے یا احساس دلایا جاتا ہے تو وہ توبہ کرنے میں دیر نہیں لگاتا۔

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ جب پردے کے باوجود زمین پر زور سے پاؤں مارنے کی اجازت نہیں' زیور کی جھنکار سنانے کی اجازت نہیں' لوچ دار لہجے میں گفتگو کرنے کی اجازت نہیں' تو پھر محفلوں میں ٹھمکے لگانے' فحش نغمے گانے' بن سنور کر مردوں کا دل لبھانے اور خلوت میں گپ شپ لگانے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔

نظربازی

خلوت میں رازونیاز اور کلبوں میں ڈانس تو دور کی بات ہے اللہ تعالی نے تو غیر محرم عورتوں کو دیکھنے اور نظربازی سے بھی منع فرمایا ہے ایمان والے مردوں اور عورتوں دونوں کو حکم یہ ہے کہ وہ اپنی نظریں جھکا کر رکھا کریں' جبکہ آج صورتحال یہ ہے کہ نظربازی کا مرض بہت زیادہ ہو گیا ہے نہایت افسوس ہے کہ تاک جھانک کا مرض اکثر پرہیزگاروں میں بھی ہے اور ان کو دھوکہ اس سے ہو جاتا ہے کہ وہ بعض وقت شروع میں اپنی طبیعت میں شہوت کا اثر نہیں پاتے اور اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری نظر شہوت کی وجہ سے نہیں ہے لیکن بعد میں بہت جلد شہوت ظاہر ہو جاتی ہے اسلئے پہلے ہی سے احتیاط واجب ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی حکایت

صاحبو! امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر تو آج کل کوئی بزرگ پاک نفس نہیں ہو گا مگر

دیکھئے کہ امام محمد کو امام صاحب نے اول وقت تو دیکھا لیکن جب معلوم ہوا کہ ان کی داڑھی نکلنی آئی تو یہ حکم ہوا کہ جب تک داڑھی نہ نکل آئے پیٹھ کی طرف بیٹھا کرو دونوں طرف دیندار پرہیزگار مگر احتیاط اتنی ' بڑی مدت کے بعد ایک مرتبہ اتفاق سے امام صاحب کی نظر پڑ گئی تو تعجب سے پوچھا کہ کیا تمہاری داڑھی نکل آئی تو جب امام ابو حنیفہ نے اتنی احتیاط کی تو آج کون ہے کہ وہ اپنے اوپر اطمینان کرے تو اس کہت میں بتلایا گیا تھا کہ لوگوں کے اس عمل سے عذاب نازل ہونے کو ہے میں نے روکا مگر کون سنتا ہے جب اس بیہودہ کام کی عادت پڑ جاتی ہے تو کم ہمتوں سے بڑی مشکل سے چھوٹتا ہے خوب سمجھ لو کہ شیطان اول اول تو اچھی نیت سے دکھلاتا ہے چند روز کے بعد جب عادت پڑ جاتی ہے اور محبت دل میں بیٹھ جاتی ہے تو پھر گناہ کو بیباک کرتا ہے تو بچاؤ کی صورت یہ ہے کہ محبت ہی نہ کرو اور محبت ہوتی ہے نظر سے پس نظر ہی نہ کرو شاید حدیث میں ہے یا کسی بزرگ کا قول ہے ۔ النظر سہم من سہام ابلیس ۔ کہ نظر ایک تیر ہے شیطان کے تیروں میں سے اور تیر بھی ایسا ہے کہ اس کے زخم کا نشان بھی معلوم نہیں ہوتا اور دل کے اندر اترتا جاتا ہے ۔

یہ نظر ایسی چیز ہے کہ اس کا اثر پیدا ہونے کے بعد بھی مدت تک یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہم کو تعلق ہو گیا ۔ بلکہ جب کبھی محبوب جدا ہوتا ہے اس وقت دل میں ایک جلن سی پیدا ہوتی ہے اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ محبت ہو گئی اور جس قدر یہ جلن بڑھتی ہے اسی قدر خدا کی محبت کم ہوتی جاتی ہے اور اس سے خدا تعالیٰ کو بہت غیرت آتی ہے اور کیوں نہ آئے جب دنیا کے معمولوں کو غیرت آتی ہے ۔

شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ بقراط حکیم نے ایک شخص کو ناچتے ہوئے دیکھا ' پوچھا اس کو کیا ہوا ؟ معلوم ہوا کہ کسی خوب صورت لڑکے کو دیکھ کر بے خود ہو گیا کہ اس میں جلوہ حق نظر آیا کہنے لگا یہ کیا بات ہے کہ اس کو لڑکے کے اندر تو جلوہ حق نظر آیا

میرے اندر کبھی نظر نہیں آیا یہ تو بقراط کا قول ہے اس کا چاہے اعتبار نہ کرو لیکن شیخ سعدیؒ کی بات کا تو اعتبار کرو گے وہ اس سے آگے لکھتے ہیں۔

محقق ہماں بیند اندر ابل۔ کہ در خوبرویان چین و چگل

یعنی صاحب نظر اونٹ کے اندر بھی وہی جلوہ حق دیکھتا ہے جو حسینوں میں نظر آتا ہے۔

مرد اور عورت سے سماع

اسی طرح اجنبی عورت یا بے داڑھی کے لڑکے سے گانا سننا یہ بھی ایک قسم کی بدکاری ہے اور تو اور اگر کسی لڑکے کی آواز سننے میں نفس کی شرکت ہو تو اس سے قرآن سننا بھی جائز نہیں اکثر لوگ لڑکوں کو نعت کی غزلیں یاد کرا دیتے ہیں یہ بھی جائز نہیں ہے۔

مسئلوں کی کتابوں میں یہاں تک لکھا ہے کہ اگر بے داڑھی مونچھ کا لڑکا خوبصورت ہو کہ اس کی طرف نفس کو رغبت ہوتی ہو اس کی امامت بھی مکروہ ہے اور نابالغ کے پیچھے تو نماز ہی نہیں ہوتی حالانکہ جب وہ امام بن کر کھڑا ہوگا تو قرآن ہی پڑھے گا مگر بلا ضرورت اس کی بھی اجازت نہیں دی گئی تاکہ نفس کو اس کی طرف رغبت نہ ہو دوسرے یہ بھی وجہ ہے کہ لڑکوں کا اعتبار ہی کیا عجب نہیں کہ وہ بے وضو ہی پڑھا دیں مجھ سے خود ایک لڑکا کہتا تھا کہ میں نے بعض مرتبہ بے وضو نماز پڑھائی۔

اور دوسرا واقعہ جیسے دو لڑکے نماز پڑھنے کھڑے ہوئے ان میں ایک امام تھا دوسرا مقتدی ایک نے دوسرے کے پیر میں گدگدی کردی خوب کہا ہے کسی نے کہ بچہ تو بچہ ہی ہے چاہے ولی کیوں نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ علماء نے خوبصورت لڑکے کی امامت کو ناجائز لکھا ہے جوان یا درمیانی عمر کی عورت، کو مسجد میں آنے سے منع کیا ہے البتہ

بوڑھی کیلئے ہمارے امام صاحب نے تو نہیں لیکن اور اماموں نے اجازت دی ہے کہ اس میں فتنہ نہیں ہے مگر یہ انہوں نے اپنے زمانہ کی حالت دیکھ کردی تھی آج تو ایسی گندی طبیعتیں ہوگئی ہیں کہ اس کو بالکل ناجائز کہا جائے گا اگرچہ بوھیا ہی ہو۔ (۱۳)

ایک بادشاہ کی حکایت

ایک بادشاہ کی حکایت سنی ہے کہ اس کے سامنے سے ایک بیوہ عورت نکلی جو کہ بے انتہا بدصورت تھی اور ایسے برے کپڑوں میں کہ دیکھ کر گھن آتی تھی مگر حمل سے تھی بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ پتہ چلاؤ کہ یہ حمل کس کا ہے اس عورت کی طرف کس کو رغبت ہوئی ہوگی وزیر تحقیقات کرتے کرتے پریشان ہوگیا مگر پتہ نہ چلا بادشاہ کی خفگی بڑھنے لگی ایک روز وزیر اس پریشانی میں کسی سڑک پر گزر رہا تھا کہ ایک شخص کو نہایت تکلف کا لباس پہنے ہوئے دیکھا کہ ایک گندہ پرنالے کے نیچے جس میں پیشاب وغیرہ گرتا تھا ایک دوات لئے ہوئے کھڑا اس میں پانی ڈال رہا ہے بڑی حیرت ہوئی اور اس کو پکڑ لیا پوچھ گچھ کرنے سے معلوم ہوا کہ انہی صاحب کا اس عورت کو حمل تھا پس اس زمانہ میں بوڑھیوں کو بھی اجازت دینے کی گنجائش نہ رہی سب ہی کو روکنا چاہیے غرض کہ جب دین کے پیشواؤں نے شہوت کے ساتھ قرآن سننا بھی گوارا نہیں کیا تو غزلیات پڑھنے سننے کی اجازت کب ہو سکتی ہے افسوس ہے کہ شرع سے بے پروائی کی وجہ سے اب ان باتوں کا ذرا خیال نہیں کیا جاتا۔

پردہ حدیث رسول اللہ میں

کتاب اللہ کے بعد اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مطالعہ کریں تو آپ یقین کریں کہ پردہ کے بارے میں اس قدر احادیث ہیں کہ تعجب ہوتا ہے کہ بعض لوگ کیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی لیتے ہیں اور بے پردگی بھی کرتے ہیں، عشق کے دعوے بھی کرتے ہیں اور زمانہ سازی کیلئے بہو بیٹیوں کو عریانیت کی

اجازت بھی دیتے ہیں بلکہ بعض تو نمازیں بھی پڑھتے ہیں حج بھی کرتے ہیں، صدقہ خیرات بھی کرتے ہیں لیکن محض قدامت پرستی اور دقیانوسیت کے طعنوں سے بچنے کیلئے بے غیرتی بھی کرتے ہیں۔

ماڈرن اور اونچی سوسائٹی کے لوگ کہلوانے کیلئے ان بیچاروں کو کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں اور ایمانی غیرت اور بہو بیٹیوں کی عزت و ناموس کا کیسے نیلام کرنا پڑتا ہے حالانکہ ان کو عریانیت اور فحاشی نے دیا کچھ نہیں ہے بلکہ ان سے بہت کچھ لے لیا ہے خاندانی نظام تباہ ہو کر رہ گئے ہیں گھر کا سکون غارت ہو گیا ہے ازدواجی زندگی تلخ ہو گئی ہے، میاں بیوی کا باہمی اعتماد ختم ہو گیا ہے مگر شہوت کے بندوں کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں سوجھ بوجھ رکھنے کے باوجود سوچتے نہیں ہیں سمجھتے نہیں ہیں عمل نہیں کرتے حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار سمجھایا ہے اور پردے کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میرے رضاعی باپ ابوالقعیس کے بھائی افلح نامی نے پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد میرے پاس آنے کی اجازت چاہی میں نے کہا کہ جب تک نبیؐ سے اس بارے میں شرعی اجازت کا پتہ نہ لگالوں گی ان کو اندر آنے کی اجازت نہ دوں گی جب نبی کریمؐ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے واقعہ عرض کیا رسول اللہؐ نے فرمایا تمہیں اس بات سے کیا چیز روکتی ہے کہ اپنے (دودھ کے رشتے کے) چچا کو اپنے پاس آنے دو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے مرد نے دودھ نہیں پلایا ہے (جو اس کے بھائی کے سامنے آجاؤں) بلکہ مجھے ابوالقعیس کی بیوی نے دودھ پلایا ہے (جس کا افلح سے کچھ بھی رشتہ نہیں کیونکہ وہ اس عورت کا دیور ہے) یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا کہ افلح کو اپنے پاس آنے کی اجازت دو کیونکہ وہ تمہارا چچا ہے تیرا بھلا ہو حضرت عروہ بن زبیرؓ نے فرمایا (جو حضرت عائشہؓ کی بہن کے لڑکے تھے) کہ اسی وجہ سے حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں کہ نسب کی وجہ سے جن

رشتوں کو حرام سمجھتے ہو دودھ کی وجہ سے بھی ان کو حرام سمجھو (۱۴)۔

ابو القعیس کی بیوی نے حضرت عائشہؓ کو بچپن میں دودھ پلایا تھا لہٰذا ابو القعیس انکے باپ ہو گئے اور دودھ کے رشتے سے انکے بھائی افلح حضرت عائشہ کے چچا ہو گئے لیکن جب افلح نے انکے پاس جانا چاہا تو انہوں نے روک دیا اور چونکہ پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا اسلئے ان کے سامنے آنے کو بے پردگی سمجھا۔

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اللہ ان عورتوں پر رحم کرے جنھوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں (مکہ سے مدینہ کو) ہجرت کی جب اللہ پاک نے ولیضربن "بخمرھن علی جیوبھن" نازل فرمایا تو انہوں نے اپنی موٹی چادروں کو کاٹ کر دوپٹے بنا لئے۔ (۱۵)

زمانہ جاہلیت میں عورتوں کا دستور تھا کہ دوپٹوں سے اپنے سروں کو ڈھانک کر باقی دوپٹہ کمر پر ڈال لیتی تھیں مسلمان عورتوں کو حکم ہوا کہ اپنے دوپٹوں سے سر بھی ڈھانکیں اور گلے اور سینے پر ڈالے رہا کریں چونکہ صحابیات کے پاس مال و دولت کی اس قدر فراوانی نہ تھی کہ وہ نئے دوپٹے خرید تیں اسلئے انہوں نے اس حکم کو سن کر موٹی موٹی چادروں کے دوپٹے بنالئے اور ان سے اپنے گلوں اور سینوں کو بھی ڈھانکنے لگیں حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ (نا محرم) عورتوں کے پاس مت جایا کرو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ عورت کی سسرال کے مردوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ سسرالی رشتہ دار تو موت ہیں (۱۶)

اس حدیث میں جو سب سے زیادہ قابل توجہ چیز ہے وہ یہ کہ آنحضرت نے عورت کی سسرال کے مردوں کو موت سے تشبیہ دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے جیٹھ، دیور اور نندوئی وغیرہ سے اور اسی طرح سسرال کے دوسرے

مردوں سے گہرا پردہ کرے یوں تو ہر نامحرم سے پردہ کرنا لازم ہے لیکن جیٹھ دیور اور ان کے رشتہ داروں کے سامنے آنے سے اسی طرح بچنا ضروری ہے جیسے موت سے بچنے کو ضروری خیال کرتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنا سمجھ کر اندر بلالیا جاتا ہے اور بلا تکلف جیٹھ دیور اور شوہر کے عزیز و قریب اندر چلے جاتے ہیں اور بہت زیادہ خلا ملا کر لیتے ہیں اور ہنسی دل لگی تک کی نوبتیں آجاتی ہیں شوہر یہ سمجھتا ہے کہ یہ تو اپنے لوگ ہیں ان سے کیا روک ٹوک کی جائے لیکن جب کسی کی طبیعت بھاوج پر آجاتی ہے تو افسوسناک حالات وجود میں آجاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرد جب کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو وہاں ان دونوں کے علاوہ تیسرا شخص شیطان بھی ضرور موجود ہوتا ہے (۱۷)

شیطان کا کام معلوم ہی ہے گناہ کراتا ہے جب بھی کوئی مرد غیر عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوگا تو شیطان بھی وہاں موجود ہوگا جو دونوں کے جذبات کو ابھارے گا اور دونوں کے دلوں میں خراب کام کرنے کے وسوسے ڈالے گا اسی وجہ سے آنحضرت نے سختی کے ساتھ غیر محرم کے پاس تنہائی میں رہنے کی ممانعت فرمائی۔

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ میں اور میمونہؓ دونوں رسول اللہؐ کے پاس تھیں کہ اچانک عبد اللہ بن ام مکتومؓ (نابینا) سامنے سے آگئے اور رسول اللہؐ کے پاس آنے لگے (چونکہ عبد اللہ نابینا تھے اس لئے ہم دونوں نے ان سے پردہ کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور اسی طرح اپنی جگہ بیٹھی رہیں) رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے پردہ کرو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو تو وہ نہیں دیکھ رہے ہیں اسکے جواب میں رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کیا تم دونوں (بھی) نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو؟ (۱۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو بھی جہاں تک ممکن ہو سکے مردوں پر نظر ڈالنے سے پرہیز کرنا چاہیئے حضرت عبداللہؓ نابینا تھے ' پاکباز صحابی تھے ' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیویاں نہایت پاک دامن تھیں اس کے باوجود بھی آپ نے دونوں بیویوں کو حکم فرمایا کہ حضرت عبداللہؓ سے پردہ کریں یعنی ان پر نظر نہ ڈالیں۔

اسلام میں مرد و زن کو یکساں طور پر حکم ہے کہ وہ اپنی نظروں کی حفاظت کریں تاک جھانک نہ کریں نگاہیں نیچی رکھیں تاکہ مرد اسے دیکھ ہی نہ سکے اگر عورتیں بے پردہ رہیں گی تو وہ صورتحال پیش آئے گی جسے کسی دل جلے شاعر نے بیان کیا ہے۔

سبھی مجھ کو کہتے ہیں نظریں نیچی رکھ اپنی۔ کوئی انکو نہیں کہتا نہ نکلیں یوں بے حجاب ہوکر

اگرچہ "ان کے" بے حجاب نکلنے کے باوجود ہم پر اپنی نظر کی حفاظت لازم ہے مگر "ان کو" بھی بے حجاب نہیں ہونا چاہیئے۔

پردہ اور صحابہؓ

صحابہ کرامؓ کے ذہنوں میں پردے کا واضح تصور تھا اور وہ اس پر بڑی سختی سے عمل کرتے تھے ' حالات خواہ کیسے بھی ہوں وہ بے پردگی کو برداشت نہیں کرتے تھے حضرت ابو سائب تابعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نے ایک موقعہ پر ایک گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ اس گھر میں ایک جوان آدمی تھا جو ہمارے ہی قبیلہ سے تھا اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی ہم رسول اللہؐ کے ساتھ غزوہ خندق کیلئے نکلے (وہ جوان بھی ہمارے ساتھ تھا) جب آدھا دن گزر جاتا تو رسول اللہؐ سے اجازت لے کر وہ جوان اپنے گھر آجاتا ایک روز یہ واقعہ پیش آیا کہ جب اس نے گھر جانے کی اجازت چاہی تو رسول اکرمؐ نے اجازت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم

ہتھیار لے کر جاؤ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ قبیلہ بنی قریظہ تمہاری جان نہ لے لے یہ سن کر اس شخص نے اپنا ہتھیار لیا پھر گھر کی طرف واپس ہوا (وہاں پہنچ کر) اچانک کیا دیکھتا ہے کہ اس کی بیوی (گھر سے باہر) دونوں کواڑوں کے درمیان کھڑی ہے اس کو دیکھ کر (اسے سخت غصہ آیا اور) اس کی غیرت کا تقاضا ہوا کہ عورت کو نیزہ مار دے چنانچہ بیوی کی طرف اس نے نیزہ بڑھایا اس کی بیوی نے کہا نیزہ روکئے اور گھر میں داخل ہو کر دیکھئے کہ مجھے کس چیز نے باہر نکالا ہے چنانچہ وہ شخص گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک بڑا سانپ بستر پر لپٹا ہوا پڑا ہے اس کو دیکھتے ہی نیزہ بڑھایا اور سانپ کو نیزے میں پرو دیا اور پھر گھر سے نکل کر نیزے کو صحن میں گاڑ دیا سانپ نے تڑپ کر اس شخص پر حملہ کر دیا اور سانپ کی اور اس شخص کی موت وہیں اس وقت ہو گئی اور بیک وقت دونوں کی جان گئی کہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ پہلے کس کی موت ہوئی۔

اندازہ فرمائیں کہ صحابی کی غیرت نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ انکی بیوی بے پردہ گھر سے باہر نکلے اگر ان کی بیوی باہر آنے کے سبب کا حوالہ نہ دیتی تو نیزہ سے کم از کم زخمی تو ہو ہی جاتی اور گہرا وار ہو جاتا تو شاید زندہ بھی نہ رہتی اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہؓ کے نزدیک کسی عورت کا باہر نکلنا بد ترین جرم تھا بہت سے نام نہاد ثقافت اسلامی کے خادم جو کہہ دیا کرتے ہیں کہ موجودہ پردہ دور حاضر کے مولویوں کی ایجاد ہے اس واقعہ سے ان لوگوں کے دعوے کی صاف تردید ہو جاتی ہے دیکھئے مردوں سے مدینہ منورہ خالی ہے حضرات صحابہؓ خندق کھودنے میں لگے ہوئے ہیں دوپہر کا وقت ہے اس اثناء میں جب ایک شخص اپنی بیوی کو باہر کھڑی دیکھتا ہے تو غیرت کے جوش میں بھر کر حملہ آور ہو جاتا ہے اگر حضور اکرمؐ کے زمانے میں صحابی عورتوں کا بے پردہ ہو کر باہر نکلنے کا خدانخواستہ رواج ہوتا تو وہ صحابی اس قدر برہم کیوں ہوتے یہ تو صحابی کی غیرت کا حال ہے اور ایک ہماری غیرت ہے جو ہمیں ہر طرح کی بے پردگی

کی اجازت دے دیتی ہے ہمارے ماڈرن شوہر بیویوں کو بنا سنوار کر شو پیس کے طور پر ساتھ رکھتے ہیں غیر مردوں سے ان کا تعارف کراتے ہیں ' مصافحہ کراتے ہیں اور اگر کوئی بندۂ ہوس ان کی بیگم کے ناک نقشہ کی تعریف کردے تو "غیر تمند" شوہر پھولا نہیں سماتا بلکہ اب تو "اونچی سوسائٹی" میں ایک دوسرے کی بیویوں کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر ڈانس کرنا ثقافت کا ایک لازمی جزو خیال کیا جاتا ہے۔

آزادی اور پردہ

صحابہ کرام کے نزدیک کسی عورت کے آزاد ہونے کی نشانی یہ تھی کہ وہ باپردہ ہو گی اور جو عورت بے پردہ ہوتی تھی وہ سمجھ جاتے تھے کہ یہ آزاد نہیں ہے بلکہ لونڈی ہے کیونکہ لونڈی کو شریعت نے ایک حد تک پردہ کھولنے کی اجازت دی ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں سید عالمؐ نے تین روز خیبر اور مدینہ کے درمیان قیام فرمایا تینوں دن حضرت صفیہؓ نے آپ کے پاس شب باشی کی اور وہیں جنگل میں ولیمہ ہوا ولیمہ میں کوئی گوشت روٹی تو تھی نہیں (بلکہ متفرق قسم کی دوسری چیزیں تھیں) آنحضرتؐ نے چمڑے کے دستر خوان بچھانے کا حکم فرمایا جن پر کھجوریں اور پنیر اور گھی لا کر رکھ دیا گیا۔ مجھے حکم فرمایا کہ لوگوں کو بلاؤ میں بلالایا اور لوگوں نے (ولیمہ کی دعوت کھائی) پورے لشکر میں سے جن کو نکاح کا علم نہ ہوا تھا وہ لوگ اس تردد میں رہے صفیہؓ سے آنحضرتؐ نے نکاح فرمالیا ہے یا باندی بنالیا ہے۔ پھر خود ہی فیصلہ کرلیا کہ اگر آپ نے ان کو پردے میں رکھا تو ہم سمجھیں گے کہ آپ کی بیوی ہے اور امہات المومنین میں سے ہیں ورنہ یہ سمجھیں گے کہ آپ نے لونڈی بنالیا ہے چنانچہ آپ نے جب کوچ فرمایا تو اپنی سواری پر ان کیلئے پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور ان کو سوار کرکے ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ تان دیا۔ اس سے سب سمجھ گئے کہ وہ ام المومنین ہیں (۱۹)

اگر صحابہ کرام کی اس سوچ کی بناء پر میں یہ کہوں تو بیجا نہیں ہوگا کہ آزاد عورتیں صرف وہی ہیں جو باپردہ رہتی ہیں اور جو عورتیں بے پردہ رہتی ہیں وہ حقیقت میں لونڈیاں ہیں وہ غلامی کی زندگی بسر کررہی ہیں ان کے گلے میں غلامی کے طوق پڑے ہوئے ہیں۔

رسم و رواج کی غلامی کا طوق '
نفسانی خواہشات کی غلامی کا طوق
یورپ کی قابل نفرت ثقافت کی غلامی کا طوق

اتنا فرق؟

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں اپنے (اس) گھر میں جس میں رسول اللہؐ دفن ہیں پردے کے کپڑے رکھ کر داخل ہو جاتی اور کہتی تھی کہ (اس طرح پردے کا اہتمام کئے بغیر جانے میں کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ گھر میں) میرے شوہر (رسول اللہؐ) اور میرے باپ (حضرت ابوبکرؓ) ہی تو ہیں ان دونوں سے پردہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر جب انکے ساتھ حضرت عمرؓ دفن کردیے گئے تو خدا کی قسم عمرؓ سے شرمانے کے باعث میں اچھی طرح کپڑے لپیٹ کر اس گھر میں داخل ہوتی تھی (۴۰)

دیکھا حضرت ام المومنین کا طرز عمل؟ جو لوگ دنیاوی زندگی گزار رہے ہیں ان سے تو آپ پردہ کرتی ہی تھیں لیکن جو برزخی زندگی گزار رہا ہے اس سے بھی پردے کا اہتمام فرماتی تھیں۔ افسوس کہ اس زمانے کی بہت سی مسلمان جنہوں نے اللہ کے رسول کی بیویوںؓ اور بیٹیوں کی تقلید چھوڑ کر یورپ کی بے شرم لیڈیوں کی تقلید کو اپنا لیا ہے اور بے پردہ ہو کر بے حیائی کے ساتھ بازاروں میں پھرنے اور پارکوں میں گھومنے کو فخر سمجھتی ہیں۔

کتنا فرق ہے ہماری معاشرت اور صحابہ کی معاشرت میں ' ہماری غیرت اور صحابہ

کی غیرت میں، ہمارے دین اور صحابہ کے دین میں،

اماں عائشہؓ کا نام لینے والو! کبھی ان کی سیرت کا بھی مطالعہ کرلیا کرو۔

حیا تو نہیں مری

حضرت قیس بن شماس کا بیان ہے کہ ایک صحابی عورت جن کو ام خلادؓ کہا جاتا تھا، رسول اللہؐ کی خدمت میں اپنے بیٹے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوئیں۔ ان کا بیٹا (کسی غزوہ میں) شہید ہو گیا تھا جب وہ آئیں تو اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھیں ان کا یہ حال دیکھ کر کسی صحابیؓ نے کہا کہ تم اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے آئی ہو اور نقاب ڈالے ہوئے ہو؟ حضرت ام خلادؓ نے جواب دیا کہ اگر بیٹے کے بارے میں مصیبت زدہ ہو گئی ہوں تو کیا اپنی شرم و حیا کو کھو کر دوسری مصیبت اپنے سر لے لوں؟ (یعنی حیا کا چلا جانا ایسی ہی مصیبت زدہ کردینے والی چیز ہے جیسے بیٹے کا ختم ہو جانا) حضرت ام خلادؓ کے پوچھنے پر حضورؐ نے جواب دیا کہ تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا ثواب ہوگا۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ کیوں؟ ارشاد فرمایا اس لئے کہ اسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے (۲۱)

گویا حضرت ام خلادؓ فرما رہی ہیں لوگو اگر میرا بیٹا مر (شہید ہو) گیا ہے تو میری حیا تو نہیں مری وہ تو زندہ ہے پھر میں کیوں نہ پردہ کروں، بے پردہ تو وہ عورتیں پھرتی ہیں جن کی حیا مر جاتی ہے جن کی حیا اور ایمان کی غیرت کا جنازہ اٹھ جاتا ہے جو نسوانیت کے جوہر یعنی شرم سے محروم ہو جاتی ہیں اور بات یہ ہے کہ جب حیا اٹھ جاتی ہے تو ایمان بھی اٹھ جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ بلا شبہ حیا اور ایمان دونوں ساتھی ہیں پس جب ان دونوں میں سے ایک اٹھ جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے (۲۲)

حیاء مومنین کی خاص صفت ہے جو قومیں نبیوں کی تعلیمات سے دور ہیں حیاء و شرم سے ان کو کچھ واسطہ نہیں حیاء اور ایمان دونوں لازم اور ملزوم ہیں یا تو دونوں رہیں گے یا دونوں رخصت ہو جائیں گے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا انبیاء سابقین کی باتوں میں سے جو ایک بات آج تک نقل در نقل چلی آرہی ہے وہ یہ ہے کہ جب تجھ میں شرم نہ رہے تو جو چاہے کر (۲۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کرامؑ شرم و حیا کی تعلیم دیتے آئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو قومیں اللہ کے بعض پیغمبروں سے اپنا رشتہ جوڑنے کی دعوے دار ہیں اور ساتھ ہی بے شرم اور بے حیا بھی ہیں وہ اپنے دعوے میں جھوٹی ہیں اور اپنے کفر و شرک اور بے شرمی کی زندگی کے باعث ان نبیوں کی ذات گرامی کیلئے عار ہیں جن سے اپنی نسبت قائم کرتے ہیں کوئی بے شرم اور بے حیاء کسی بھی نبی کے راستے پر نہیں ہوسکتا ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ پیغمبروں کے طرز زندگی میں سے چار چیزیں (بہت اہم) ہیں (۱) شرم کرنا (۲) خوشبو لگانا (۳) مسواک کرنا (۴) نکاح کرنا (۲۴)

اللہ کے محبوب ترین بندے اس کے پیغمبر ہیں انہوں نے حیاء اور شرم کی زندگی کو اختیار کیا اور اپنی اپنی امت کو شرم و حیا کے اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔ جو لوگ بے شرم ہیں اللہ تعالیٰ سے دور ہیں۔ اس کے پیغمبروں سے دور ہیں' کفار و فجار سے قریب ہیں' دشمن دین ہیں ابلیس لعین کے دوست ہیں۔

اعتراضات

وہ ماڈرن طبقہ جو عقل سے پیدل ذہانت سے مفلس اور دین سے باغی ہے وہ پردہ پر لایعنی قسم کے اعتراضات کرتا ہے۔

پہلا اعتراض

جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ حجاب پردہ کرنے والی عورتوں کی صحت ٹھیک نہیں رہتی حالانکہ یہ بالکل بے بنیاد سی بات ہے کیونکہ وہ عورت جو پردے میں سکون کی زندگی گزارتی ہے اور گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی ہے اس کی صحت اس عورت کے مقابلے میں ہزار درجہ بہتر ہوتی ہے جو سارا دن بازاروں ، سینماؤں ، ناچ گھروں ، ہوٹلوں اور کلبوں میں اپنا وقت برباد کرتی ہیں ، اگر سروے کیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ ڈاکٹروں ، حکیموں اور معالجوں کے پاس علاج معالجے کے لئے زیادہ تر وہ عورتیں جاتی ہیں جو پردے سے بے نیاز ہوتی ہیں کبھی آپ کو یورپ سے شائع ہونے والی ان رپورٹوں کے پڑھنے کی توفیق ہوتی جن میں بتایا جاتا ہے کہ اس بے پردگی ، عریانیت اور فحاشی کے نتیجے میں وہاں جنسی امراض کی کتنی بھرمار ہے ، سوزاک ، آتشک اور دوسرے متعدی امراض کتنی تیزی سے پھیل رہے ہیں ۔

دوسرا اعتراض

دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حجاب پردہ سے عورتوں میں بزدلی پیدا ہوتی ہے ، کیا یہ حضرات عورتوں کو بے پردہ کرکے انہیں بہادر بنا رہے ہیں ؟ یاد رکھیں بزدلی پیدا ہوتی ہے گناہوں سے ،

بزدلی پیدا ہوتی ہے خوف خدا سے بے نیاز ہونے سے ،

بزدلی پیدا ہوتی ہے دنیا کی شدید ترین محبت سے ،

بزدلی پیدا ہوتی ہے نری مادیت پر ایمان لانے سے ،

بزدلی پیدا ہوتی ہے اللہ کے بجائے بندوں کو خوش کرنے کے جذبے سے ،

اور یہ امراض بے پردہ عورتوں میں زیادہ پائے جاتے ہیں با پردہ عورتیں اکثر ان

امراض سے محفوظ ہوتی ہیں اس لئے وہ اکثر و بیشتر بزدلی سے بھی محفوظ رہتی ہیں تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور میں باپردہ عورتوں نے ایسے ایسے بہادرانہ کارنامے انجام دیئے ہیں جو مردوں کیلئے بھی قابل رشک ہیں میں نمونہ کے طور پر چند واقعات ذکر کرتا ہوں۔

باپردہ بہادر خواتین

غزوہ خندق میں رسول اللہ ؐ اور تمام صحابہ ؓ یہودیوں سے لڑ رہے تھے کہ **بنو قریظہ** لڑتے لڑتے اس مقام کے قریب پہنچ گئے تھے جہاں مسلمان عورتیں اور بچے چھپے ہوئے تھے **بنو قریظہ** اور مسلمان عورتوں کے درمیان کوئی ایسی فوج نہ تھی جو عورتوں کی حفاظت کرے ' اسی اثناء میں ایک یہودی ان عورتوں کی طرف نکل آیا ' خوف یہ تھا کہ اگر یہ یہودی **بنو قریظہ** سے کہہ آیا کہ ادھر عورتیں ہیں تو میدان خالی پا کر وہ عورتوں پر حملہ کردیں گے حضرت صفیہ ؓ نے جو رسول اللہ ؐ کی پھوپھی اور حضرت زبیر ؓ کی والدہ تھیں ' حضرت حسان بن ثابت ؓ سے کہا کہ اس یہودی کو قتل کردو حضرت حسان ؓ نے عذر کیا ' آخر حضرت صفیہ ؓ خیمہ کی ایک چوب لے کر خود اتریں اور اس یہودی کو اسی چوب سے وہیں مار گرایا مورخ ابن اثیر جزری نے لکھا کہ یہ پہلی بہادری تھی جو ایک مسلمان عورت سے ظاہر ہوئی۔

ام عمارہ ؓ ایک مشہور صحابیہ ؓ تھیں قبل از ہجرت مقام عقبہ میں جب مدینہ کے مسلمانوں نے کفار قریش سے چھپ کر رسول اللہ ؐ کی امداد اور اسلام کی اشاعت کیلئے رسول اللہ ؐ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تو اس مختصر جماعت میں جو اسلام میں سب سے پہلی جماعت تھی ام عمارہ ؓ بھی شریک تھیں اسلامی تاریخ میں اسی واقعہ کو بیعت عقبہ کہتے ہیں۔ (۲۵)

سن ٦ ھ میں جب رسول اللہ ؐ نے حج کی نیت سے **مکہ معظمہ** کا ارادہ کیا اور مکہ میں داخل ہونے کیلئے قریش سے آپ نے اجازت مانگی اور حضرت عثمان ؓ مسلمانوں

کی طرف سے سفیر بن کر مکہ گئے تو یہ خبر مشہور ہوئی کہ قریش نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر ڈالا اس وقت تمام صحابہؓ سے رسول اللہؐ نے کفار قریش سے لڑنے اور مرنے پر بیعت لی جو تاریخ اسلام میں بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے ام عمارہؓ اس بیعت رضوان میں بھی شریک تھیں مسلمانوں کی طرف سے اپنے شوہر زیدؓ بن عاصم کے ساتھ جنگ احد میں بھی شریک تھیں بلکہ عین اس وقت جب احد میں تمام مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اور آنحضرتؐ پر کفار بڑھ بڑھ کر وار کر رہے تھے اور جان نثار آگے آ آکر اپنی جانیں قربان کر رہے تھے یہ بہادر خاتون بھی تیغ بدست حملہ آوروں کو مار مار کر پیچھے ہٹا رہی تھیں' اس دن کئی زخم انکے دست و بازو میں آئے تھے اس طرح دیگر غزوات میں بھی ان سے بے مثال بہادری کے کارنامے ظہور میں آئے ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے ادعائے نبوت کیا اور مقام یمامہ میں ایک خونریز لڑائی کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ مارا گیا اس جنگ میں جو جنگ یمامہ کے نام سے مشہور ہے ام عمارہؓ بھی شریک تھیں اور جب تک ان کا ہاتھ زخمی نہ ہوا دشمنوں سے لڑتی رہیں اس دن ام عمارہؓ کو بارہ زخم لگے تھے۔

جنگ قادسیہ میں عرب کی مشہور شاعرہ خنساءؓ بھی شریک تھیں خنساء کے ساتھ ان کے چاروں بیٹے بھی تھے شب کے ابتدائی حصہ میں جب ہر سپاہی صبح کے ہولناک منظر پر غور کر رہا تھا' آتش زباں شاعرہ نے اپنے بیٹوں کو یوں جوش دلانا شروع کیا۔

پیارے بیٹو! تم اپنی خواہش سے مسلمان ہوئے اور ہجرت کی' وحدہٗ لا شریک کی قسم کہ تم جس طرح ایک ماں کے بیٹے ہو اسی طرح ایک باپ کے بھی بیٹے ہو میں نے تمہارے باپ سے بد دیانتی نہیں کی اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل کیا اور نہ تمہارے حسب و نسب میں داغ لگایا جو ثواب عظیم خدا نے کافروں سے لڑنے میں مسلمانوں

کیلئے رکھا ہے تم اس کو خود جانتے ہو خوب سمجھ لو کہ آخرت جو ہمیشہ رہنے والی ہے
اس دار فانی سے بہتر ہے خدائے پاک فرماتا ہے مسلمانو! صبر کرو اور استقلال سے کام
لو خدا سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو کل جب خیریت سے انشاء اللہ صبح کرو تو تجربہ
کاری کے ساتھ اور خدا سے نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمنوں پر جھپٹ پڑنا اور جب
دیکھنا کہ لڑائی زوروں پر ہے اور ہر طرف اسکے شعلے بھڑک رہے ہیں تو تم خاص آتش
دان جنگ کی طرف رخ کرنا اور جب دیکھنا فوج غصے سے آگ ہو رہی ہے تو تمیم کے
سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا خدا کرے تم دنیا میں مال غنیمت اور عقبیٰ میں عزت پاؤ۔

صبح کو جنگ چھڑتے ہی خنساءؓ کے چاروں بیٹے یکبارگی دشمنوں پر جھپٹ پڑے اور
آخر کو بڑی بہادری سے چاروں لڑ کر شہید ہوئے خنساءؓ کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے
کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے بیٹوں کی شہادت کا مجھے شرف بخشا حضرت عمرؓ دو سو
دینار خنساءؓ کو اس کے چاروں بیٹوں کی تنخواہ سے دیا کرتے تھے ۔ (۳۶)

بے کوئی مثال

اسلام کے ابتدائی زمانے میں جن خواتین نے اسلام قبول کیا ان میں سے بعض
کو قبول حق کے جرم میں بے پناہ ستایا گیا' ان پر ظلم و ستم کا ہر حربہ آزمایا گیا انہوں
نے جبر و تشدد کا ہر وار برداشت کیا لیکن اسلام کا دامن چھوڑنا گوارا نہ کیا' آپ
مذاہب عالم کی پوری تاریخ کا مطالعہ کر لیجئے آپ کو ایسی جرأت مند' بہادر اور با
استقامت خواتین کی کوئی مثال مشکل ہی سے ملے گی جنہوں نے صرف سچائی کی خاطر
صرف حمایت حق کی خاطر ایسی قربانیاں پیش کی ہوں جیسی مسلمان خواتین نے اسلام
کی خاطر مسلسل پیش کیں حضرت ۔۔۔ مشہور صحابی حضرت عمار بن یاسرؓ کی والدہ
تھیں ان کو ابو جہل نے اسلام لانے کے جرم میں ایسی برچھی ماری کہ وہ جانبر
نہ ہو سکیں ۔

ام عبیسؓ ایک صحابیہؓ تھیں ' حضرت عمرؓ اپنے اسلام سے پہلے ان کو مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ " میں نے رحم کھا کر تجھ کو نہیں چھوڑا ہے بلکہ اس لئے چھوڑا ہے کہ تھک گیا ہوں وہ نہایت استقلال سے جواب دیتی کہ " عمرؓ اگر تم مسلمان نہ ہوگے تو خدا تم سے ان بے رحمیوں کا انتقام لے گا - زنیرہؓ ایک اور صحابیہؓ تھیں وہ بھی اسلام کی راہ میں بے حد ستائی گئیں ' ابو جہل نے ان کو اس قدر مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں - نہدیہؓ اور ام عبیسؓ یہ دونوں بھی صحابیہؓ ہیں ' یہ بھی اسلام لانے کے جرم میں سخت سے سخت سختیاں جھیلتی تھیں -

سواری اور سوار

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے جب بنو امیہ کے مقابلہ میں حجاز میں اپنی خلافت قائم کی اور حجاج نے ان پر بڑے سروسامان سے فوج کشی کی تو ان کے رفقاء نے ان سے علیحدہ ہونا شروع کر دیا تھوڑوں کی ایک بہت چھوٹی سی جماعت ان کے ساتھ رہ گئی ' اس وقت حضرت ابن زبیرؓ اپنی ماں حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیقؓ کے پاس گئے اور اجازت طلب کی کہ اگر مناسب ہو تو میں حجاج سے صلح کر لوں ' بہادر ماں نے جواب دیا " فرزند من ! اگر تم باطل پر ہو تو آج سے بہت پہلے تم کو صلح کر لینی چاہئے تھی اور اگر حق پر ہو تو رفقاء کی کمی سے دل برداشتہ نہ ہو ' حق کی رفاقت خود کیا کم نصرت ہے " -

ابن زبیرؓ ماں کے پاس سے واپس آئے اور تمام ہتھیار سجا کر ماں سے رخصت ہونے آئے ' ماں نے سینہ سے لگایا ' تو جسم بہت سخت نظر آیا پوچھا کہ کیا واقعہ ہے ؟ فرمایا میں نے دوہری زرہ پہن لی ہے ' بولیں یہ شہدائے حق کا شعار نہیں ' ابن زبیرؓ نے زرہ اتار ڈالی ' پھر کہا مجھے ڈر ہے کہ دشمن میری لاش کے ٹکڑے نہ کریں - ماں نے جواب دیا " بیٹا ! جب بکری ذبح ہو جاتی ہے تو اس کو کھال کھینچنے کی تکلیف نہیں

ہوتی "۔ اور اس طرح ماں نے بیٹے کو مقتل میں بھیجا اور حق و صداقت کی قربان گاہ پر اپنے دلبند کو نثار کر دیا۔

حضرت ابن زبیرؓ کی شہادت کے بعد حجاج نے ان کی لاش کو بر سر راہ سولی پر لٹکا دیا، کچھ دنوں کے بعد حضرت اسماءؓ کا جب ادھر سے گزر ہوا تو بیٹے کی لاش سولی پر لٹکی نظر آئی۔ کون ایسی ماں ہوگی جو اس منظر کو دیکھ کر تڑپ نہ جائے لیکن وہ نہایت بے پروائی کے ساتھ ادھر سے گزر گئیں، اور لٹکی ہوئی لاش کی طرف اشارہ کر کے یہ بلیغ فقرہ کہا کیا اب تک یہ شہ سوار اپنے گھوڑے سے نہیں اترا " اس روحانی شجاعت، اخلاقی جرأت اور بے مثال صبرو استقلال کا نمونہ کہاں نظر آسکتا ہے؟ اگر ان خواتین کی پردہ داری انہیں بزدل نہیں بنا سکی تو انشاء اللہ آج کے دور میں بھی پردہ خواتین کو بزدل نہیں بنا سکے گا بلکہ ان کی جرات و شجاعت میں اضافہ کا سبب ہی بنے گا۔ (۲۷)

تیسرا اعتراض

تیسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ عورتوں کو پردہ کرانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ مردوں کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں آپ کو کسی پر اعتماد نہیں آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر شخص بد کردار ہے اور ہر شخص بدنگاہی سے دیکھتا ہے اگر اس اعتراض کو تسلیم کر لیا جائے تو کہنا پڑے گا کہ جو لوگ اپنے گھروں یا دوکانوں کو تالا لگاتے ہیں وہ اس محلے اور بستی کے تمام بسنے والوں کو چور اور ڈاکو سمجھتے ہیں اگر انہیں ان پر اعتماد ہوتا تو وہ تالا نہ لگاتے بلکہ گھر اور دوکان کو ہر آنے جانے والے کیلئے کھلا چھوڑ دیتے۔

پھر تو یہ بھی کہنا پڑے گا کہ پولیس کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ پولیس کا وجود اس بات کی دلیل ہے کہ آپ سارے معاشرے کو مجرم اور قاتل تصور کرتے ہیں۔

پھر تو یہ بھی کہنا پڑیگا کہ بابو جی اپنی کار اور موٹر سائیکل کو جو لاک کرتے ہیں تو وہ

اس لئے کہ وہ ہم سب کو چور سمجھتے ہیں ۔

پھر تو چوکیداروں کو بھی ہٹا دینا ہوگا کیونکہ ان کی موجودگی سے سارا معاشرہ مشکوک ہو جاتا ہے ۔

چوتھا اعتراض

چوتھا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر عورت کو پردے کا پابند کردیا جائے اسے ہوٹلوں اور کلبوں میں شرکت کی اجازت نہ دی جائے ' اس کے فیشن اور حسن کی نمائش نہ ہو تو ہماری سوسائٹی بے رنگ ہو کر رہ جائے گی ' آرٹ اور جمالیات کا خون ہو جائے گا فنون لطیفہ ختم ہو جائیں گے ہم ترقی یافتہ قوموں کو کیا منہ دکھائیں گے ۔

اگر اس اعتراض کے سیاق و سباق کو دیکھیں تو آپ کو اس میں بھی وہی غلامانہ ذہنیت کارفرما نظر آئے گی جو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہماری زندگی کا ایک لازمی جزو بن کر رہ گئی ہے سوال یہ ہے کہ کیا فنون لطیفہ وہی ہیں جنہیں یورپ پسندیدگی کی سند دے ؟

کیا کتاب و سنت کے صریح احکام کو توڑ کر ان فنون لطیفہ کو زندہ کرنا جائز ہے ؟

کیا اس جھوٹے آرٹ اور گندی ثقافت کے احیاء کیلئے ہم کتاب و سنت اور اپنی ثقافتی اقدار کا خون کرلیں ؟

اگر بے پردگی ' عریانیت ' فحاشی اور حسن کی بے محابا نمائش ایک آرٹ ہے تو پھر ہیرا پھیری ' فریب دہی ' سمگلنگ ' ملاوٹ اور جیب تراشی بھی ایک آرٹ ہے ان کاموں سے ان کے کرنے والے کی ذہانت ظاہر ہوتی ہے ' اس کے ہاتھوں کی صفائی کا ثبوت ملتا ہے ' اپنے فن میں اس کا کمال معلوم ہوتا ہے ' ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اگر ان فنون لطیفہ کو جائز قرار دے دیا جائے تو مال کا نقصان ہو سکتا ہے ' صحت تباہ ہو سکتی ہے ' حلال و حرام کا امتیاز اٹھ سکتا ہے ۔ لیکن جب ہم آرٹ اور فنون لطیفہ کی

خاطر اپنی دینی قدروں سے بغاوت کرسکتے ہیں ' اپنی غیرت کا گلا دبا سکتے ہیں۔ اپنے خاندانی امن و سکون کو داؤ پر لگا سکتے ہیں تو مالی نقصان اور صحت کی خرابی بھی برداشت کی جاسکتی ہے کیونکہ مال اور جان تو دین کے مقابلے میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے ۔

پانچواں اعتراض

پانچواں اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ مہنگائی اور ترقی کا دور ہے ' ضروریات بڑھ گئی ہیں اکیلا مرد ان تقاضوں اور ضروریات کو پورا نہیں کرسکتا اگر ہم نے عورتوں کو اب بھی گھر تک محدود رکھا تو ہم ترقی یافتہ قوم نہیں بن سکیں گے اس کے علاوہ بعض اوقات عورت بیوہ ہوتی ہے بچے چھوٹے ہوتے ہیں ' گھر کا خرچ دینے والا کوئی نہیں ہوتا اگر ہم عورت کو کام کاج اور ملازمت کی اجازت نہ دیں تو اس گھر کی معاشی ضروریات کون پوری کرے گا ۔

اس اعتراض کا جواب کئی طریقے سے دیا جاسکتا ہے ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قانون کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اندھا ہوتا ہے مگر یہ بات انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین پر تو صادق آتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون پر یہ بات ہرگز صادق نہیں آتی عورتوں کو جہاں پردے کا حکم ہے وہیں بعض استثنائی حالات میں حیا کے تقاضے پورے کرتے ہوئے گھر سے باہر نکلنے کی بھی اجازت ہے ' بیوہ اور مجبور عورتوں کے ہمدردوں کو چاہیے کہ وہ ایسی انڈسٹریز لگائیں جہاں اوپر سے نیچے تک سارا عملہ خواتین پر مشتمل ہو آخر تم کب تک عورت کو ہر معاملے میں مرد کا دست نگر اور محتاج بنائے رکھو گے ' عورت صاحب شعور ہے ' سمجھدار ہے ' حالات کو سمجھتی ہے تم اس پر اعتماد کرو اور اسے پوری فیکٹری بغیر کسی مرد کی غلامی اور چاکری کے چلانے

اسی طرح ان ہمدردوں کو چاہئے کہ وہ اپنی سیکرٹری کسی نوجوان لڑکی کی بجائے بیوہ اور عمر رسیدہ عورت کو بنائیں۔

مگر خوب اچھی طرح اپنے جذبات کا جائزہ لے لیجئے کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہیں ہمدردی عورت کی مجبوری اور بیوگی سے نہیں بلکہ اس کے حسن و جمال اور رعنائی و زیبائی سے ہو لیکن میرے دوست معاف فرمانا اسے ہمدردی نہیں کہتے۔

اسے دماغ کا فتور کہتے ہیں،

اسے عشق کا ناسور کہتے ہیں،

اسے شہوت کا وفور کہتے ہیں،

اسے برتری کا نشہ اور غرور کہتے ہیں،

اسے جوانی کا نشاط اور سرور کہتے ہیں،

ہاں مستر لوگ اسے ہمدردی ضرور کہتے ہیں

مگر ہم انہیں اس دروغ گوئی میں مجبور کہتے ہیں

یورپ کے غلام اور مسحور کہتے ہیں

دوسری بات یہ ہے کہ انتہائی شدید حالات میں اگرچہ عورت کو نکلنے کی اجازت ہے مگر بعض لوگ مہنگائی کا نام صرف رسم دنیا نبھانے کیلئے لیتے ہیں ورنہ ملازمت پیشہ خواتین میں سے اکثریت ان کی ہے جو یا تو صرف یورپین خواتین کی ہم رنگی کا شوق پورا کرتی ہیں اور یا پھر پاکٹ منی اور تعیشات اور میک اپ کے سامان میں اضافہ کی خاطر نوکری کرتی ہیں اور بعض ایسی بھی ہیں جو شوہر صاحب کا دماغ سیدھا رکھنے کیلئے اپنے آپ کو اس جنجھٹ میں ڈالتی ہیں ان کی سوچ یہ ہے کہ خود کفیل ہو تاکہ مرد کی حاکمیت کا خاتمہ ہو سکے اور ہم نے ایسے گھرانے دیکھے ہیں جہاں عورتیں خود کفیل ہو جاتی ہیں تو مرد بیچارے کو بھیگی بلی بن کر رہنا پڑتا ہے اور ایسے ہی مردوں کے بارے

میں ہم نے اخبارات میں پڑھا تھا کہ انہوں نے یورپ کے کسی شہر میں بیویوں کی زیادتیوں کے خلاف باقاعدہ جلوس نکالا تھا۔

نتائج

بے پردگی اور مرد و زن کے بے روک ٹوک اختلاط کے جو نتائج سامنے آرہے ہیں وہ بڑے ہی ہولناک ہیں اور ہم سب ان نتائج کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں مگر خاموش ہیں ہم بے حس ہو چکے ہیں ہم نے اپنی غیرت کا سودا کرلیا ہے اور ہم نے فحاشی کو اپنی ثقافت کا ایک لازمی جزو سمجھ لیا ہے' ان نتائج میں سے جو سب سے بڑا نتیجہ ہمارے سامنے آیا ہے وہ ہے زنا کی کثرت اور اس زنا کے نتیجے میں ناجائز بچے بھی کثرت سے پیدا ہو رہے ہیں۔

آج سے کئی سال قبل لندن کے روزنامہ ٹائمز نے خبر دی تھی کہ لندن کا ہر آٹھواں بچہ حرام کی پیدائش ہے۔ یہ تعداد بڑی سرعت سی بڑھتی جارہی ہے' اور ایسا نظر آرہا ہے کہ آئندہ چند سالوں میں کوئی ایسا بچہ ملنا مشکل ہوگا جو حرامی نہ ہو پھر کمال یہ ہے کہ حرامی بچہ ہونے یا اس کا باپ یا ماں ہونے پر قطعاً کسی قسم کی عار محسوس نہیں کی جاتی بلکہ بر سر عام اس کا اظہار کیا جاتا ہے۔

برطانوی پریس اور کلیسا کے باقاعدہ جائزوں کے مطابق شادی کے وقت حاملہ نکلنے والی لڑکیوں کی تعداد سرعت سے بڑھ رہی ہے اس وقت تناسب دس میں سے سات کا ہے اور ان لڑکیوں کی تعداد جو شادی سے پہلے حاملہ ہوئے بغیر جنسی تعلقات رکھ چکی ہوتی ہیں اس سے کہیں زیادہ ہے ایسے واقعات بھی دیکھنے میں آتے ہیں جہاں پندرہ سال سے بھی کم عمر کی پرائمری اسکول جانے والی لڑکیاں حاملہ نکلیں۔ ۱۹۶۹ء میں بارہ بارہ سال کی گیارہ لڑکیوں سے بچے پیدا ہوئے۔ در حقیقت اس عمر کی بہت سی لڑکیاں اپنے تعلقات والے لڑکوں اور مردوں کی تعداد کو فخریہ ذکر کرنا اپنے لئے اعزاز سمجھتی

ہیں۔

اس بے غیرتی کے عام بلکہ قابل فخر چیز بننے کے مختلف اسباب ہیں مثلاً عورتیں آزادانہ طور پر صنف مخالف سے ملتی ہیں، نیم عریاں لباس پہنتی ہیں، سینما، ٹیلی ویژن، تھیٹر اور جوابازی کے کلبوں میں جنسی اور عریاں رقصوں پر زور دیا جاتا ہے، حتٰی کہ اسٹیج پر جنسی فعل ہوتا ہوا دکھایا جاتا ہے۔ عام اشتہارات، اخباروں، کتابوں اور رسالوں میں ننگی لڑکیوں کی نمائش کی جاتی ہے ہر عمر کے عورت اور مرد آزادانہ اکٹھا ناچتے اور تھرکتے ہیں اسکول کے بچوں کو جنسی عمل پر مبنی نصاب باقاعدہ پڑھایا جاتا ہے۔

یہ اقتباس آج سے تقریباً بیس سال قبل کا ہے ہم نے جب یہ پڑھا تھا تو بڑا تعجب ہوا تھا کہ کیا ایسے بھی ہو سکتا ہے، مگر ان میں سے بہت ساری چیزیں ہمارے ہاں بھی عام ہو چکی ہیں اور جب اسباب پائے جائیں تو ان سے نتائج بھی ظاہر ہو کر رہتے ہیں اور وہ ظاہر ہو رہے ہیں۔ مشہور سماجی کارکن جناب عبد الستار ایدھی کی بیگم بلقیس ایدھی کے حوالے سے اخبار میں خبر آئی ہے کہ صرف تین دن میں کراچی کے مختلف علاقوں سے ہمارے رضاکاروں نے دس حرامی بچوں کی لاشیں برآمد کی ہیں

اسکے بعد ایک اور خبر آئی کہ "ایدھی ویلفیئر سینٹر کے ایدھی ہوم میں گزشتہ سال بھر کے دوران کراچی کے مختلف علاقوں کے کچرا گھروں اور فٹ پاتھوں پر ملنے والے تین سو بارہ نوزائیدہ بچوں کو پناہ دی گئی جن میں سے بیشتر بچوں کو بے اولاد جوڑے حاصل کرکے لے گئے اس کے علاوہ گھروں سے بھاگنے والی پندرہ سو لڑکیوں کو بھی پناہ دی گئی۔

یہ تین سو بارہ بچے وہ تھے جو کسی طرح دیکھنے والی آنکھوں نے دیکھ لئے باقی رہے

وہ بچے جن کی لاشیں گندے نالوں یا گٹر وغیرہ میں پھینک دی جاتی ہیں ان کا کوئی شمار نہیں ۔ اور یوں دوہرے جرم کا ارتکاب کیا جاتا ہے یعنی زنا اور قتل ناحق ۔
- نجانے جانیں جیسے قیامت کے دن زندہ درگور ہونے والی لڑکیوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا "بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ" (تمہیں کس جرم میں قتل کیا گیا) یونہی ننھے معصوم بچوں سے بھی ضرور سوال کیا جائے گا کہ آخر تمہارا کیا جرم تھا جس کی سزا تمہیں ہولناک قتل کی صورت میں دی گئی ؟ محض اپنی گھناؤنی حرکت اور شرمناک عمل پر پردہ ڈالنے کیلئے ؟ محض سوسائٹی میں پاک باز بننے کیلئے ؟
آپ کو دور نبویؐ کا وہ واقعہ یاد ہوگا کہ جب قبیلہ حزیمہ کی ایک عورت نے اعتراف جرم کرتے ہوئے رسول اللہؐ سے حد جاری کرنے کی درخواست کی تھی تو آپ نے جواب میں جو کچھ فرمایا تھا اس کا مفہوم یہ تھا کہ اگر میں تم پر حد جاری کروں تو وہ بچہ ہلاک ہو جائے گا جو اس گناہ کے نتیجے میں تمہارے پیٹ میں پرورش پا رہا ہے اور جرم تو تم نے کیا ہے اس بچے کا کیا قصور ہے ؟ ۔
بچوں کو اسی قتل ناحق سے بچانے کیلئے ایدھی ویلفیئر سینٹر کے باہر باقاعدہ ایک جھولا رکھ کر یہ اعلان لکھ دیا گیا ہے کہ ان بچوں کو قتل نہ کریں بلکہ خاموشی سے اس جھولے میں ڈال جائیں ۔ بلکہ اخبارات میں بھی ان کی طرف سے اس قسم کی اپیلیں شائع ہوتی رہتی ہیں ۔
یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ حمل ایک ایسی چیز ہے جو چھپائے نہیں چھپتا اور حاملہ عورت کے بارے میں اس کی جسمانی حالت دیکھ کر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ اسے حمل ہے یا نہیں حاملہ لڑکی کے والدین ، اس کے بھائی بہنوں اور گھر میں آنے جانے والے عزیزوں اور پڑوسیوں کو تو اس کا علم ہو ہی جاتا ہے کہئے یہ چاہتا ہوں کہ کیا یہ مسلمان سوسائٹی کے تنزل اور بے غیرتی کی انتہا نہیں جہاں "کنواری مائیں" اس

کثرت کیساتھ پائی جاتی ہیں ۔

اسکے علاوہ ہماری " اونچی سوسائٹی " میں بیسیوں حاملہ لڑکیاں ، بچے کی ولادت سے پہلی ہی " صفائی " کرالیتی ہیں ، بہت سارے ڈاکٹر اور نرسیں ، گرانقدر معاوضہ لیکر اس کام کیلئے تیار ہو جاتے ہیں پھر مانع حمل ادویات ، انجکشن اور سامان اس پر مستزاد ! اب تو جگہ جگہ ان چیزوں کی دستیابی کے اشتہار ہیں اور ہر میڈیکل اسٹور سے قیمتاً اور حکومت کے بنائے گئے سینٹروں سے تقریباً مفت یہ سب کچھ مل جاتا ہے ۔

یہ نکتہ بھی ملحوظ رہے کہ مندرجہ بالا اعداد و شمار صرف شہر کراچی کے ہیں ، اگر ملک کے تمام صوبوں اور ہر ہر شہر اور قصبے کے اعداد و شمار جمع کئے جائیں تو ممکن ہے بہت سے حقیقت پسند لوگ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں کہ ہم نے واقعی اپنے کرتوتوں سے پاکستان کو پلیدستان بنا دیا ہے ۔

مجھے اس موقع پر ایک عوامی خطیب کی بات یاد آرہی ہے انہوں نے ایک جلسہ عام میں خطاب کرتے ہوئے ظریفانہ انداز میں کہا تھا " میں فلاں شہر میں تقریر کرنے گیا تو لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہاں کوئی چیز اصل بھی ملتی ہے تو میں نے جواب دیا ، بادشاہو ! اصلی چیزیں تلاش کرتے پھرتے ہو یہاں تو بچوں کے اصلی باپ نہیں ملتے ۔ (۲۸)

اس کا دوسرا نقصان خاندانی نظام کی تباہی و بربادی ہے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں مادر پدر آزادی کو پسند کرتے ہیں ، عریانیت نے انکے اندر شہوانی آگ اس قدر بھڑکا دی ہے کہ اب وہ نت نئے تعلقات قائم کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں اور حدیث کی اصطلاح کے مطابق وہ " ذَوَّاقِيْنَ اور ذَوَّاقَات " بن کر رہ گئے ہیں ۔

وہ بھونروں کی طرح پھول پھول کا رس چوسنا چاہتے ہیں ان کو اگر نکاح کے بندھن میں باندھ بھی دیا جاتا ہے تو بھی ان کی ہوس ختم نہیں ہوتی وہ یا تو بیوی کو

طلاق دیتے ہیں اور یا اس بیچاری کو نکاح میں رکھتے ہوئے ادھر ادھر منہ مارتے پھرتے ہیں۔

بے حجابی اور عریانیت کا تیسرا نتیجہ جو سامنے آیا ہے وہ یہ کہ نو عمر لڑکیاں اور بعض اوقات شادی شدہ عورتیں گھروں سے بھاگ جاتی ہیں اور یوں اپنے پورے خاندان کی ناک کٹنے کا سبب بن جاتی ہیں۔

اور ان کو بھگا کر لیجانے والے اکثر وہی ہوتے ہیں جو منہ بولے بیٹے یا منہ بولے بھائی بن کر گھر میں بلا روک ٹوک آتے ہیں' اخبارات میں ایسے واقعات بھی ہم پڑھتے ہیں کہ دیور' بھاوج کو یا دولہا بھائی' سالی کو بھگا کر لے گیا یا مریدنی اپنے پیر صاحب کے ساتھ فرار ہوگئی کبھی آپ نے سوچا ایسے کیوں ہوتا ہے اسکی سب سے بڑی وجہ یہی بے پردگی اور مرد و زن کا اختلاط ہے ہمارے ذہنوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ منہ بولے بیٹوں اور بھائیوں' دیور اور بہنوئی اور پیر صاحب سے تو پردے کی ضرورت نہیں گویا ان لوگوں میں نہ تو کوئی شہوانی جذبہ ہے نہ کوئی نفسانی خواہش ہے حالانکہ شہوت تو ان میں بھی ہے۔

ایک عبرت انگیز واقعہ

امام ابن جوزیؒ نے اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں ایک انتہائی عبرت انگیز واقعہ نقل کیا ہے لکھتے ہیں کہ وھب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا اسکے زمانہ میں کوئی عابد اس کا مقابل نہ تھا اس کے وقت میں تین بھائی تھے ان کی ایک بہن تھی جو باکرہ تھی اس کے سوا وہ اور بہن نہ رکھتے تھے اتفاقاً ان تینوں بھائیوں کو کہیں لڑائی پر جانا پڑا ان کو کوئی شخص ایسا نظر نہ آیا جس کے پاس اپنی بہن چھوڑ جائیں اور اس پر بھروسہ کریں لہٰذا سب نے اس رائے پر اتفاق کیا کہ اسکو عابد کے سپرد کر جائیں وہ عابد ان کے خیال میں تمام بنی اسرائیل میں ثقہ و پرہیزگار تھا اسکے

پاس آئے اور اپنی بہن کو حوالہ کرنے کی درخواست کی کہ جب تک ہم لڑائی سے واپس آئیں ہماری بہن آپکے سایہ عاطفت میں رہے عابد نے انکار کیا اور ان سے اور ان کی بہن سے خدا کی پناہ مانگی انہوں نے نہ مانا حتی کہ راہب نے منظور کرلیا اور کہا کہ اپنی بہن کو میرے عبادت خانہ کے سامنے کسی گھر میں چھوڑ جاؤ انہوں نے ایک مکان میں اسکو لا اتارا اور چلے گئے وہ لڑکی عابد کے قریب ایک مدت تک رہتی رہی عابد اس کے لئے کھانا لے کر چلتا تھا اور اپنے عبادت خانہ کے دروازے پر رکھ کر کواڑ بند کرلیتا تھا اور اندر واپس چلا جاتا تھا اور لڑکی کو آواز دیتا تھا اور وہ اپنے گھر سے آکر کھانا لیجاتی تھی راوی نے کہا کہ پھر شیطان نے عابد کو بہکایا اور اس کو خیر کی ترغیب دیتا رہا اور لڑکی کا دن میں عبادت خانہ تک آنا اس پر گراں ظاہر کرتا رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لڑکی دن میں کھانا لینے کیلئے گھر سے نکلے اور کوئی شخص اس کو دیکھ کر اس کی عصمت میں رخنہ انداز ہو بہتر یہ ہے کہ اس کا کھانا لیکر اس کے دروازے پر رکھ آیا کرے اس میں اجر عظیم ملے گا غرضیکہ عابد کھانا لیکر اس کے گھر جانے لگا ایک مدت کے بعد پھر شیطان اس کے پاس آیا اور اس کو خیر کی ترغیب دی اور اس بات پر ابھارا کہ اگر تو اس لڑکی سے بات چیت کیا کرے تو تیرے کلام سے یہ مانوس ہو کیونکہ اس کو سخت وحشت ہوتی ہے شیطان نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا حتی کہ راہب اس سے بات چیت کرنے لگ گیا اپنے عبادت خانہ سے اتر کر اس کے پاس آنے لگا پھر شیطان اسکے پاس آیا اور اس سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ تو عبادت خانہ کے در پر اور وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے اور دونوں باہم باتیں کرو تا کہ اس کو انس ہو آخر کار شیطان نے اس کو صومعہ سے اتار کر دروازے پر لا بٹھایا لڑکی بھی گھر سے دروازے پر آئی عابد باتیں کرنے لگا ایک زمانہ تک یہ حال رہا پھر شیطان نے عابد کو کار خیر کی رغبت دی کہ بہتر یہ ہے کہ تو خود لڑکی کے گھر کے قریب جا کر بیٹھے اور ہم کلامی

کرے اس میں زیادہ دل داری ہے عابد نے ایسا ہی کیا شیطان نے پھر تحصیل ثواب کی
رغبت دی اور کہا کہ لڑکی کے دروازے سے قریب ہو جائے تو بہتر ہے تاکہ اس کو
دروازے تک آنے کی بھی تکلیف نہ اٹھانی پڑے عابد نے یہی کیا کہ اپنے صومعے سے
لڑکی کے دروازے پر آکر بیٹھتا تھا اور باتیں کرتا تھا کافی عرصہ تک یہی کیفیت رہی
شیطان نے پھر عابد کو ابھارا کہ اگر عین گھر کے اندر جاکر بات کرے تو بہتر ہے تاکہ
لڑکی باہر نہ آئے اور کوئی اس کا چہرہ نہ دیکھ پائے غرض عابد نے یہ شیوہ اختیار کیا کہ دن
بھر لڑکی سے اس کے گھر جاکر باتیں کرتا اور رات کو اپنے صومعہ میں چلا آتا اس کے
بعد پھر شیطان اس کے پاس آیا اور لڑکی کی خوبصورتی اس پر ظاہر کرتا رہا یہاں تک کہ
عابد نے لڑکی کے زانو پر ہاتھ مارا اور اس کے رخسار کا بوسہ لیا پھر روز بروز شیطان
لڑکی کو اس کی نظروں میں آرائش دیتا رہا اور اسکے دل پر غلبہ کرتا رہا حتیٰ کہ وہ اس
سے ملوث ہو گیا اور لڑکی نے حاملہ ہو کر ایک بچہ جنا پھر شیطان عابد کے پاس گیا اور
کہنے لگا کہ اب یہ بتاؤ کہ اگر اس لڑکی کے بھائی آگئے اور اس بچہ کو دیکھا تو تم کیا کرو
گے میں ڈرتا ہوں کہ تم ذلیل ہو جاؤ یا وہ تمہیں رسوا کریں تم اس بچہ کو لو اور زمین
میں گاڑدو یہ لڑکی ضرور اس معاملے کو اپنے بھائیوں سے چھپائے گی اس خوف سے کہ
کہیں وہ نہ جان لیں کہ تم نے اس کے ساتھ کیا حرکت کی۔ عابد نے ایسا ہی کیا پھر
شیطان نے اس سے کہا کہ کیا تم یقین کرتے ہو کہ یہ لڑکی تمہاری ناشائستہ حرکت کو
اپنے بھائیوں سے پوشیدہ رکھے گی ہرگز نہیں تم اسکو بھی پکڑو اور ذبح کر کے بچے کے
ساتھ دفن کردو غرض عابد نے لڑکی کو بھی ذبح کیا اور بچے سمیت گڑھے میں ڈال کر
اس پر ایک بڑا بھاری پتھر رکھ دیا اور زمین کو برابر کر کے اپنے عبادت خانہ میں جا کر
عبادت کرنے لگا ایک مدت گزرنے کے بعد عورت کے بھائی لڑائی سے واپس آئے اور
عابد کے پاس جاکر اپنی بہن کا حال پوچھا عابد نے ان کو اس کے مرنے کی خبر دی اور

افسوس ظاہر کر کے رونے لگا اور کہا کہ وہ بڑی نیک بی بی تھی دیکھو یہ اس کی قبر ہے بھائی قبر پر آئے اور اس کیلئے دعائے خیر کی اور روئے چند روز اسکی قبر پر رہ کر اپنے لوگوں میں آگئے راوی نے کہا جب رات ہوئی اور وہ اپنے بستروں پر سوئے شیطان ان کو خواب میں ایک مسافر آدمی کی صورت بن کر نظر آیا' پہلے بڑے بھائی کے پاس گیا اور اسکی بہن کا حال پوچھا اس نے عابد کا اس کے مرنے کی خبر دینا اور اس پر افسوس کرنا اور مقام قبر دکھانا بیان کیا شیطان نے کہا سب جھوٹ ہے تم نے کیونکر اپنی بہن کا معاملہ سچ مان لیا عابد نے تمہاری بہن سے فعل بد کیا وہ حاملہ ہو کر ایک بچہ جنی۔ عابد نے تمہارے ڈر کے مارے اس بچے کو اس کی ماں سمیت ذبح کیا اور ایک گڑھا کھود کر دونوں کو ڈال دیا جس گھر میں وہ تھی اس کے اندر داخل ہونے میں وہ گڑھا داہنی جانب پڑتا ہے تم چلو اور اس گھر میں جاؤ تم کو وہاں دونوں ماں بیٹے ایک جگہ ملیں گے جیسا کہ میں تم سے بیان کرتا ہوں پھر شیطان منجھلے بھائی کے خواب میں آیا اس سے بھی ایسا ہی کہا پھر چھوٹے بھائی کے پاس گیا اس سے بھی یہی گفتگو کی جب صبح ہوئی تو سب لوگ بیدار ہوئے اور یہ تینوں اپنے خواب سے تعجب میں تھے ہر ایک آپس میں ایک دوسرے سے بیان کرنے لگا کہ میں نے رات عجیب خواب دیکھا سب نے باہم جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا بڑے بھائی نے کہا یہ خواب فقط خیال ہے اور کچھ نہیں یہ ذکر چھوڑو اور اپنا کام کرو چھوٹا کہنے لگا کہ میں تو جب تک اس مقام کو دیکھ نہ لوں گا باز نہ آؤں گا۔ تینوں بھائی چلے جس گھر میں ان کی بہن رہتی تھی آئے دروازہ کھولا اور جو جگہ ان کو خواب میں بتائی گئی تھی تلاش کی اور جیسا ان سے کہا گیا تھا اپنی بہن اور اسکے بچے کو ایک گڑھے میں ذبح کیا ہوا پایا انہوں نے عابد سے کل کیفیت دریافت کی عابد نے شیطان کے قول کی اپنے فعل کے بارے میں تصدیق کی انہوں نے اپنے بادشاہ سے جا کر نالش کی عابد صومعے سے نکالا گیا اور اسکو دار پر کھینچ

گئے لے چلے جب اس کو دار پر کھڑا کیا گیا شیطان اس کے پاس آیا اور کہا کہ تم نے مجھے پہچانا ؟ میں ہی تمہارا وہ ساتھی ہوں جس نے تم کو عورت کے فتنے میں جتلا کیا یہاں تک کہ تم نے اسکو حاملہ کردیا اور ذبح کرڈالا اب اگر تم میرا کہنا مانو اور جس خدا نے تم کو پیدا کیا ہے اس کی نافرمانی کرو تو میں تم کو اس بلا سے نجات دوں راوی نے کہا کہ عابد خدا تعالیٰ سے کافر ہو گیا پھر جب عابد نے کفر باللہ کیا شیطان اس کو اس کے ساتھیوں کے قبضے میں چھوڑ کر چلا گیا انہوں نے اس کو دار پر کھینچا اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْقَالَ لِلْاِنْسَانِ اکْفُرْ الآیۃ یعنی شیطان کی مثال ہے کہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر جب وہ کافر ہو گیا تو کہنے لگا میں تجھ سے الگ ہوں میں اللہ رب العالمین سے خوف کرتا ہوں ۔ اس شیطان اور کافر دونوں کا انجام یہی ہے کہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اور ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہے ۔ (۲۹)

احادیث سے ثابت ہے کہ صحابیات حضور اکرمؐ سے بھی پردہ کرتی تھیں حالانکہ آپ امت کے روحانی باپ اور معصوم پیغمبر تھے جب آپ سے بھی پردہ ہے تو پیر سے پردہ کیوں نہیں ہوگا اور پھر پیر بھی اس زمانے کے جن میں سے اکثر بہروپئے ہیں جو شریعت پر عمل نہیں کرتے جن کی زندگیوں میں تقویٰ کی کوئی جھلک تک دکھائی نہیں دیتی جن کی نظر اپنے مریدوں کی جیب اور ان کی بہو بیٹیوں پر ہوتی ہے ۔

حضرت عائشہؓ ایک واقعہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے حضور اقدسؐ کے دست مبارک میں ایک پرچہ دینا چاہا حضورؐ نے اپنا مبارک ہاتھ کھینچ لیا اور پرچہ ہاتھ میں نہ لیا چونکہ پرچہ والے ہاتھ کی انگلیوں پر نظر پڑ گئی تھی اسلئے فرمایا کہ میں نہیں جانتا یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا ؟ اس عورت نے عرض کیا کہ یہ عورت کا ہاتھ ہے آپ نے فرمایا اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں (کی سفیدی) کو مہندی سے بدل دیتی (۳۰)

اس سے ان عورتوں کو عبرت حاصل کرنا لازم ہے جو دنیا دار مرشدوں کے سامنے بلا تکلف آ جاتی ہیں اور ان پیروں کے دلالوں کے سمجھانے سے یہ سمجھتی ہیں کہ یہ تو پیر میاں ہیں اللہ والے ہیں ' بزرگ ہیں ' دینی باپ ہیں انکے سامنے آنے میں کیا حرج ہے ؟ ایسے جاہلوں کیلئے یہ حدیث کافی ہے دیکھئے حضورؐ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے دینی باپ ہیں آپ سے زیادہ نہ کوئی نیک ہے اور نہ کوئی ہو سکتا ہے کوئی نبی اور ولی اور فرشتہ آپ سے بڑھ کر بزرگ نہیں ہو سکتا اسکے باوجود بھی صحابی خاتون نے پردے کے پیچھے سے آپ کے دست مبارک میں پرچہ دینے کی جرأت کی ۔

جو عورتیں نام نہاد پیروں اور مرشدوں کے سامنے آتی ہیں سخت گناہ گار ہیں اور اس قسم کے پیر و مرشد فاسق ہیں ان سے مرید ہونا جائز نہیں جو لوگ ایسے بد عمل پیر سے مرید ہو گئے ہوں ان پر لازم ہے کہ اس کی بیعت توڑ دیں جو حضرات حقیقتاً مرشد اور رہنما ہیں شریعت پر چلنا اور چلانا ان کی زندگی کا مقصد ہوتا ہے حدیث شریف کی کتابوں میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر اور علمائے حق سے پوچھ پوچھ کر حضور اقدسؐ کے طریقہ زندگی کو معلوم کرتے ہیں اور سو جان سے ان طریقوں پر نثار ہوتے ہیں جو پیر قرآن و حدیث کی ہدایات پہ عمل نہ کرتا ہو وہ خود صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ہے وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس سے بیعت کی جائے ۔

میرے دوستو ! میں نے اپنی علمی بساط اور محدود مطالعہ کے مطابق پردہ کی اہمیت آپ پر واضح کرنے کی کوشش کی ہے عمل کرنا میری اور آپ سب کی ذمہ داری ہے اگر ہم اس پر عمل کریں گے تو اللہ راضی ہوگا قیامت کے دن حضورؐ کو منہ دکھانے کے قابل ہو سکیں گے ' ایمان کی حفاظت ہوگی حیا کے تقاضے پورے ہونگے خاندانی نظام محفوظ رہے گا ازدواجی زندگی سکون سے گزرے گی ' سوسائٹی میں بدنامی سے محفوظ

رہیں گے اور اس گئے گزرے دور میں اس مٹے ہوئے اسلامی فرض کو زندہ کرنے سے انشاء اللہ اللہ کا قرب حاصل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس فرض کو زندہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

وما علینا الا البلاغ

حوالہ جات پردہ

(۱) سورۃ الاحزاب
(۲) سورۃ الاحزاب
(۳) ابو داؤد شریف
(۴) بخاری و مسلم
(۵) ترمذی
(۶) مسند احمد ترمذی ابو داؤد
(۷) پردہ نسواں
(۸) پردہ نسواں
(۹) سورۃ حجرات
(۱۰) سورۃ [illegible]
(۱۱) سورۃ الاحزاب
(۱۲) سورۃ نور
(۱۳) [illegible]
(۱۴) بخاری شریف
(۱۵) ابو داؤد شریف
(۱۶) بخاری و مسلم
(۱۷) ترمذی شریف
(۱۸) مسند احمد، ترمذی، ابو داؤد شریف
(۱۹) بخاری شریف
(۲۰) مسند احمد
(۲۱) ابو داؤد شریف
(۲۲) بیہقی فی شعب الایمان
(۲۳) بخاری شریف
(۲۴) ترمذی شریف
(۲۵) مسلمان خواتین کی بہادری
(۲۶) مسلمان خواتین کی بہادری
(۲۷) مسلمان خواتین کی بہادری
(۲۸) [illegible]
(۲۹) [illegible]
(۳۰) ابو داؤد

تربیت اولاد

ماہا باید تا یک پنبہ دانہ بعد کشت
گردد شاہدے ردا یا شہیدے را کفن
قرنہا باید تا یک سنگ خار ز آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن
سالہا باید تا یک کودکے از درس علم
عالمے گردد نکو یا شاعر شیریں سخن

اس حدیث کو میرا یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی چیز کی ابتداء تو بسا اوقات بہت معمولی اور معصوم ہوتی ہے لیکن وہ آگے چل کر بہت بڑی بن جاتی ہے' قطرے جمع ہو جائیں تو دریا بن جاتا ہے۔ ذرے مل جائیں تو پہاڑ بن جاتا ہے' پودے پر محنت کی جاتی ہے تو شاندار باغ بن جاتا ہے بچوں کی نگہداشت کی جاتی ہے تو وہ پھول بن کر گلشن کو معطر کر دیتے ہیں' موتی پروئے جاتے ہیں تو حسینوں کے گلے کا ہار تیار ہو جاتا ہے مجاہدین کو منظم کیا جائے تو وہ "بنیان مرصوص" بن جاتے ہیں' افراد پر محنت کی جاتی ہے تو وہ محدث بنتے ہیں' مفسر بنتے ہیں' مجاہد بنتے ہیں زمانے کے امام اور پیشوا بنتے ہیں' زاہد اور پارسا بنتے ہیں اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ چنگاری کو بجھایا نہ جائے تو وہ شعلہ بن کر خرمن کو بھسم کر دیتی ہے' خود رو جھاڑیوں کو کاٹا نہ جائے تو جھاڑ جھنکار کا ایک خوفناک جنگل تیار ہو جاتا ہے دریا سے رسنے والے پانی کو بند نہ کیا جائے تو وہ سیلاب بلا بن جاتا ہے' سوسائٹی میں پائی جانے والی غلاظتوں کا سدباب نہ کیا جائے تو عذاب خدا بن جاتا ہے' بچوں کی صحیح تربیت نہ کی جائے تو وہ ڈاکو' چور لٹیرے بن جاتے ہیں' بھکاری اور چور بن جاتے ہیں' قاتل اور غارت گر بن جاتے ہیں۔

تربیت اولاد

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَرَسُوْلِنَا الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا (۱) اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور آپ بھی اس پر قائم رہیں۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا (۲) اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ (۳) اللہ وصیت کرتا ہے تم کو تمہاری اولاد کے بارے

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ (۴) اور اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ
مرد اپنے گھر کا رکھوالا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی رکھوالی ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ (۵)

لَاَنْ یُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ یَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ (۶) انسان کا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ (۷) کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بہتر عطیہ اور تحفہ نہیں دیا

عَلِّمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَاَهْلِیْکُمُ الْخَیْرَ وَاَدِّبُوْهُمْ (۸) اپنی اولاد اور گھر والوں کو خیر سکھاؤ

اور انھیں باادب بناؤ

گرامی قدر حاضرین ! اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں اگر ہم اس کی نعمتیں شمار کرنا چاہیں تو شمار بھی نہیں کرسکتے یہ زندگی اس کی نعمت ہے، سورج چاند اور ستارے اس کی نعمت ہیں ۔ نباتات اور جمادات اس کی نعمت ہیں پھل اور پھول اس کی نعمت ہیں گرمی اور سردی اس کی نعمت ہیں ہاتھ پاؤں اور تمام اعضاء اس کی نعمت ہیں گویائی اور شنوائی کی صلاحیت اس کی نعمت ہے ایمان اس کی نعمت ہے قرآن اس کی نعمت ہے کعبہ اس کی نعمت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ؐ کا روضہ اس کی نعمت ہے غرضیکہ ہم پر اس کے احسانات اور اس کی نعمتیں لا تعد و لا تحصی ہیں۔

اس کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت اولاد بھی ہے اولاد کو نور چشم بھی کہتے ہیں لخت جگر بھی کہتے ہیں رونق خانہ بھی کہا جاتا ہے بڑھاپے کی لاٹھی کا نام بھی دیا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اولاد اگر واقعی اولاد ہو تو وہ آنکھوں کا نور بھی ہوتی ہے دل کا سرور بھی ہوتی ہے جگر کا ٹکڑا بھی ہوتی ہے اس کے وجود سے گھر کی ویرانیاں ختم ہوجاتی ہیں اس کی جوانی والدین کے بڑھاپے کی لاٹھی ہوتی ہے ۔

اولاد وہ نعمت ہے جس کی خواہش ہرشادی شدہ جوڑے کو ہوتی ہے اولاد کی قدر ان سے پوچھئے جو اس سے محروم ہیں لاولد حضرات کی بے بسی اور بے کسی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اگر شادی کے بعد چند سال تک بچہ پیدا نہ ہو تو وہ باؤلے سے ہوجاتے ہیں وہ بچے کے لئے ہر جتن کرتے ہیں خود دعائیں کرتے ہیں دوسروں سے دعائیں کراتے ہیں نذریں مانتے ہیں تعویذات کراتے ہیں ہمارے ہاں مشہور ضرب المثل ہے "مرتا کیا نہ کرتا" تو بے اولاد حضرات بھی اس ضرب المثل کے مطابق

سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں اور اگر یہ جاہل پیروں اور تعویذ فروشوں کے ہتھے چڑھ جائیں تو وہ ان کی جیب بھی خالی کردیتے ہیں اور بعض اوقات تو ایمان سے بھی خالی کردیتے ہیں۔

ایمان سے یوں خالی کرتے ہیں کہ وہ ان کو ایسے ایسے عملیات بتاتے ہیں جو سراسر کفریہ ہوتے ہیں کسی کو بتادیا کہ بچہ تب پیدا ہوگا جب تم رات کے اندھیرے میں قرآن پر کھڑے ہوکر غسل کروگے، کسی کو کہہ دیا تمہاری گود تب ہری ہوگی جب تم کسی کے بچے کو قتل کرکے اس کا لاشہ فلاں جنگل میں دفن کروگے کسی کو کہہ دیا تمہارے آنگن میں تب پھول کھلے گا جب تم فلاں مزار کو سجدہ کروگے کسی کو بتادیا کہ تمہارے گھر میں بچے کی کلکاریوں کی آواز تب آئے گی جب تم کالے مرغ کے خون سے تعویذ لکھوا کر پہنو گے جب کہ اولاً تو خون سے تعویذ لکھنا ہی حرام ہے پھر اس خون کو جیب میں رکھنا یا گلے میں لٹکانا یہ بھی حرام ہے۔

یہ پیر بڑے دھڑلے سے اولاد دینے یا دلانے کا وعدہ کرتے ہیں ان کا مشہور مقولہ ہے ''دے دے ککڑتے لے لے پتر'' (مرغ دے دو اور بیٹا لے لو) مگر یہ تو سستے زمانے میں ہوتا ہوگا آج کل تو ان بدبختوں کی فیسیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں یہ ..زن پیر ہیں ان کو نماز روزے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ان سے اگر نماز کے لئے کہا جائے تو کہتے ہیں کہ ہم دل میں پڑھتے ہیں اور یہ اپنے ان پڑھ مریدوں کیساتھ ایسے ایسے فریب کرتے ہیں کہ بس خدا کی پناہ۔

بیٹا نہ بیٹی

وہ ایک ایسے ہی فریبی اور دغا باز پیر کا واقعہ ہے (بلکہ سنا ہے کہ کئی فراڈیئے یہ یہ استعمال کرتے ہیں) کہ ان کے پاس جب بھی کوئی لاولد شخص آتا اور وہ دعا اور

تعویذ کا طلب گار ہوتا تو پیر صاحب اسے تعویذ دے دیتے اور اگر وہ پوچھتا حضرت ہمارے ہاں کیا ہوگا تو وہ گول مول انداز میں کہہ دیتے " بیٹا نہ بیٹی " اب اگر تو کچھ بھی پیدا نہ ہوتا تو آنجناب " نہ " کو دونوں کے ساتھ ملا کر کہہ دیتے " کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ بیٹا ہوگا نہ بیٹی ہوگی اولاد تو تمہاری قسمت ہی میں نہیں " اور اگر بیٹا پیدا ہوجاتا تو وہ اپنی بے تحاشا بڑھی ہوئی توند پر اپنا بابرکت ہاتھ پھیر کر کہتے " کیا سمجھ رکھا ہے تم نے "اللہ والوں کو ہم نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ بیٹا ہوگا نہ کہ بیٹی لاؤ پیش کرو نذرانہ ورنہ بچے پر ہوائی مخلوق کا اثر ہو سکتا ہے اور اس بیٹے کا نام رکھو پیراں دتہ اور اگر بیٹی پیدا ہوجاتی تو وہ چہرے پر مکاری کی نحوست سجاتے ہوئے بڑے فاخرانہ انداز میں کہتے " ہمیں کیا بتانے آئے ہو ہمیں اس کا پہلے سے علم تھا تم نے ہماری بشارت پر غور نہیں کیا تھا ہم نے کہا تھا بیٹا نہ ہوگا بلکہ بیٹی ہوگی "

تو بعض بیچارے جاہل لوگ ایسے ایسے کاروباری اور مکار پیروں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں اور مال اور ایمان دونوں ہاتھ سے گنوا بیٹھتے ہیں اصل میں شادی کے ابتدائی ایام جب گزر جاتے ہیں اور ازدواجی خمار جب اتر جاتا ہے تو تقریباً ہر شوہر کو شدت سے خواہش ہوتی ہے باپ بننے کی اور ہر بیوی کو آرزو ہوتی ہے ماں بننے کی۔

ازدواجی خمار پر مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک بہت پیارا مکالمہ یاد آرہا ہے جو اگرچہ میرے موضوع سے تو متعلق نہیں ہے لیکن ازدواجی خمار والی بات اس میں بہت اچھی طرح آگئی ہے۔

حضرت علیؓ سے مکالمہ

حضرت علیؓ سے کسی نے سوال کیا ماذا النکاح (نکاح اور شادی کی حقیقت کیا ہے) **قال سرور شھر** (فرمایا ایک مہینے کی خوشی) **قال ثم ماذا** (سائل نے کہا پھر کیا

ہوتا ہے) **قال** لزوم مھر (فرمایا مہر لازم ہوجاتا ہے) **قال ثم ماذا** (پوچھا پھر کیا ہوتا ہے) **قال** غموم دھر (زندگی بھر غم لازم ہوجاتا ہے) **قال ثم ماذا** (پوچھا پھر کیا ہوتا ہے) **قال** کسور ظھر (فرمایا کمر ٹوٹ جاتی ہے)۔

غرضیکہ نکاح سے صرف عیاشی ہی مقصود نہیں ہوتی بلکہ توالدوتناسل بھی مقصود ہوتا ہے اسی لئے تو اللہ کے رسول نے بچے جننے والی عورت سے شادی کرنے کی ترغیب دی ہے۔

ابو داؤد اور نسائی میں ہے کہ ایک صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے ایک ایسی عورت سے محبت ہے جو حسب نسب والی ہے عزت مرتبہ والی ہے مال و دولت والی ہے لیکن اس میں ایک خامی ہے وہ یہ کہ وہ بانجھ ہے بچے جننے کے قابل نہیں تو کیا میں اس عورت سے شادی کرلوں تو آپ ؐ نے منع فرمادیا وہ دوبارہ آئے اور یہی سوال کیا آپ ؐ نے پھر منع فرمایا وہ تیسری مرتبہ آئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تَزَوَّجُوا الوَدُودَ الوَلُودَ فَاِنِّی مُکَاثِرٌ بِکُمُ الاُمَمَ (۹)

تم لوگ ایسی عورت سے شادی کرو جو بہت بچے جننے والی اور بہت محبت کرنے والی ہو اس لئے کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

قرآن حکیم میں بچوں کو اس عالم رنگ و بو کا حسن اور خوبصورتی قرار دیا گیا ہے فرمایا۔

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مال اور بیٹے دنیا کی زندگی میں رونق ہیں

اللہ کے مقبول بندوں انبیاء اولیاء ' اتقیاء اور صلحاء کی محبوب دعا یہ ہے

رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (۱۱)

اے ہمارے رب ہم کو ہماری عورتوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے
اور ہم کو پرہیز گاروں کا پیشوا بنادے۔

یہ اولاد جو کہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے جس سے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے جس پر انسان فخر کرتا ہے جس کی خواہشات اور ضروریات پوری کرنے کے لئے وہ اپنا خون پسینہ بہاتا ہے بعض اوقات رحمت کے بجائے زحمت بن جاتی ہے والدین کی شاہراہ حیات پر پھولوں کے بجائے کانٹے بکھیر دیتی ہے میاں بیوی رو رو کر اولاد کے لئے دعا کرتے ہیں اور خاص طور پر بیٹوں کے لئے تو بہت زیادہ دعائیں کی جاتی ہیں اور طرح طرح کے جتن کئے جاتے ہیں حالانکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے وہ جسے چاہے بیٹا دے اور جسے چاہے بیٹی دے کوئی اس پر جبر نہیں کر سکتا۔

يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا (۱۴)

(بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے یا ان کو جوڑے دے دیتا ہے بیٹے اور بیٹیاں اور جس کو چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے) اولاد دینا یا نہ دینا بیٹے دینا یا بیٹیاں دینا یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے وہ بانجھ رکھتا ہے تو اس میں بھی کوئی حکمت ہوگی وہ بیٹیاں دیتا ہے تو اس میں بھی کوئی حکمت ہوگی وہ بیٹے دیتا ہے تو اس میں بھی کوئی حکمت ہوگی وہ بیٹے اور بیٹیاں دونوں دیتا ہے تو اس میں بھی کوئی حکمت ہوگی اس لئے اس آیت کے آخر میں فرمایا۔

اِنَّهٗ عَلِيمٌ قَدِيرٌ بے شک وہی جانتا ہے اور قدرت بھی رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کسے بیٹا دیتا ہے اور کسے بیٹی دیتی ہے اور کسے بانجھ رکھنا ہے۔

کم علم انسان

انسان کو چونکہ بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے اس لئے جب وہ اللہ تعالیٰ کے کاموں

کی حکمت نہیں سمجھتا تو شکوے کرنے لگتا ہے اعتراض کرنے لگتا ہے بغاوت پر اتر آتا ہے حالانکہ بیچارے کم علم انسان کو کیا معلوم کہ اس کے حق میں بیٹی بہتر ہے یا بیٹا ممکن ہے کہ جس بیٹے کے لئے وہ اتنے اصرار اور تسلسل کے ساتھ دعائیں کررہا ہے وہ اس کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کا کنعان بن جائے جس بیٹے کے بارے میں وہ آس لگائے بیٹھا ہے کہ وہ میرے بڑھاپے کا سہارا بنے گا ہوسکتا ہے کہ وہ بڑا ہوکر اپنے باپ کے دوسرے سہارے بھی چھین لے ۔ ایک گنوار کا مشہور واقعہ ہے کہ اس نے اپنے ہاں کے سرداروں کو بڑی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ گھوڑوں پر سوار دیکھا تو اسے بھی گھڑ سواری کا شوق ہوا بیچارا غریب آدمی تھا اتنی سکت تو نہیں تھی کہ گھوڑا خرید سکتا چنانچہ دن رات اللہ سے دعائیں کرنے لگا کہ اللہ میاں ایک گھوڑا دے دے بس اور کچھ نہیں مانگتا ایک عدد گھوڑا عنایت فرماوے ہر وقت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھے یہی دعا کرتا رہتا کہ اللہ میاں گھوڑا دے دے اتفاق سے ایک دن وہ کسی کام سے جنگل میں گیا رات کا وقت تھا وہاں سے شہر کے کوتوال کا گزر ہوا اس کی گھوڑی نے جو کہ گابھن تھی وہیں جنگل میں بچے کو جنم دے دیا گھوڑی کے بچے کے لئے چلنا پھرنا مشکل ہورہا تھا

کوتوال نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی تو اسے یہ گنوار نظر آیا جو کہ حسب معمول گھوڑا دے دے گھوڑا دے دے کا ورد کررہا تھا کوتوال نے ایک چپت رسید کی اور کہا اس بچے کو گردن پر اٹھاؤ اور شہر تک پہنچاؤ مرتا کیا نہ کرتا کوتوال کا حکم ٹالنا ناممکن تھا چاروناچار گھوڑی کے اس نومولود بچے کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور شہر کی طرف چل پڑا چلتا جاتا تھا اور زبان سے اپنی جہالت کی وجہ سے کہتا جاتا تھا " اللہ میاں تو دعا سنتا تو ہے مگر سمجھتا نہیں ہے میں نے گھوڑا مانگا تھا کہ اس پر سوار ہوں اور تو نے گھوڑا دے دیا تاکہ وہ میرے اوپر سوار ہوجائے ۔

بگڑی ہوئی اولاد

تو دوستو ! کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ والدین جس اولاد سے بڑی بڑی
توقعات لگائے ہوئے ہوتے ہیں وہ ان کی زندگی کو اجیرن بنا دیتی ہے ان کے دن کا سکون
اور رات کی نیند حرام کردیتی ہے یہاں تک کہ بعض اوقات والدین تنگ آکر کہہ دیتے
ہیں اے کاش تو نے جنم ہی نہ لیا ہوتا اور کبھی تو وہ ایسے دلبرداشتہ ہوتے ہیں کہ بددعا
کربیٹھتے ہیں کہ " اللہ تمہیں اٹھالے تم پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہو " لیکن بددعا
کرنے سے پہلے کبھی والدین نے یہ سوچنے کی بھی زحمت گوارا کی کہ اولاد کا بگاڑ کہیں
ہماری غلط تربیت کا نتیجہ تو نہیں اگر تم نے اولاد کی صحیح تربیت کی ہوتی تو تمہیں یہ روز
بد دیکھنا نہ پڑتا تم تو ان کا لاڈ پیار اور نخرے دیکھتے رہے تم تو بس یہی سمجھتے رہے کہ
ابھی تو بچے ہیں ابھی تو ان کے کھیلنے کودنے کا وقت ہے تم تو ان کو گالیوں پر شاباش
دیتے رہے تم تو مہمانوں کے سامنے ان سے ڈانس کرواتے رہے یہ ماں جو آج اپنی
بگڑی ہوئی اولاد سے پریشان ہے اس وقت کتنے فخر سے سینہ پھلا کر کہتی تھی " اے
ہے دیکھو ماشاء اللہ میری بچی صرف سات برس کی ہے مگر کتنی مہارت سے ڈسکو ڈانس
کرتی ہے اور منے کو دیکھو ابھی چھ برس کا ہے مگر فلاں فلاں گانا اس کو پورا یاد ہے "
یاد رکھو ! تم اپنی ہی بوئی ہوئی فصل کو کاٹ رہے ہو اگر تم ببولوں کے بیج بوکر گل ولالہ
کے اگنے کی توقع رکھتے ہو تو یہ نری حماقت اور سراسر نادانی ہے ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک صاحب اپنے بیٹے کی نافرمانی
کی شکایت لے کر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لڑکے کو بلاکر تنبیہہ کی اور
والدین کے حقوق ادا نہ کرنے پر اسے ڈانٹا تو لڑکے نے کہا : اے امیر المومنین کیا
لڑکے کا والد پر کوئی حق نہیں ہوتا ہے ؟ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں ؟ اس نے کہا اے

امیرالمومنین وہ حق کیا ہے ؟ انہوں نے فرمایا شادی کرتے وقت اولاد کے لئے اچھی ماں کا انتخاب کرے ' بچے کا اچھا نام رکھے اور اسے قرآن کریم کی تعلیم دے ' لڑکے نے کہا : اے امیرالمومنین میرے والد نے تو اس میں سے کوئی بھی حق ادا نہیں کیا اس لئے کہ میری والدہ ایک مجوسی کی باندی ہیں اور میرے والد نے میرا نام جعل (سیاہ فام و بد صورت) رکھا ہے اور انہوں نے مجھے قرآن کریم کی کچھ بھی تعلیم نہیں دی

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے کہا کہ تم تو میرے پاس اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت لے کر آئے تھے تم نے تو اس کے نافرمان ہونے سے پہلے ہی اسے نافرمان بنادیا تھا اور تم نے اس کے ساتھ برا معاملہ کیااس سے پہلے کہ وہ تمہارے ساتھ برا معاملہ کرے

یتیم کون ؟

جب بچپن میں بچے کی تربیت ہی نہیں کی تو جوانی میں اس کی گستاخیوں ' اس کی شرارتوں اور شوخیوں کی شکایتیں کرنا بے معنی ہے امام غزالی نے خوب کہا ہے کہ " اولاد ماں باپ کے پاس ایک امانت کی مانند ہے جس کا دل ایک نفیس موتی کی مانند ہے وہ موم کی طرح نقش پذیر اور ہر قسم کے نقوش سے خالی ہے اس کی مثال پاک زمین جیسی ہے کہ اس میں جو کچھ بوئے گا وہی اگے گا اگر نیکی کا تخم بوئے گا تو لڑکا دارین کی سعادتوں کا حامل ہوگا اور والدین نیز اساتذہ اس کے ثواب میں شریک ہونگے اگر نیکی کا تخم نہ بویا تو لڑکا بدبخت ہوگا اور جو افعال اس سے سرزد ہونگے ان میں والدین اور اساتذہ شریک ہونگے۔ (۱۴)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا (اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ)
دنیا کی آگ کے مقابلے میں آخرت کی آگ بہت سخت ہے اس سے حفاظت بھی اسی نسبت سے زیادہ ہونی چاہئے اس آگ سے یوں بچانا ہوگا کہ اولاد کو مودب بنایا جائے اسے نیک اخلاق کی تعلیم دی جائے اور بری صحبت سے بچایا جائے کہ یہ تمام فساد کی جڑ ہے (کیمیائے سعادت صفحہ ۴۲۱)

جو بچہ صحیح تربیت سے محروم رہتا ہے وہ حقیقتاً یتیم ہوتا ہے "یتیم صرف وہ نہیں ہے جس کے والد کا انتقال ہوجائے بلکہ وہ بچہ بھی یتیم ہے جو کسی دردمند مربی کی تربیت سے محروم رہے۔ عربی زبان کے مشہور شاعر شوقی نے کیا خوب کہا ہے

لَیْسَ الْیَتِیْمُ مَنِ انْتَھٰی اَبَوَاہُ مِنْ
ھَمِّ الْحَیَاۃِ وَ خَلَّفَاہُ ذَلِیْلاً

(وہ بچہ درحقیقت یتیم نہیں جس کے والدین دنیا کے غم سے آزاد ہوکر اسے بے یارومددگار چھوڑ گئے ہوں)

اِنَّ الْیَتِیْمَ ھُوَالَّذِیْ تَلْقٰی لَہٗ
اُمًّا تَخَلَّتْ اَوْ اَبًا مَشْغُوْلاً

(حقیقت میں تو یتیم وہ بچہ ہے جس کو ایسی ماں ملے جو اس سے بے توجہ ہو اور اس کا باپ بھی مشغول ہو)

شریک جرم

تو حقیقی یتیم وہ بچہ ہے جو ماں باپ کی شفقت سے ان کی توجہ سے اور ان کی تربیت سے محروم رہتا ہے یہ بچہ بڑا ہوکر جب جرائم کی دنیا میں قدم رکھتا ہے اور

چوری ، ڈکیتی اور قتل و غارتگری کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے والدین بھی اس صورت میں اس کے جرم میں برابر کے شریک ہونگے جب انہوں نے بچپن میں اسے اسلامی اخلاق نہ سکھائے ہوں اور ان کی تعلیم و تربیت پر کماحقہ توجہ نہ دی ہو وہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک نوجوان قتل کرنے کے جرم میں گرفتار ہوا ، جج نے اسے پھانسی کی سزا سنائی تو اس نے درخواست کی میرے گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈالنے سے پہلے مجھے اپنی والدہ سے ملنے کا موقع دیا جائے والدہ کو لایا گیا تو اس نے کہا کہ میں تمہارے کان میں کچھ ضروری بات کہنا چاہتا ہوں ۔ ماں نے کان قریب کیا تو اس نے ماں کے کان کو کاٹ کھایا ، جج نے کہا کہ یہ تم نے کیا ظلم کیا ، تمہیں اپنی والدہ کا کان کاٹتے ہوئے شرم نہیں آئی ، مجرم نے جواب دیا فی الوقت میں اسے یہی سزا دے سکتا ہوں اگر موقع ہوتا تو شاید میں اسے اس سے بھی بڑی سزا دیتا یہ وہ عورت ہے جس نے مجھے جن تو لیا لیکن میری تعلیم و تربیت کی طرف کوئی توجہ نہ دی بلکہ یہ میرے چھوٹے موٹے جرائم پر میری حوصلہ افزائی کرتی رہی ، میں لوگوں سے جھگڑتا تھا تو یہ میری پیٹھ ٹھونکتی تھی مجھے شاباش دیتی تھی اگر یہ ابتداء ہی میں مجھے روکتی ٹوکتی اور سمجھاتی رہتی تو آج میرے ہاتھوں قتل ناحق نہ ہوتا ، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بے شمار مجرم ایسے ہیں جو ابتداء میں ننھے منے جرائم کرتے ہیں اور پھر ہوتے ہوتے سینئر قسم کے مجرم بن جاتے ہیں اور بلا خوف و خطر بڑے بڑے جرائم کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں

ایک حدیث کا مفہوم

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "" اللہ تعالٰی کی لعنت ہو چور پر کہ انڈا چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے

اور رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے (۱۱)

چونکہ شرعی قانون کی رو سے صرف انڈا یا رسی چوری کرنے پر کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا جا سکتا بلکہ احناف کے نزدیک چور کا ہاتھ کاٹنے کے لئے ضروری ہے کہ جس چیز کی چوری کی گئی ہے وہ کم از کم دس درہم کی مالیت رکھتی ہو اور ہر کسی کو معلوم ہو کہ انڈے اور رسی کی قیمت دس درہم کے برابر نہیں ہو سکتی اسلئے علماء کرام اور محدثین عظام نے اس حدیث کے مختلف مطالب بیان کئے ہیں بعض نے تو کہا کہ اس حدیث میں "بیضہ" سے مراد انڈا نہیں ہے بلکہ اس کا معنی خود ہے جو کہ مجاہدین میدان جنگ میں سر پر پہنتے ہیں اور رسی سے مراد وہ رسی ہے جس سے جہازوں کے لنگر باندھے جاتے ہیں اور ان دونوں چیزوں کی قیمت دس درہم کے برابر ہو جاتی ہے لیکن اس حدیث کا زیادہ واضح مفہوم جس میں کسی قسم کی تاویل کی بھی ضرورت نہیں پڑتی ہے یہ ہے کہ اس چور نے اپنی چوریوں کا آغاز انڈے اور رسی جیسی بے وقعت چیزوں کے اڑانے سے کیا تھا اور پھر وہ بڑی بڑی چیزیں چوری کرنے لگا یہاں تک کہ ہاتھ کٹنے تک نوبت پہنچ گئی

اس حدیث کو میرا یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی چیز کی ابتداء تو بسا اوقات بہت معمولی اور معصوم ہوتی ہے لیکن وہ آگے چل کر بہت بڑی بن جاتی ہے

قطروں کو جمع کیا جاتا ہے تو دریا بن جاتا ہے'

ذرے مل جاتے ہیں تو پربت بن جاتا ہے'

سوت پر محنت کی جاتی ہے تو شاہانہ لباس بن جاتا ہے'

بیجوں کی نگہداشت کی جاتی ہے تو وہ پھول بن کر گلشن کو معطر کر دیتے ہیں'

موتی پروئے جاتے ہیں تو حسینوں کے گلے کی مالا تیار ہو جاتی ہے'

ستارے مجتمع ہو جائیں تو کہکشاں بن جاتی ہے،
مجاہدین کو منظم کیا جائے تو وہ "بنیان مرصوص" بن جاتے ہیں،
افراد پر محنت کی جاتی ہے تو وہ محدث بنتے ہیں مفسر بنتے ہیں، مجاہد بنتے ہیں زمانے کے امام اور پیشوا بنتے ہیں زاہد اور پارسا بنتے ہیں
اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ چنگاری کو نہ بجھایا جائے تو وہ شعلہ بن کر خرمن کو بھسم کر دیتی ہے،
خود رو جھاڑیوں کو نہ کاٹا جائے تو جھاڑ جھنکار کا ایک خوفناک جنگل تیار ہو جاتا ہے،
دریا سے رسنے والے پانی کو بند نہ کیا جائے تو وہ سیلاب بلا بن جاتا ہے،
سوسائٹی میں پائی جانے والی غلاظتوں کا سد باب نہ کیا جائے تو عذاب خدا بن جاتا ہے،
بچوں کی تربیت نہ کی جائے تو وہ ڈاکو اور لٹیرے بن جاتے ہیں، ہیروئنچی اور چرسی بن جاتے ہیں قاتل اور غارت گر بن جاتے ہیں

جو والدین بچپن ہی سے بچوں کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کا نام بٹھا دیتے ہیں اور ان کی تربیت پر پوری توجہ دیتے ہیں تو ان کے بچے اکثر و بیشتر بڑے ہو کر صراط مستقیم پر جمے رہتے ہیں۔ تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں

حضرت سہیل تستریؒ

حضرت سہیل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تین برس کا تھا میرے ماموں محمد بن سوار رحمہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھتے تو میں انہیں دیکھتا۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ بیٹا جس رب نے تجھے پیدا کیا ہے اسے یاد نہیں کرو گے ؟ میں نے پوچھا ماموں کیسے یاد کروں ؟ تو آپ نے فرمایا کہ رات کو بستر پر کروٹ بدلنے کے وقت زبان ہلائے بغیر صرف اپنے دل میں تین دفعہ یوں کہا کرو کہ :۔

...تھی "اَللّٰہُ نَاظِرٌ اِلَیَّ" "اَللّٰہُ شَاہِدِیْ" (اللہ میرے ساتھ ہے' اللہ مجھے دیکھ رہا ہے
اللہ میرے سامنے ہے)

میں نے چند راتوں تک یوں ہی کیا پھر انھیں اس کی اطلاع دی تو فرمایا اب ہر
رات میں سات دفعہ یوں ہی کہا کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا جس کے نتیجے میں مجھے اپنے
... میں اس کی لذت و حلاوت محسوس ہونے لگی پھر جب اس پر عمل کرتے ... ے
ایک سال گزر گیا تو فرمایا جو ذکر میں نے تمھیں سکھایا ہے اسے خوب یاد رکھو اور مرتے
دم تک اس پر قائم رہو یہ تم کو دنیا و آخرت میں نفع کا ذریعہ ہوگا میں چند برسوں تک
ایسے ہی کرتا رہا' یہاں تک کہ میں اس کی لذت اپنے باطن کی گہرائیوں میں محسوس
کرنے لگا

پھر ایک دن فرمایا کہ اے سہیل! اللہ جس کے ساتھ ہو' جس کو دیکھتا ہو' جس کے
سامنے ہو کیا وہ شخص اللہ کی نافرمانی کرسکتا ہے؟ خبردار! کبھی خدا کی معصیت و نافرمانی
نہ کرنا چنانچہ میں تنہا رہنے لگا۔ (۱۷)

یہی حضرت سہیل تستریؒ تھے جو اپنے ماموں کی توجہ اور تربیت کے نتیجے میں
زہد و تقویٰ اور علم و فضل کی زریں مسند پر فائز ہوئے' مسلسل روزے رکھتے اور
ساری ساری رات قیام کرتے' امام احمد رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ
مجھے اس امر کا ثبوت نہیں ملا کہ انہوں نے اپنے وصال تک کبھی سالن استعمال کیا ہو
... نیک بخت ماموں نے اپنے بھانجے کے دل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے'
... کے حاضر ناظر ہونے کا جو عقیدہ اور تصور ان کے دل میں بٹھایا تھا اس نے ان کی
... اور ... کی بنیادوں کا کام کیا اور پھر اس پر اطاعت و عبادت' اصلاح و ارشاد
... اور ... کی بہترین اور قابل رشک عمارت تعمیر ہوگئی

بابا فریدؒ

بچپن میں ہم غالباً حضرت بابا فرید رحمہ اللہ کے بارے میں یہ واقعہ سنا کرتے تھے کہ ان کی والدہ نے انہیں نماز کی عادت ڈالنے کے لئے کہا کہ بیٹا اگر تم نماز پڑھو گے تو تمہیں شکر ملے گی پھر وہ یوں کرتیں کہ شکر کی پڑیا چھپا کر ان کے مصلے کے نیچے رکھ دیتیں یہ نماز سے فارغ ہو کر مصلی اٹھاتے تو اس کے نیچے سے شکر کی پڑیا برآمد ہوتی ' ایک دن ان کی والدہ کو اتفاق سے سفر پیش آگیا اب فکر دامن گیر ہوئی کہ آج بچے کو شکر کی پڑیا نہ ملی تو اس کا اعتماد اٹھ جائے گا اسلئے اللہ سے دعا کی کہ تو ہی میری بات کی لاج رکھ لینا۔ سفر سے واپس آئیں تو بیٹے سے پوچھا شکر کی پڑیا ملی تھی ؟ بیٹے نے جواب دیا جی اماں جی شکر کی پڑیا تو ملی تھی مگر اس کا ذائقہ تو کچھ اور ہی تھا ایسی شکر تو میں نے کبھی چکھی ہی نہیں تھی اس واقعہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ مائیں بچوں کی تربیت کے لئے کیا کچھ جتن نہیں کرتی تھیں

حضرت شیخ الحدیثؒ کے والد

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی آپ بیتی میں ہے کہ "میری دادی صاحبہ نور اللہ مرقدہا حافظ تھیں اور بہت اچھا یاد تھا ' سال بھر کا معمول خانگی مشاغل ' کھانے پکانے کے علاوہ ایک منزل روزانہ کا تھا اور رمضان المبارک میں چالیس پارے روزانہ ' چونکہ شیخ الحدیثؒ کی دادی اپنے بیٹے اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے والد مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کو دودھ پلاتے وقت قرآن بھی پڑھتی رہتی تھیں اسلئے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دودھ پینے کے زمانے میں پاؤ پارہ یاد کر چکے تھے اور سات برس کی عمر میں انہوں نے پورا قرآن شریف حفظ کرلیا تھا۔ (۱۸)

میرے دوستو جب مائیں وہ تھیں جو زمانہ حمل میں اور مدت رضاعت میں قرآن کی تلاوت کرنے والی تھیں تو ان کی گود میں پرورش پانے والے بچوں کی توتلی زبان پر

بھی قرآن حکیم کی مقدس آیتیں اور سورتیں جاری ہوجاتی تھیں آج مائیں وہ ہیں جو
ڈے سنتے ہوئے بلکہ گنگناتے ہوئے دودھ پلاتی ہیں اور ڈسکو ڈانس کے سائے میں
بچوں کی پرورش کرتی ہیں تو بچوں کی توتلی زبان پر بھی فحش گانوں کے بول ہوتے ہیں
اور وہ چھوٹی سی عمر میں فلموں کے ڈائیلاگ بولنا شروع کردیتے ہیں

اولاد کے حقوق

آپ نے دیکھا جن لوگوں نے اولاد کی صحیح تربیت کی ان کی اولاد علم و عمل کے
اعتبار سے عظمت و رفعت کے اعتبار سے اور سیرت و کردار کے اعتبار سے ایسی
بلندیوں تک پہنچ گئی کہ آج دنیا ان کو رشک کے ساتھ دیکھتی ہے اور یہ جو انہوں نے
اولاد کی تربیت کی تو حقیقت میں یہ ان کی اولاد کا حق تھا ' بہت سے والدین ایسے ہیں
جن کو یہ تو معلوم ہے کہ والدین کے اولاد پر کچھ حقوق ہیں اور اس میں کچھ شک بھی
نہیں کہ واقعی والدین کے اولاد پر بے شمار احسانات بھی ہیں اور حقوق بھی ہیں
ماں اسے حالت حمل میں اٹھائے پھرتی رہی ہے
پھر اس نے بچے کو اس حالت میں جنا کہ موت و زندگی میں بہت کم فاصلہ رہ گیا تھا
مدت رضاعت میں وہ ماماتا کی ماری تکلیف اٹھاکر اسے پالتی پوستی رہی
بچے کے پیشاب سے بستر گیلا ہوجاتا تھا تو وہاں وہ خود سوجاتی اور اسے خشک کپڑے پر
لٹاتی
بچہ رات کو روتا تو والدین کی نیند حرام ہوجاتی
بچہ بیمار ہوجاتا تو اس کی تکلیف والدین محسوس کرتے
والدین اس کی ہر ضد اور ہر خواہش پوری کرنے کے لئے اپنی آرزوؤں کا خون کرتے
رہے

امیہ بن صلت نے اپنے نافرمان بیٹے کو اپنی پدرانہ شفقتیں یاد دلاتے ہوئے بڑے عجیب انداز میں کہا تھا

کانی انا المطروق دونک بالذی (جب تم بیمار ہوتے) تو یوں محسوس ہوتا گویا کہ تمہارے بجائے میں ہی بیمار ہوں

طرقت بہ دونی فعینی تہمل اس وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے

تخاف الردی نفسی علیک و انہا میرا دل تمہاری ہلاکت سے خوفزدہ رہتا تھا حالانکہ

لتعلم ان الموت وقت موجل

اسے معلوم ہے کہ موت مقررہ وقت پر ہی آئے گی

جب والدین کی محبتیں، شفقتیں، اور احسانات بے شمار ہیں تو ان کے حقوق اولاد تب ادا کرے گی جب وہ پہلے خود اولاد کے حقوق ادا کریں گے اور اگر انہوں نے بچوں کے حقوق کی کوئی پرواہ نہ کی تو بڑے ہوکر بچے بھی ان کے حقوق کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے

پہلا حق

آپ کی اولاد کا آپ پر پہلا حق یہ ہے کہ ان کے لئے اچھی ماں تلاش کریں اور ماں پر لازم ہے کہ وہ ایسے شوہر سے نکاح کرے جو اس کے بچوں کا اچھا باپ ثابت ہوسکے۔ کتنے ہی ایسے مرد ہیں جو محض حسن پرستی میں مبتلا ہوکر آوارہ عورتوں سے شادی کرلیتے ہیں اور کتنی ہی شریف گھرانوں کی عورتیں ہوتی ہیں جو محض جذبات میں آکر بدکردار مردوں سے شادی رچالیتی ہیں، ایسے مردوں اور ایسی عورتوں کو اپنی غلطی کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب جذبات کا طوفان تھم جاتا ہے اور عملی زندگی سے سامنا پیش آتا ہے،

اگر بچوں کی ماں کوٹھوں پر بیٹھنے والی رنڈی ہو،
محفلوں کی زینت بننے والی رقاصہ ہو،
چند ٹکوں کے بدلے اپنی ناموس بیچنے والی کنجری ہو،
ہر کسی کا دل لبھانے والی طوائف ہو یا بچوں کا باپ بندروں کی طرح ایکٹنگ کرنے والا فلمی ایکٹر ہو،
بے ہنگم آوازیں نکالنے والا گویا ہو،
ناجائز دھندا کرنے والا منشیات فروش ہو،
گناہ کے اڈے چلانے والا دلال ہو، تو آپ کا کیا خیال ہے کہ ان سے جنم لینے والی اولاد عابد و زاہد ہوگی؟ حافظ و عالم ہوگی؟ اس میں شک نہیں کہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ کانٹوں سے پھول اور پتھروں سے پانی پیدا فرمادے وہ اس پر قادر ہے کہ مشرک سے مومن اور مومن سے مشرک کو پیدا فرمادے لیکن عام طور پر بچے کی نفسیات اور اس کے خیالات پر اس کے ماں باپ اور ان کے خاندان کے اثرات ضرور پڑتے ہیں۔
ابن عدیؒ نے اپنی کتاب "کامل" میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ

تَزَوَّجُوْا فِی الْحِجْرِ الصَّالِحِ فَاِنَّ الْعِرْقَ دَسَّاسٌ (۲۰) اچھے خاندان میں شادی کرو اس لئے کہ خاندانی اثرات سرایت کرتے ہیں
ایک دوسری روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا
"تم گندگی کے سبزہ سے بچو۔ صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ گندگی کے سبزہ سے کیا مراد ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ حسین و جمیل عورت جو گندے اور رذیل خاندان میں پیدا ہوئی ہو" (اسلام اور تربیت اولاد صفحہ ۵۲)

اولاد کا دوسرا حق

اولاد کا دوسرا حق یہ ہے کہ ان کے لئے اچھا نام تجویز کیا جائے ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ " تم لوگوں کو قیامت کے دن تمہارے اور تمہارے والدین کے نام سے پکارا جائے گا اس لئے اچھے نام رکھا کرو " (۲۱)

نام انسان کی شخصیت پر دلالت کرتا ہے نام سے انسان کا تعارف ہوتا ہے اس لئے نام ایسا ہونا چاہئے جو اپنے مسمی کے مسلمان ہونے پر ' اللہ کا بندہ ہونے پر ' حضور ؐ کا غلام ہونے پر دلالت کرے ' ایسا گول مول نام نہ رکھیں جس سے پتہ ہی نہ چلے کہ یہ بچہ مسلم ہے یا غیر مسلم اور ایسا نام بھی نہ رکھیں جو بدفالی پر دلالت کرتا ہو حضور اکرم ؐ بدفالی والے نام کو تبدیل کروایا کرتے تھے آپ ؐ نے بنو الزنیہ کو بنو الرشدہ سے بنو مغویہ کو بنو رشدہ سے اور حزن کو سہل سے تبدیل کروایا تھا اس لئے کہ کبھی کبھی نام بھی عجیب اثرات دکھاتا ہے۔

امام مالک رحمتہ اللہ اپنی کتاب " الموطا " میں یحیٰی بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے اس نے جواب دیا جمرۃ (انگارہ) پوچھا کس کے بیٹے ہو ؟ اس نے کہا شہاب (شعلہ) کا ' انہوں نے پوچھا کس سے تعلق ہے ؟ اس نے کہا کہ حرقہ (جلن) سے ' انہوں نے پوچھا کہاں رہتے ہو ؟ اس نے کہا حرۃ النار (آگ کے ٹیلے) پر ' انہوں نے پوچھا کس جگہ ؟ اس نے کہا ذات لظی (بھڑکنے والے ٹیلے) پر ' یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جلدی گھر پہنچو اس لئے کہ تمہارے اہل و عیال آگ میں جل کر ہلاک ہوگئے ہیں اور واقعی ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا۔ (۲۲)

ہمارے ہاں آج کل لوگوں کو یہ شوق ہے کہ ماڈرن نام رکھے جائیں اور یہ نام ایسے ہوتے ہیں کہ کبھی کبھی تو پتہ بھی نہیں چلتا کہ جس کا یہ نام ہے وہ مسٹر ہے یا مس ہے جنس ثالث ہے، مسلم ہے یا غیر مسلم اور بعض لوگوں کی تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ ایسا نام ہو جو پہلے کسی نے نہ رکھا ہو چنانچہ ہم سے پوچھنے کے لئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولوی صاحب کوئی ایسا نام بتائیں جو بالکل انوکھا اور نیا ہو اب ہم انوکھے اور نئے نام کہاں سے لائیں اب یہی ہو سکتا ہے کہ انسانی بچوں کے نام بکھیل، پسو، مچھر، جوں، گیدڑ اور لومڑی رکھ دیے جائیں، آپ میری اس بات پر ہنسیں نہیں کیونکہ آپ کو کئی لوگ ایسے مل جائیں گے جنہوں نے اپنا نام کلب رکھا ہوا ہے جسے اردو میں کتا کہا جاتا ہے لیکن اگر آپ ان کے نام کا اردو میں ترجمہ کر کے بڑے ہی مہذب انداز میں پیار کے ساتھ کہیں "ارے جناب کتا صاحب" تو وہ مرنے مارنے پر تل جائیں گے۔

میرے بزرگو اور دوستو! اس وقت اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ہم اپنے بچوں اور بچیوں کے نام صحابہ اور صحابیات جیسے رکھیں یہ نام کے نام ہوں گے اور دشمنان صحابہ کے خلاف جہاد کا جہاد ہوگا یہ بات بالکل مہمل سی ہے کہ نام میں کیا رکھا ہے؟ نام میں بھی بہت کچھ ہوتا ہے، بس آپ نام رکھتے ہوئے یہ نیت کر لیں کہ اے اللہ میرے بیٹے میں ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ، سعدؓ و سعیدؓ، بلالؓ و خبیبؓ، خبابؓ و معاویہؓ اسامہؓ اور حذیفہؓ۔ فاطمہؓ و عائشہؓ، خدیجہؓ و صفیہؓ، میمونہؓ اور رقیہؓ، عمارہؓ اور حمیراؓ والی صفات پیدا فرما دے۔

تیسرا حق

اولاد کا تیسرا حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ محبت و شفقت پیار اور ایثار کا سلوک

کیا جائے یہ صرف اسلام کی تعلیم نہیں بلکہ دنیا بھر کے مذاہب سوسائٹیاں فلاسفہ اور انسان بچوں کی محبت پر متفق ہیں بلکہ دیکھا تو یہ گیا ہے کہ انسان تو انسان حیوان بھی بچوں سے محبت کرتے ہیں ایسے کئی واقعات ہم نے اخبارات اور رسائل میں پڑھے ہیں کہ اژدھوں اور شیروں جیسی خوفناک مخلوق نے انسانی بچوں کو موت کے منہ میں جانے سے بچالیا جب حیوانات بھی بچوں سے محبت کرتے ہیں تو انسان کیوں نہ کرے وہ تو اشرف المخلوقات ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بچے کائنات کا حسن ہیں دنیا کی رونق ہیں گلشن انسانیت کے مہکتے چہکتے ' لہکتے پھول ہیں ' بچوں کی معصومیت پر ہزاروں کلیوں کا حسن قربان کیا جاسکتا ہے۔ وہ باپ کتنا بدنصیب اور سنگدل ہے جو اپنے بچوں سے محبت نہیں کرتا۔

بچوں کا عالمی دن اور سال مناکر حقوق اطفال کے چیمپئن بننے والے سن لیں کہ مہذب دنیا میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ بچوں کے حقوق پر اسلام نے زور دیا ہے محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے بچوں کے حقوق اجاگر کئے اور عام انسانیت کو سمجھایا بتادیا سکھادیا کہ بچوں سے کیسے محبت کی جاتی ہے۔ ابو داؤد اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَ لَمْ يَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا (۲۳)

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کے حق کو نہ پہچانے

امام بخاری "الادب المفرد" میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ ایک بدو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کیا آپ لوگ بچوں کو چومتے ہیں ہم تو نہیں چومتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

أَوْ أَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ (۲۴)
اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دل سے رحم نکال دے تو میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔

امام بخاری حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علیؓ کو چوما وہاں حضرت اقرع بن حابس تمیمیؓ بیٹھے تھے یہ دیکھ کر کہنے لگے میرے دس بچے ہیں میں نے تو ان میں سے کسی کو بھی پیار نہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب (تعجب سے) دیکھا اور فرمایا
مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ (۲۵) جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا

چوتھا حق

اولاد کا چوتھا حق یہ ہے کہ اس کی پرورش حلال روزی سے کی جائے بلکہ ضروری ہے کہ اسے دودھ پلانے والی عورت بھی حلال کھانے والی ہو خواہ وہ ماں ہو یا انا کیونکہ جو دودھ حرام سے حاصل ہوتا ہے وہ پلید اور ناپاک ہوتا ہے جس بچے کا گوشت پوست اس حرام دودھ سے پیدا ہوگا اس کے مزاج اور اس کی طبیعت میں حرام کے جراثیم سرایت کرجائیں گے یہ بات بارہا مشاہدے اور تجربے میں آئی ہے کہ جو لوگ اپنے بچوں کو حرام روزی کھلاتے ہیں ان کے بچوں میں اس کے اثرات ظاہر ہوکر رہتے ہیں اور جو مائیں حلال پر اکتفا کرنے والی ہوتی ہیں ان کی گود میں پلنے والے بچوں میں ان کی ماؤں کا زہد و تقویٰ ضرور رنگ دکھاتا ہے۔

جیسی ماں

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عدل و انصاف اور مثالی دور حکومت کا تذکرہ ہر مسلمان کی زبان پر ہے ان کی عبادت و انابت اور زہد و قناعت کے واقعات بھی آپ

نے بار ہا سنے ہوں گے لیکن کیا آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ انہوں نے کس عظیم اور عابدہ زاہدہ ماں کا دودھ پیا تھا اور پھر ان کی ماں نے کس نیک اور پارسا ماں کی گود میں پرورش پائی تھی؟ آیئے میں آپ کو بتاتا ہوں۔

حضرت عمر فاروقؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایک مرتبہ اپنے غلام اسلم کے ہمراہ مدینہ منورہ میں شب کو گشت کر رہے تھے ایک مکان سے آواز سنی کہ ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی ہے کہ دودھ میں تھوڑا پانی ملا دے لڑکی نے کہا امیر المومنین نے ابھی تھوڑے دن ہی ہوئے ہیں منادی کرائی ہے کہ دودھ میں پانی ملا کر فروخت نہ کرو عورت نے کہا اب نہ یہاں امیر المومنین ہیں نہ منادی کرنے والا۔ لڑکی نے کہا یہ دیانت کے خلاف ہے کہ روبرو تو اطاعت کی جائے اور غائبانہ خیانت یہ گفتگو سن کر حضرت عمرؓ بہت محظوظ ہوئے لڑکی کی دیانت اور حق گوئی پر خوش ہو کر جو درحقیقت انہی کے حق پرست عہد حکومت کا نتیجہ تھی اپنے بیٹے عاصم کی اس سے شادی کردی اس دیانت دار اور خوف خدا رکھنے والی عورت کے بطن سے جو لڑکی پیدا ہوئی اسے ہی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے نیک بخت اور عابد و زاہد خلیفہ کی والدہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ (۲۶)۔

یہ صرف ایک واقعہ نہیں بلکہ تاریخ ایسے ان گنت واقعات سے بھری پڑی ہے کہ والدین کی حلال یا حرام روزی کا بچوں کے اخلاق اور سیرت و کردار پر کتنا گہرا اثر ہوتا ہے۔

پانچواں حق

اولاد کا پانچواں حق جو تمام حقوق میں سے اہم ترین حق ہے وہ یہ ہے کہ اولاد کی صحیح نہج پر تربیت کی جائے جن والدین کی غفلت یا غلط تربیت کے نتیجے میں بچے بے راہ

روی یا گمراہی کا شکار ہوجاتے ہیں ان کو جان لینا چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کی جسمانی پرورش کررہے ہیں لیکن روحانی طور پر وہ ان کو قتل کررہے ہیں قرآن حکیم میں ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (۲۷) اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو

اگرچہ اس آیت کا تمام مفسرین نے مطلب یہی بیان کیا ہے کہ صرف اس اندیشے سے اولاد کو قتل نہ کرو کہ ان کو کھلائیں گے کہاں سے لیکن جو شخص صرف اس خیال سے اپنی اولاد کو دینی تعلیم نہیں دلاتا کہ یہ بڑے ہوکر اپنا پیٹ کیسے پالیں گے تو کیا اس شخص کو بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اللہ کے بندے! مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کا (روحانی) قتل نہ کر! اسی روحانی قتل کو حضرت اکبر الہ آبادیؒ نے اپنے اس شعر میں بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

حضرت اکبر یہ فرما رہے ہیں کہ انگریزوں کے مرتب کردہ نظام تعلیم کی بدولت کالجوں میں نئی نسل کا روحانی قتل ہورہا ہے اگر فرعون کو قتل کرنے کا یہ طریقہ سوجھ جاتا تو وہ خواہ مخواہ جسمانی قتل نہ کرتا اور دنیا میں بدنام بھی نہ ہوتا اور ان کالجوں میں نئی نسل کا روحانی قتل یوں ہورہا ہے کہ وہاں پڑھنے والوں کی اکثریت اپنے والدین سے اپنی روایات سے اور اخلاق سے بیگانہ ہوجاتی ہے اسی لئے تو حضرت اکبر الہ آبادی کو کہنا پڑا۔

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
جن کو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

ان کالجوں کی کس کس خرابی اور نقص کو بیان کیا جائے وہاں تو آوے کا آوا ہی

خراب ہے۔

خط غلط ، انشاء غلط ، املا غلط

ہست ایں مضمون ز سر تا پا غلط

تربیت کی اہمیت

آپ اپنے بچے کے لئے دن رات محنت کرتے ہیں اسے اچھی غذا دیتے ہیں بہترین لباس مہیا کرتے ہیں اس کے لئے اتا رکھتے ہیں اس کی ہر جائز ناجائز فرمائش پوری کرتے ہیں۔ اسے ملکوں کی سیر کراتے ہیں اگر آپ کے بس میں ہو تو آسمان کے ستارے توڑ کر اس کی گود میں رکھ دیں۔ یہ سب کچھ اپنی جگہ لیکن اگر آپ نے اس کی صحیح تربیت نہیں کی تو آپ نے اس کے لئے کچھ بھی نہیں کیا، کیا آپ نہیں جانتے کہ وہ آپ کی صحیح تربیت کی بدولت اچھا انسان بن سکتا ہے،

مثالی مسلمان بن سکتا ہے،

حافظ قرآن بن سکتا ہے،

خادم اسلام بن سکتا ہے،

بہادر مجاہد بن سکتا ہے،

شب زندہ دار عابد بن سکتا ہے،

قناعت پسند زاہد بن سکتا ہے۔

اور آپ کی غفلت اور بے توجہی سے وہ انسان نما حیوان بن سکتا ہے،

چلتا پھرتا شیطان بن سکتا ہے،

باغی دین و ایمان بن سکتا ہے،

دشمن مال و جان بن سکتا ہے،

ملعون جہان بن سکتا ہے"
غدار پاکستان بن سکتا ہے۔

اسی لئے تو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہے "کسی نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بہتر عطیہ و ہدیہ نہیں دیا" (۳۸)۔

اور فرمایا کہ "انسان کا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا یہ ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے (ترمذی)

وسائل و ذرائع

اولاد کی تربیت کے لئے مختلف وسائل و ذرائع اختیار کئے جاسکتے ہیں جن میں سے چند میں عرض کئے دیتا ہوں۔

(۱) والدین اپنے کردار کو اسلامی سانچے میں ڈھالیں اور اپنی اولاد کے سامنے اچھے انسان بن کر رہیں کیونکہ بچہ سب سے پہلے جن دو شخصیتوں سے متاثر ہوتا ہے وہ اس کے والدین ہیں بچہ ان کی نقالی کرتا ہے اور انہی جیسا بننے کی کوشش کرتا ہے اگر والدین اپنے بچوں کے سامنے گانے سنتے ہیں رقص و سرود کی محفل میں شریک ہوتے ہیں، سگریٹ نوشی کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں فلمیں اور ڈرامے دیکھتے ہیں، اپنے بزرگوں کے ساتھ گستاخانہ پیش آتے ہیں، حرام کمائی پر فخر کرتے ہیں اور اس کے حصول کے راستے تلاش کرتے ہیں بات بات پر طیش میں آتے ہیں اور اول فول بکنے لگتے ہیں نماز روزے کی پابندی نہیں کرتے تو ایسے والدین کو یقین کرلینا چاہئے کہ ان کا بیٹا بھی انہی جیسا بنے گا والدین کی نادانیاں، حماقتیں، شرارتیں اور خباثتیں اس کی زندگی کا حصہ بنیں گی اسے نادان مت سمجھئے وہ آپ کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کررہا ہے اور ایک ایک ادا دیکھ رہا ہے۔

پہلی درسگاہ

جب بچے میں کچھ شعور آجائے اور اس کی توتلی زبان کچھ بولنے کے قابل ہوجائے تو ماں باپ پر لازم ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتیں اس کے معصوم ذہن میں ڈالتے رہیں اور اس کی زبان سے کہلواتے رہیں۔

حضور اکرم ؐ کا فرمان ہے "اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ سکھاؤ" (۲۹)

ماں کی گود بچے کے لئے پہلی درسگاہ ہے بچے کی ابتدائی تربیت کی ذمہ داری ماں پر عائد ہوتی ہے ماں کو چاہئے کہ وہ بچے کے حافظے میں حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے الفاظ راسخ کردے اور اس کا ذہنی رابطہ اسلامی تاریخ کے ساتھ جوڑ دے حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ' ان کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تو آپ نے بارہا سنا ہی ہوگا کہ "اپنی اولاد کو سات سال کا ہونے پر نماز کا حکم کرو اور جب وہ دس سال کے ہوجائیں تو ان کو نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے بستر الگ کردو۔" (۳۰)

ماں کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کو دیو ' بھوت ' پریوں ' جنات ' ٹارزن اور کتے بلیوں کی کہانیوں کے بجائے انبیاء کرام علیہم السلام ' صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اولیاء کرامؒ اور اسلامی تاریخ کے مجاہدوں ' غازیوں اور شہیدوں کے واقعات سنائے۔

انہیں حضرت سمیہؓ کی قربانی کے متعلق بتایئے ' حضرت حمزہؓ کی شہادت کا واقعہ سنایئے ' حضرت بلالؓ کی مظلومیت کا احوال بیان کیجئے ' حضرت علیؓ کی شجاعت اور حضرت عمر فاروقؓ کی عدالت کا تذکرہ کیجئے ' بدر و احد اور خندق و حنین کی تفصیلات

سے انہیں آگاہ کرتے' ان کے سامنے فتح مکہ کا نقشہ پیش کرتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص' فرماتے ہیں کہ " ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور جنگیں اسی طرح یاد کراتے تھے جس طرح انہیں قرآن کریم کی سورتیں یاد کراتے تھے۔ "

ممکن ہے کہ یہ تاریخی واقعات ایک دو بار سننے سے ان کو ذہن نشین نہ ہوں لیکن بار بار دہرانے سے ان واقعات کی کچھ نہ کچھ جزئیات ضرور ان کے ذہنوں میں بیٹھ جائیں گی اور کچھ نہیں تو کم از کم ان عظیم شخصیات کے نام تو ان کو یاد ہو ہی جائیں گے۔

ہمارے لئے انتہائی حیرت کا مقام ہے کہ مسلمان گھرانوں میں پرورش پانے والے بچوں کو فلمی ایکٹروں اور ایکٹرسوں اور گلوکاروں کے نام تو یاد ہیں لیکن انہیں صحابہ اور صحابیات' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات' اسلامی تاریخ کے مجاہدوں' جانبازوں اور ہمارے حقیقی محسنوں کے نام یاد نہیں' چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو فلموں کے ڈائیلاگ ڈراموں کے مکالمے اور پوری پوری کہانیاں ازبر ہیں لیکن اسلامی تاریخ کے اہم ترین واقعات سے انہیں دور کی آشنائی بھی نہیں ہے۔

صحبت صالح

بچے کی تربیت کا تیسرا موثر وسیلہ اور ذریعہ یہ ہے کہ بچے کو صحبت صالح اور نیک ماحول فراہم کیا جائے اور صحبت بد اور گندے ماحول سے اسے حتی الامکان بچایا جائے اس لئے کہ ہر انسان بچہ ہو یا کہ بڑا وہ ماحول سے ضرور متاثر ہوتا ہے بعض اوقات انسان محض ماحول کے زیر اثر ایک کام شروع کرتا ہے لیکن رفتہ رفتہ وہ کام اس کی عادت بن جاتا ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ہر کام پہلے ریا ہوتا ہے پھر عادت ہوتی ہے پھر عبادت ہوجاتی ہے یہ جو حدیث میں بچے کو دس سال کی عمر میں مار کر نماز پڑھانے کا حکم ہے تو مار کر نماز پڑھانا حقیقی نماز نہیں کیونکہ وہ ڈر کے مارے پڑھتا ہے یہاں تک کہ سجدہ کرتے ہوئے بھی ایک آنکھ سے دیکھتا رہے گا جب دیکھا باپ نہیں ہے بھاگ جائے گا لیکن جب اس کی عادت پڑگئی اور ساتھ ساتھ کچھ علم آگیا تو خیال کرے گا کہ یہ بہت ضروری چیز ہے تو یہی چیز عبادت بن جائے گی۔ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

بہر دنیا بہر دین و بہر نام
اللہ اللہ کردہ باید و السلام

ظاہر کا اثر باطن پر

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جو فقہ کے امام ہیں مگر ان کا مذہب مدون نہیں ہوا وہ فرماتے ہیں۔

طَلَبْنَا الْعِلْمَ لِغَيْرِ اللّٰهِ. فَاَبٰى اَنْ يَّكُوْنَ اِلَّا لِلّٰهِ

ہم نے علم غیراللہ کے لئے طلب کیا لیکن علم تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہوکر رہا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ ظاہر کا باطن پر اثر پڑتا ہے مثلاً اگر ایک آدمی عورتوں کا سا لباس پہن لے تو چند دن کے بعد اس کا دل یہ چاہے گا کہ وہ کام بھی عورتوں کی طرح کرے بلکہ تمام حرکات و سکنات عورتوں جیسی کرے اسی طرح اگر کوئی بشکل علماء کا سا لباس پہن لے تو وہ مخلوق کی خاطر بہت سے گناہوں سے بچے گا ایسے ہی اگر کوئی درویشوں کا سا لباس پہن لے تو اس کا اثر بھی قلب پر پڑے گا اگر کفار کا سا لباس پہن لے تو چند دنوں میں دیگر افعال بھی کفار ہی کی طرح کرنے لگے گا۔

اسی طرح حدیث شریف میں ہے

فَاِنْ لَّمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکُوْا یعنی اگر تمہیں رونا نہ آئے تو رونے کی شکل ہی بنالو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ حنین سے واپس آرہے تھے راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ کیا کفار کے بہت سے بچے مسلمانوں کے لشکر کے پاس جمع ہو گئے ان میں حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جب موذن نے اذان کہی تو ان بچوں نے بھی نقل اتارنا شروع کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو پکڑ کر لاؤ سب بچے تو بھاگ گئے مگر حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ ان میں سے کچھ بڑے تھے انہیں بھاگتے ہوئے شرم آئی وہ نہ بھاگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ان کو حاضر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اب اسی طرح نقل اتارو اور کہو اللہ اکبر اللہ اکبر حضرت ابومحذورہؓ نے کہہ دیا پھر آپ نے فرمایا کہ کہو **اشهد ان لا اله الا اللّٰه** ان کو تامل ہوا کیوں کہ اس میں توحید کا اقرار تھا لیکن دبے لفظوں سے کہہ دیا آپ نے پھر فرمایا کہ کہو **اشهد ان لا اله الا اللّٰه** تو حضرت ابو محذورہؓ نے دوبارہ بھی کہہ دیا پھر آپ نے فرمایا کہ کہو **اشهد ان محمد رسول الله**، اس میں حضرت ابومحذورہؓ کو زیادہ تامل ہوا کیونکہ توحید کے تو کسی درجہ میں مشرکین مکہ بھی قائل تھے چنانچہ وہ کہا کرتے تھے لبیک **اللّٰهم لبیک لا شریک لک لبیک الا شریکا هو لک** ۔۔۔ لیکن رسالت کے وہ منکر تھے اور سارا جھگڑا رسالت کے نہ ماننے پر تھا، اس لئے ابومحذورہؓ پہلے تو چپ ہو گئے لیکن پھر دبے لفظوں میں کہا اشہد ان محمد رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ زور سے کہو تو ابو محذورہؓ نے زور سے دوبارہ کہا۔

ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے یہ اذان اسلام کی حالت میں نہیں کہی تھی محض نقالی کی تھی لیکن اس کا اثر دل میں اتر گیا کہنے لگے کہ یا رسول اللہ اب تو میں آپ کا ہوں (۳۲)

اس واقعہ سے وہ بات بھی ثابت ہوگئی جو میں پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ بچے کی زبان سے جو کلمات باربار کہلائے جائیں گے ان کا اثر اس کے دل پر ضرور پڑے گا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صحبت کا کتنا اثر ہوتا ہے۔

حکایت رومیؒ

مولانا رومیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک چرواہے نے جنگل سے شیر کا بچہ پکڑ لیا اور اسے بھیڑوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا وہ اگرچہ شیر کا بچہ تھا لیکن بھیڑوں جیسی بزدل اور ڈرپوک مخلوق کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس میں بھیڑوں والی صفات پیدا ہوگئیں ایک دن چشمے سے سارا ریوڑ پانی پی رہا تھا جب اس بچے نے اپنا عکس پانی میں دیکھا تو اسے احساس ہوا کہ میں تو بھیڑ نہیں ہوں بلکہ میں تو کچھ اور ہوں میری شکل تو شیر سے ملتی جلتی ہے اس احساس کے بعد وہ واقعی شیر بن گیا اور اس نے چیر پھاڑ کرکے اس ریوڑ میں تباہی مچادی (۳۳)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شہزادہ تھا جس نے شروع ہی سے عورتوں میں پرورش پائی تھی اسے مردوں کی صحبت نصیب ہی نہیں ہوئی بلکہ وہ جوانی تک عورتوں ہی میں رہا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی طبیعت اور مزاج نسوانی بن گیا وہ عورتوں ہی کی طرح ہاتھ نچا نچا کر بات کرتا تھا اور ان ہی کی طرح بولتا چالتا اور چلتا پھرتا تھا ایک دن اتفاق سے کہیں سے سانپ نکل آیا سب عورتیں چلانے لگیں کسی مرد کو بلاؤ سانپ نکل آیا ہے وہ شہزادے صاحب بھی کہنے لگے ارے کسی مرد کو بلاؤ سانپ آگیا ہے کسی عورت نے انہیں یاد دلا دیا کہ حضور آپ بھی تو مرد ہیں آپ ہی ہمت کرلیں شہزادہ شرمندہ ہوکر کہنے لگا اوہ ہمیں تو اب یاد آیا کہ ہم بھی مرد ہیں لاؤ لاٹھی لاؤ"۔

تو میرے بزرگو اور دوستو! بھیڑوں اور بکریوں کی صحبت شیروں کو بھی بھیڑ بنا
بنادیتی ہے اور عورتوں کی آمیزش مردوں میں بھی زنانہ صفات پیدا کردیتی ہے اس لئے
آپ اپنے بچوں کو صحبت بد کا شکار نہ ہونے دیں اور یاد رکھیں کہ ٹی وی اور وی سی
آر کی فحش فلمیں بھی صحبت بد ہی ہیں۔

کتابیں

بچے کو پڑھنے کے لئے فحش لٹریچر، عشقیہ ناول اور افسانے، جاسوسی اور دیو مالائی
کہانیوں کی کتابیں مت دیجئے بلکہ اسے دینی کتابوں اور رسائل کی طرف متوجہ کیجئے
آپ ابتداء میں کوئی چھوٹا سا کتابچہ اسے مطالعہ کے لئے دیجئے اور اس کا خلاصہ سنانے
پر اسے معقول انعام دیجئے یوں اس کی حوصلہ افزائی بھی ہوگی اور آگے بڑھنے اور
پڑھنے کا جذبہ بھی اس کے دل میں پیدا ہوگا۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں یہ وصیت کی ہے کہ بچے کو قرآن کریم اور
احادیث نبویہ اور نیک بچوں کے واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دی جائے (۳۴)

ہمارے اسلاف بچوں کے لئے سب سے زیادہ قرآنی تعلیم پر زور دیتے تھے کیونکہ
قرآن سے سینے میں نور پیدا ہوتا ہے دل میں ایمان کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں جنت
دوزخ کا تصور سامنے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے پناہ اجروثواب ملتا ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے

" جس نے قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا اس کو ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی کا ثواب
دس نیکیوں کے برابر ہے الم ایک حرف نہیں بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف
ہے میم ایک حرف ہے " (۳۵)

پورے قرآن مجید میں تین لاکھ تئیس ہزار چھ سو ستر حروف ہیں تو پورے قرآن

مجید کے پڑھنے کا ثواب بتیس لاکھ چھبیس ہزار سات سو نیکیاں ملیں گی۔

امانت میں خیانت

یہ بات اچھی طرح جان لیں کہ اولاد تمہاری اپنی ملکیت نہیں ہے نہ ہی تم اسے اپنی مرضی سے حاصل کرسکتے ہو نہ ہی اپنی مرضی سے اسے زندہ رکھ سکتے ہو، دینا نہ دینا بھی اللہ کی مرضی پر منحصر ہے اور عطیہ الٰہی زندگی دینا بھی اسی کی مشیت پر منحصر ہے کوئی بچپن میں فوت ہوجاتا ہے کوئی جوانی میں اور کوئی بڑھاپے میں کسی نے خوب کہا ہے۔

باغ دنیا میں رہ جاتے ہیں یہ پھول
کچھ کھلے کچھ ادھ کھلے کچھ بن کھلے

یہ اولاد آپ کے پاس ایک خوبصورت اور قیمتی امانت ہے اس امانت میں خیانت نہ کیجئے بلکہ اس کا حق ادا کیجئے اور اس کا حق یہی ہے کہ اس کی صحیح تربیت کیجئے اگر آپ نے اولاد کے ڈر سے یا چند ٹکوں کی خاطر انہیں بگاڑ کے راستے پر لگادیا تو یہ ایک بہت بڑی امانت میں بہت بڑی خیانت ہوگی۔

آپ بڑے شوق سے اپنی اولاد کو ڈاکٹر بنایئے، پروفیسر بنایئے، انجینئر بنایئے، آفیسر بنایئے، پائلٹ بنایئے لیکن اسے سب سے پہلے ایک اچھا انسان اور سچا مسلمان بنایئے اگر آپ نے ایسا کرلیا تو یہ زندگی میں آپ کے لئے کار ثواب ہوگا اور مرنے کے بعد صدقہ جاریہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کے سچے نبیؐ کا ارشاد گرامی ہے۔

فَاِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ

(مسند احمد ۳۷۲)

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے مگر تین چیزوں سے صدقہ جاریہ

یا علم جس سے فائدہ ہو یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

اگر آپ نے اولاد کو غیر مذہب بنا دیا تو کل اس کا ہاتھ آپ کے گریبان تک بھی پہنچ سکتا ہے اور اگر اسے دینی تعلیم نہ دی تو تمہارے مرنے کے بعد تمہارے لئے دعا کرنے والا کوئی نہ ہوگا یہ بچہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے یہ سچی اور اسلامی فطرت لے کر پیدا ہوا ہے اب یہ تم پر منحصر ہے کہ اسے یہودی بناؤ یا عیسائی یا مجوسی۔ یہ میری ذاتی سوچ اور رائے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کے سچے رسول کا سچا فرمان ہے اور میری اور آپ کی بات میں جھوٹ کی آمیزش ہو سکتی ہے لیکن اللہ کے رسول کا فرمان سچ ہی سچ ہے حق ہی حق ہے اس میں جھوٹ اور باطل کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا۔

وما علینا الا البلاغ

حوالجات (تربیت اولاد)

(۱) سورۃ طٰہٰ
(۲) سورۃ التحریم
(۳) سورۃ النساء
(۴) سورۃ بنی اسرائیل
(۵) بخاری و مسلم
(۶) ترمذی
(۷) ترمذی
(۸) مصنف عبدالرزاق
(۹) ابوداؤد ۔ نسائی
(۱۰) سورۃ لقمان
(۱۱) سورۃ الفرقان
(۱۲) سورۃ الشوریٰ
(۱۳) اسلام اور تربیت اولاد
(۱۴) کیمیائے سعادت
(۱۵) سورۃ التحریم
(۱۶) بخاری، مسلم
(۱۷) رسائل امام غزالی
(۱۸) آپ بیتی حضرت شیخ الحدیث
(۱۹) اسلام اور تربیت اولاد
(۲۰) کامل ابن عدیؒ
(۲۱) ابوداؤد
(۲۲) موطا مالک
(۲۳) ابوداؤد ۔ ترمذی
(۲۴) الادب المفرد للبخاری
(۲۵) صحیح بخاری
(۲۶) سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ
(۲۷) سورۃ بنی اسرائیل
(۲۸) ترمذی
(۲۹) حاکم
(۳۰) ابوداؤد
(۳۱) رسائل امام غزالی
(۳۲) خطبات حکیم الاسلامؒ
(۳۳) مثنوی شریف
(۳۴) احیاء العلوم
(۳۵) ترمذی دارمی
(۳۶) ترمذی شریف

فلک شگاف نعرے ہوں زندہ باد اور مردہ باد کی آوازیں ہوں۔ اخباری نمائندے ہوں، فوٹوگرافر ہوں، اخباری بیانات ہوں ایک صاحب مطالعہ انسان کی پسند یہ ہوگی کہ کتابوں کی فراوانی ہو، ذمہ داریوں کا بوجھ نہ ہو، بچوں کی چیخ و پکار نہ ہو، بیوی کے طعنے نہ ہوں لوگوں کی باتیں نہ ہوں بس گوشۂ فراغت ہو اور کتاب ہو۔

تبلیغ میں جانے والے کی آرزو یہ ہوگی کہ چلے ہوں، سہ روزے ہوں، اندرونی اور بیرونی گشت ہوں، بیانات ہوں، تقاضے ہوں اور اللہ کے راستے میں نکلنے والے اس قدر ہوں کہ تشکیل کرنا مشکل ہو جائے۔

ایک مہتمم کی ترجیح یہ ہوگی کہ مکتب ہے تو مدرسہ بن جائے، مدرسہ ہے تو جامعہ بن جائے اور یہ کہ میرے مدرسہ اور جامعہ کی [illegible] وسیع عمارت ہو فلک بوس مسجد ہو عالیشان کتب خانہ ہو خوبصورت درسگاہیں ہوں، پرکشش رہائش گاہیں ہوں، وسیع درجات ہوں طلباء کی کثرت ہو، چندے کی فراوانی ہو۔

حکیم صاحب کی دلی تمنا یہ ہوگی کہ جڑی بوٹیاں ہوں، ان کے خواص اور آثار پر تحقیقات ہوں، خمیروں اور مقویات کی تیاری ہو، نت نئے تجربات ہوں، مریضوں کا جمگھٹا ہو۔

غرضیکہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کی اپنی اپنی پسند ہوتی ہے اپنی اپنی ترجیحات اور مرغوبات ہوتی ہیں، پہلوان کی پسند اور ہوگی، کھلاڑی کی پسند اور ہوگی، مصنف کی پسند اور ہوگی، شاعر کی پسند اور ہوگی، انجینئر کی پسند اور ہوگی، مزدور کی پسند اور ہوگی، سیاستدان کی پسند اور ہوگی، سائنسدان کی پسند اور ہوگی نیک انسان کی پسند اور ہوگی، بدمعاش اور عیاش کی پسند اور ہوگی ہیروئنچی کی پسند اور ہوگی ایک صحت مند اور مریض انسان کی پسند اور ہوگی۔

________ مگر بات اپنی جگہ ہے کہ ہم ہر شخص کی پسند کو دیکھ کر اس کے

پسند اپنی اپنی

کسی کی نظر زیرِ زمیں کسی کی نظر بالائے آسماں

پہنچ اپنی اپنی نظر اپنی اپنی

کرگس کا جہاں اور شاہیں کا جہاں اور

تعلق اپنا اپنا پسند اپنی اپنی

(تحسین م۔ ا۔ ش)

"میں اس سے بھی آگے بڑھ کر بات کو پھیلا دوں تو یوں کہہ سکتا ہوں کہ ایک صوفی اور ذاکر شاغل انسان کی پسند یہ ہوگی کہ خلوت ہو ' انسانوں کا جمگھٹا نہ ہو دوستوں کی الٹی سیدھی باتیں نہ ہوں ' خاموشی ہو ' اللہ اللہ کی ضربیں ہوں ' نفس و شیطان سے لڑائی ہو ' محاسبہ ہو ' مراقبہ ہو ' مکاشفہ ہو ' تجلیات کا ظہور ہو ' معرفت کا نور ہو ' راحت قلبی کا سرور ہو۔

ایک مجاہد کی پسند یہ ہوگی کہ میدان کارزار ہو ' اور وہ دشمنانِ دین سے برسرِ پیکار ہو ' ایمان کی للکار ہو ' اس کی تلوار شعلہ بار ہو ' لاشوں کا انبار ہو ' اس کا مال و جان اللہ اور رسول پر نثار ہو ' وہ مرکبِ شہادت پر سوار ہو ' رب کا دیدار ہو ' عشق کا اظہار ہو ' جنت کی بہار ہو ' "ادخلوھا بسلام" کی پکار ہو۔

ایک سیاسی لیڈر کی پسند یہ ہوگی کہ جلسے اور جلوس ہوں ' پرجوش کارکن ہوں ' فلک شگاف نعرے ہوں ' زندہ باد اور مردہ باد کی آوازیں ہوں ' اخباری نمائندے ہوں ' فوٹوگرافر ہوں ' اخباری بیانات ہوں ' سیاسی حالات ہوں ' گرما گرم جذبات ہوں۔

تبلیغ میں جڑنے والے کی آرزو یہ ہوگی کہ چلے ہوں ' سہ روزے ہوں ' اندرونی اور بیرونی گشت ہوں ' بیانات ہوں ' تقاضے ہوں ' اور اللہ کے راستے میں نکلنے والے اس قدر ہوں کہ تشکیل کرنا مشکل ہو جائے۔

لیکن آئیے ! میں آپ کو بتاؤں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ' خلفاء راشدین اور ائمہ اربعہ کی پسند کیا ہے ؟

پسند اپنی اپنی

نحمدہ و نصلی علی سیدنا رسولنا الکریم اما بعد ؛

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ

ترجمہ ہر گروہ اس چیز پر خوش ہے جو ان کے پاس ہے۔ (۱)

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ ، اَلطِّيبُ وَ النِّسَاءُ وَ جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ أَبُوبَكْرِ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَ حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا ثَلَاثٌ اَلنَّظَرُ إِلَى وَجْهِ رَسُولِ اللّٰهِ وَ إِنْفَاقُ مَالِي عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ وَ أَنْ يَكُونَ ابْنَتِي تَحْتَ رَسُولِ اللّٰهِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ صَدَقْتَ يَا أَبَابَكْرٍ وَ حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا ثَلَاثٌ اَلْأَمْرُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری دنیا کی تین چیزیں مجھے پسند ہیں ' خوشبو ' عورتیں ' اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بنائی گئی ہے ' ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ نے سچ فرمایا اور مجھے بھی دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں ' رسول اللہ کے چہرہ اقدس کو دیکھتے رہنا اور اپنا مال رسول اللہ پر خرچ کرنا اور یہ کہ میری بیٹی رسول اللہ کے نکاح میں ہو ' حضرت عمرؓ نے کہا اے ابوبکرؓ آپ نے سچ فرمایا اور مجھے بھی دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں نیکی کا حکم دینا ' برائی سے روکنا اور پرانے کپڑے ' حضرت عثمانؓ نے کہا اے عمرؓ آپ نے سچ کہا اور مجھے دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں '

بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الثَّوْبُ الْخَلَقُ فَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَدَقْتَ يَا عُمَرُ وَحُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا ثَلٰثٌ: إِشْبَاعُ الْجِيْعَانِ وَ كِسْوَةُ الْعُرْيَانِ وَ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ صَدَقْتَ يَا عُثْمَانُ وَ حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا ثَلٰثٌ اَلْخِدْمَةُ لِلضَّيْفِ وَ الصَّوْمُ فِي الصَّيْفِ وَ الضَّرْبُ بِالسَّيْفِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ جَاءَ جِبْرِيْلُ وَ قَالَ أَرْسَلَنِيَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى لَمَّا سَمِعَ مَقَالَتَكُمْ وَ أَمَرَكَ أَنْ تَسْأَلَنِيْ عَمَّا أُحِبُّ إِنْ كُنْتُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا فَقَالَ مَا تُحِبُّ إِنْ كُنْتَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا فَقَالَ إِرْشَادُ الضَّالِّيْنَ وَ مُؤَانَسَةُ الْغُرَبَاءِ الْقَانِتِيْنَ وَ مُعَاوَنَةُ أَهْلِ الْعِيَالِ الْمُعْسِرِيْنَ وَ قَالَ جِبْرِيْلُ يُحِبُّ رَبُّ الْعِزَّةِ جَلَّ جَلَالُهُ مِنْ عِبَادِهِ ثَلٰثَ خِصَالٍ بَذْلُ الْاِسْتِطَاعَةِ وَ الْبُكَاءُ عِنْدَ النَّدَامَةِ وَ الصَّبْرُ عِنْدَ الْفَاقَةِ (منبهات لابن حجر)

بھوکوں کو کھانا کھلانا، ننگوں کو کپڑے پہنانا اور قرآن کی تلاوت۔ حضرت علیؓ نے کہا اے عثمانؓ آپ نے سچ کہا اور مجھے بھی دنیا میں تین عمل پسند ہیں، مہمان کی خدمت کرنا، گرمیوں میں روزے رکھنا اور تلوار سے مارنا۔ ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ جبرئیل تشریف لے آئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی گفتگو سن کر مجھے بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے درخواست کروں کہ آپ مجھ سے پوچھیں کہ اگر میں اہل دنیا میں سے ہوتا تو میری پسند کیا ہوتی۔ چنانچہ آپؐ نے پوچھا کہ اے جبرئیل اگر تم اہل دنیا میں سے ہوتے تو تمہاری پسند کیا ہوتی؟ جبرئیل نے جواب دیا گمراہوں کو راستہ دکھانا، عبادت کرنے والے غریبوں سے محبت کرنا اور تنگدست عیالداروں کی مدد کرنا اور جبرئیل نے کہا کہ اللہ رب العزت کو اپنے بندوں کی تین خصلتیں پسند ہیں اپنی استطاعت کا خرچ کرنا، ندامت کے وقت رونا اور فاقہ کے وقت صبر کرنا۔ (۲۱)

یاران گرامی! عربی زبان کے ایک شعر کا ایک مصرعہ ہے و للبلابل فیہا

مشغول مناسب جس کا آسان سا مفہوم یہ ہے کہ عشق و محبت میں پینا اور جاگنا

میں الفت و عداوت میں ہر شخص کا اپنا ایک معیار ہے ایک مزاج ہے منفرد طبیعت ہے اپنی اپنی ترجیحات ہیں ضروری نہیں کہ ہر شخص کی پسند ایک جیسی ہو ہر ایک کی چاہت کا معیار ایک ہو ہر انسان کے قلبی جذبات کا بہاؤ ایک جیسا ہو مگر یہ ضرور ہے کہ ہر شخص کی محبوبات اور مرغوبات کو دیکھ کر اس کے طبعی رجحان اور ذوق کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

کاشت کار کو اپنی زمین سے اور زمین کے جوتنے کے آلات سے محبت ہوتی ہے۔

لوہار کو آگ کی بھٹی اور ہتھوڑے چھینی سے تعلق ہوتا ہے۔

حجام ہر وقت اچھی قینچی اور بہتر مشین کی تلاش میں رہتا ہے۔

ایک مصور کی نظر ہر تصویر کے خدوخال اور فنی باریکیوں پر رہتی ہے۔

منطقی شخص ہر وقت صغری کبری اور کلیہ جزئیہ بنانے میں مست رہتا ہے۔

فلسفی کا دماغ فلسفیانہ مباحث اور ا د فروع میں الجھا رہتا ہے۔

شاعر صاحب ہر لحظہ ردیف و قافیہ اور تک بندی میں غلطاں رہتے ہیں۔

صاحب علم انسان ہر جگہ اچھے لٹریچر اور علمی کتابوں کی تلاش میں رہتا ہے۔

مرغوبات! میں اس سے بھی آگے بڑھ کر بات کو پھیلاؤں تو یوں کہہ سکتا ہوں کہ ایک صوفی اور ذاکر شاغل انسان کی پسند یہ ہوگی کہ خلوت ہو انسانوں کا جمگھٹا نہ ہو، دوستوں کی الٹی شاپ باتیں نہ ہوں، خاموشی ہو اللہ کی ضربیں ہوں اذکار و اوراد کی گرمی ہو، محاسبہ ہو، مراقبہ ہو، مکاشفہ ہو، تجلیات کا ظہور ہو، معرفت کا نور ہو واردات قلبی کا سرور ہو۔

ایک مجاہد کی پسند یہ ہوگی کہ میدان کار زار ہو اور وہ دشمنان دین سے برسرپیکار ہو، ایمان کی للکار ہو، اس کی کلاشنکوف شعلہ بار ہو، لاشوں کا انبار ہو، اس کا مال و جان اللہ اور رسول پر نثار ہو، وہ مرکب شہادت پر سوار ہو، رب کا دربار ہو، بخشش کا اظہار ہو، جنت کی بہار ہو، "ادخلوھا بسلم" کی پکار ہو۔

ایک سیاسی لیڈر کی پسند یہ ہوگی کہ جلسے اور جلوس ہوں پر جوش کارکن ہوں

فلک شگاف نعرے ہوں زندہ باد اور مردہ باد کی آوازیں ہوں اخباری نمائندے ہوں' فوٹو گرافر ہوں' اخباری بیانات ہوں ایک صاحب مطالعہ انسان کی پسندیہ ہوگی کہ کتابوں کی فراوانی ہو' ذمہ داریوں کا بوجھ نہ ہو' بچوں کی چیخ و پکار نہ ہو' بیوی کے طعنے نہ ہوں لوگوں کی باتیں نہ ہوں بس گوشہ فراغت ہو اور کتاب ہو۔

تبلیغ میں جڑنے والے کی آرزو یہ ہوگی کہ چلے ہوں' سہ روزے ہوں' اندرونی اور بیرونی گشت ہوں' بیانات ہوں' تقاضے ہوں اور اللہ کے راستے میں نکلنے والے اس قدر ہوں کہ تشکیل کرنا مشکل ہو جائے۔

ایک مہتمم کی ترجیح یہ ہوگی کہ مکتب ہے تو مدرسہ بن جائے' مدرسہ ہے تو جامعہ بن جائے اور یہ کہ میرے مدرسہ اور جامعہ کی تاحد نظر وسیع عمارت ہو فلک بوس مسجد ہو عالیشان کتبخانہ ہو خوبصورت درسگاہیں ہوں' پرکشش رہائش گاہیں ہوں' دسیوں درجات ہوں طلباء کی کثرت ہو' چندے کی فراوانی ہو۔

حکیم صاحب کی دلی تمنا یہ ہوگی کہ جڑی بوٹیاں ہوں' ان کے خواص اور آثار پر تحقیقات ہوں' خمیروں اور عرقیات کی تیاری ہو' نت نئے تجربات ہوں' مریضوں کا جمگھٹا ہو۔

غرضیکہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کی اپنی اپنی پسند ہوتی ہے اپنی اپنی ترجیحات اور مرغوبات ہوتی ہیں' پہلوان کی پسند اور ہوگی' کھلاڑی کی پسند اور ہوگی' مصنف کی پسند اور ہوگی' شاعر کی پسند اور ہوگی' انجینئر کی پسند اور ہوگی' مزدور کی پسند اور ہوگی' سیاستدان کی پسند اور ہوگی' سائنسدان کی پسند اور ہوگی نیک انسان کی پسند اور ہوگی' بدمعاش اور عیاش کی پسند اور ہوگی ہیروئنچی کی پسند اور ہوگی ایک صحت مند اور نارمل انسان کی پسند اور ہوگی۔

______ مگر یہ بات اپنی جگہ ہے کہ ہم ہر شخص کی پسند کو دیکھ کر اس کے

طبعی رجحان اور اس کے مذہبی میلان کا اندازہ لگا سکتے ہیں بسا اوقات چیز ایک ہوگی لیکن جب اس ایک چیز کو مختلف ذوق اور مختلف طبیعت رکھنے والے افراد دیکھیں گے تو اس سے اپنے اپنے ذوق کے مطابق مختلف نتیجہ اخذ کریں گے۔

ایک مثال! مثلاً کسی خوبصورت درخت کو کاشتکار اس نظر سے دیکھے گا کہ اس کی سر سبزی اور اس کی صحت مندی زرخیز زمین کی وجہ سے ہے بروقت پانی ملنے کی وجہ سے ہے اچھے موسم اور آب و ہوا کی موافقت کی وجہ سے ہے۔

اسی درخت کو مصور اس پہلو سے دیکھے گا کہ اس کے تنے کی اٹھان کیسی ہے اس کی شاخوں کے پھیلاؤ میں کتنی موزونیت ہے اس کے پتوں اور پھولوں میں کتنی جاذبیت ہے اس کے رنگ میں کتنی کشش ہے وہ صبح کی روشنی میں کیسا نظر آتا ہے اس پر سایہ چھا جائے تو وہ کیسا دکھائی دیتا ہے۔

نباتات کا ماہر اور طب کے شعبے سے تعلق رکھنے والا انسان اس درخت کی جڑوں اس کے پتوں اس کی شاخوں اس کے پھولوں اور اس کی چھال وغیرہ کے خواص کے اعتبار سے اس پر نظر ڈالے گا۔

اور جب اس درخت کو کوئی بڑھئی دیکھے گا تو اس کی نظر و فکر کا انداز یہ ہوگا کہ اس درخت کی لکڑی کتنی مضبوط ہے اسے دیمک لگتی ہے یا نہیں لکڑی کونسے فرنیچر کے بنانے میں زیادہ مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

اور اگر ماحولیات کا کوئی ماہر اس درخت کو دیکھے گا تو اس کے سوچنے کا انداز یہ ہوگا کہ درختوں کا وجود ماحولیات پر کس حد تک اثر انداز ہوتا ہے اور ان کی وجہ سے کون کونسی ماحولیاتی بیماریوں سے تحفظ اور دفاع ہو سکتا ہے اور جب کوئی اللہ والا اس درخت پر نظر ڈالے گا تو وہ اسے قدرت کا شاہکار قرار دے گا وہ اسے معرفت پروردگار کی ایک واضح دلیل اور روشن علامت بتائے گا وہ بجا طور پر کہے گا کہ عمارت

میں حسن اور مصنوعات میں دلکشی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب ان کے بنانے والے میں بھی کوئی کمال ہو جس طرح ہم مصنوعات کو دیکھ کر صانع کا اور عمارت کو دیکھ کر معمار کا پتہ چلاتے ہیں تو کیا ان خوبصورت درختوں کا وجود اس بات کی دلیل نہیں کہ ان کا بنانے اور پیدا کرنے والا بھی کوئی ہے؟اور وہ صاحب کمال بھی ہے یقیناً ان درختوں اور ساری کائنات کے وجود میں ایک باکمال خالق کے وجود کی بے شمار نشانیاں اور دلیلیں ہیں مگر انہیں دیکھنے اور سمجھنے کے لئے چشم بینا اور قلب بیدار کی ضرورت ہے اگر کسی کو چشم بینا اور قلب بیدار میسر ہے تو وہ اس خوبصورت کائنات پر ایک نظر ڈالتے ہی پکار اٹھے گا " **فتبارک اللہ احسن الخالقین** "۔ درخت ایک ہے لیکن اس پر نظر ڈالنے والے مختلف ہیں اور ان میں سے ہر کوئی اپنے اپنے ذوق اور طبعی رحجان کے مطابق الگ الگ نتائج اخذ کرتا ہے ' اسی طرح بعض اوقات آواز ایک ہوگی لیکن سننے والے اپنی اپنی سوچ کیمطابق اس سے نتیجہ اخذ کریں گے۔

لطیفہ۔ جیسا کہ وہ ایک لطیفہ مشہور ہے کہ چند مسافر جا رہے تھے راستے میں ایک جگہ تیتر بولا ' مسلمان نے کہا سبحان اللہ کس قدر صاف لہجے میں "سبحان تیری قدرت بول رہا ہے " ہندو نے کہا بھلا تیتر بھی کوئی عربی خوان ہے جو سبحان کا لفظ بولے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اپنے ملک کے بزرگوں کے نام جپتا ہے یعنی رام ' لچھمن ' دسرت ' پہلوان نے کہا دنیا میں طاقتور سب پر غالب ہے ہمارے یعنی پہلوانوں کے خیال کے مطابق یہ تلقین کرتا ہے کہ کھا گھی کر کسرت ! بنیئے نے کہا آپ سب غلطی پر ہیں یہ کہہ رہا ہے لون تیل ادرک ' جن سے دنیا میں ہمیشہ انسان کو کام پڑتا ہے ' برہمن بھی ساتھ تھا وہ کیوں چپ رہتا اس نے کہا یہ " رام نام امرت " کا وظیفہ کر رہا ہے۔

تو چیز ایک ہوتی ہے لیکن ہر شخص اسے اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہے آواز ایک ہوتی ہے مگر ہر انسان اسے اپنے ذوق اور طبعی رحجان کے مطابق سنتا ہے اس چیز

یا آواز میں کوئی فرق نہیں ہوتا وہ تو ایک ہی ہوتی ہے بلکہ فرق جو ہوتا ہے وہ دیکھنے اور سننے میں ہوتا ہے انداز فکر میں ہوتا ہے، طبیعت اور ذوق میں ہوتا ہے اپنی اپنی ترجیحات اور جذبات میں ہوتا ہے! کہاوت: وہ کہاوت آپ نے سنی ہوگی اگر کسی بھوکے سے پوچھا جائے کہ دو اور دو کتنا ہوتا ہے تو وہ کہے گا کہ دو اور دو، چار روٹیاں ہوتی ہیں چونکہ اس بیچارے کا شکم خالی ہے، بھوک کا غلبہ ہے روٹی کی فکر ہے اس لئے وہ دو جمع دو کو چار روٹیاں ہی بتائے گا، بلی کو تو چھیچھڑوں ہی کے خواب آئیں گے، جو چیز قلب و دماغ پر چھائی ہوگی، زبان سے اس کا اظہار ہو کر رہے گا۔

اگر آپ ہمارے دور کے ماڈرن نوجوان سے پوچھیں گے کہ جناب کی پسند کیا ہے تو ان میں سے کوئی تو کسی فلمی ایکٹر اور ایکٹریس کا نام لے گا کوئی کسی گلوکار اور رقاص کی نشاندہی کرے گا کسی کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو اور پسند امریکہ کا ویزا ہوگا کوئی مال و دولت کا انبار لگانا چاہتا ہوگا کسی کی زبان پر لمبی گاڑی اور وسیع و عریض بنگلے کا تذکرہ ہوگا کوئی کسی بڑے حکومتی اور سیاسی عہدے کا طلب گار ہوگا۔ پسند اور نا پسند کے اعتبار سے انسانوں میں بے حد تفاوت ہے خدا کی شان ہے کہ کوئی طہارت کا طالب ہے اور کوئی غلاظت کا خواہشمند ہے کسی کے آئیڈیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کسی کے دل میں سٹالن اور لینن کی محبت سمائی ہوئی ہے۔ اگر شاعروں سے ان کی پسند نا پسند اور آرزوؤں کے بارے میں پوچھا جائے تو ایک کہے گا۔

یاد ماضی عذاب ہے یا رب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

دوسرے کی آرزو یہ ہوگی۔

دفن کرنا مجھ کو کوئے یار میں
قبر بلبل کی ہے گلزار میں

کسی کی دعا یہ ہوگی

؎ تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے دن ہوں پچاس ہزار

کسی کی تمنا یہ ہوگی ؎

کسی کا مجھ کو نہ محتاج کر زمانے میں
کمی کونسی ہے یارب ترے خزانے میں

اور بعض ایسے دل شکستہ بھی ہیں جن کا انداز کچھ یوں ہے۔

دل مایوس میں وہ شورشیں برپا نہیں ہوتیں
امیدیں اس قدر ٹوٹیں کہ اب پیدا نہیں ہوتیں
ہوا ہوں اس قدر افسردہ رنگ باغ ہستی سے
ہوائیں فصل گل کی بھی نشاط افزا نہیں ہوتیں

اور بعض ایسے راضی بالقضاء اور فناء فی الرضا بھی ہیں کہ ان کا حال یہ ہوتا ہے

پسند نا پسند کے جھگڑوں سے آگاہی نہیں رکھتے
سبب یہ ہے کہ ہم کوئی تمنا ہی نہیں رکھتے
تجھے اے چرخ کیا مشکل ہے ہم کو مطمئن رکھنا
فقیر بے نوا ہیں شوکت شاہی نہیں رکھتے

میں معذرت چاہتا ہوں کہ اپنے موضوع سے تھوڑا سا ہٹ کر شاعری کی طرف چلا گیا ، میں سب سے پہلے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جانثاروں کی پسند کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔

حضورؐ کی پسند، ذرا اس مجلس کو چشم تصور میں لائیے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ

وسلم مسند نشیں ہیں خلفاء راشدین بھی حاضر خدمت ہیں گویا چاند بھی ہے ستارے بھی ہیں۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمہاری دنیا سے تین چیزیں زیادہ پسند ہیں حضرات صحابہ آقا کی پسند سننے کے لئے ہم تن گوش ہو گئے آپ نے فرمایا۔ ایک تو خوشبو ہے دوسری چیز عورت ہے اور تیسری چیز یہ ہے کہ نماز میں مجھے آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔

خوشبو۔ اسلام طہارت و نظافت کا مذہب ہے ' اسلام صفائی اور پاکیزگی کا علمبردار ہے ' مسلمانوں کے رب کا فرمان ہے "اللہ خوب پاکی حاصل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے " طہارت نصف ایمان ہے " اور خود بھی آپ طہارت اور خوشبو پسند فرماتے تھے اور نجاست اور بدبو سے نفرت کرتے تھے حکم تھا کہ لہسن پیاز اور ان جیسی بدبودار چیزیں کھا کر کوئی شخص مسجد میں نہ آئے۔

آپ سراپا نظافت تھے طاہر تھے مطہر تھے طیب تھے مطیب تھے آپ خوشبو کو کیوں نہ پسند کرتے آپ تو خوشبو کا منبع تھے آپ کی باتوں میں گلوں کی خوشبو تھی آپ کے اخلاق میں نو خیز کلیوں کی خوشبو تھی آپ کے تبسم میں دلنواز معصومیت کی خوشبو تھی آپ کی آنکھوں کی چمک میں محبت کی خوشبو تھی آپ کے پسینے میں گلاب کی خوشبو تھی آپ کے ہاتھوں کے لمس میں عنبر کی خوشبو تھی آپ کے بدن کے مساموں میں مشک کی خوشبو تھی آپ کے قدموں کی دھول میں چنبیلی کی خوشبو تھی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس سال خدمت کی ہے وہ گواہی دیتے ہیں کہ " میں نے کوئی عنبر اور کوئی مشک اور کوئی خوشبو دار چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبو دار نہیں دیکھی " (۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں "میں نے صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی نماز کے بعد آپؐ اپنے سعادت خانہ کی طرف نکلے میں بھی ساتھ ہو لیا راستہ میں کئی بچے آپؐ کے سامنے آئے آپ ایک ایک بچہ کے رخسار پر پیار سے ہاتھ پھیرتے جاتے تھے آپ نے میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا تو میں نے آپ کے ہاتھ میں ٹھنڈک محسوس کی بلکہ ایک ایسی خوشبو پائی گویا کہ آپ نے وہ خوشبو عطر فروش کے ڈبہ سے لی ہے" (۴)

آپ جب کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام دن اس شخص کو مصافحہ کی خوشبو آتی رہتی اور جب کسی بچہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تھے تو وہ خوشبو کے سبب دوسرے لڑکوں میں پہچانا جاتا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتاتے ہیں کہ۔

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے سے گزر جاتے پھر اگر کوئی شخص آپ کی تلاش میں نکلتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں مشکوۃ شریف میں ہے کہ آپؐ اپنے خادم خصوصی حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ کے ہاں تشریف لے جاتے اور قیلولہ فرماتے، ام سلیم چمڑے کا بچھونا بچھادیتیں آپؐ کو پسینہ بہت آتا تھا ام سلیمؓ اسے جمع کر لیتیں اور اسے خوشبو میں ملا لیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری کے بعد پوچھا ام سلیم! یہ کیا ہے عرض کیا آپ کا پسینہ ہے اسے ہم اپنی خوشبو میں ملاتے ہیں کیونکہ آپ کا پسینہ سب خوشبوؤں سے بہترین خوشبو ہے۔ (۵)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ نے تو مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ گلاب آپ کے پسینے کے قطرے سے پیدا ہوا ہے (۶)

باوجود یہ کہ آپ کا جسم قدرتی طور پر معطر تھا پھر بھی آپ کثرت سے خوشبو کا

استعمال فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔

آخر شب میں خوشبو لگاتے ' سونے سے بیدار ہوتے تو وضو کے بعد لباس پر خوشبو لگاتے اگر خوشبو ہدیتہً پیش کی جاتی تو خوشی سے قبول فرماتے (۷)

مشک اور عود کی خوشبو کو تمام خوشبوؤں میں زیادہ محبوب رکھتے تھے (زاد المعاد)

آپ نے خوشبو کو پسند فرما کر استعمال کر کے اپنی امت کو بھی تعلیم دی کہ وہ گندگی اور بدبو سے دور رہے اور اپنے جسم اور لباس کو صاف اور معطر رکھے ہمارے ہاں کئی سادے لوگ ایسے ہیں جو متعفن اور غلیظ رہنے کو بڑے کمال کی بات سمجھتے ہیں وہ بڑی محبت اور تعجب سے بیان کرتے ہیں " ارے! تم فلاں بابا جی کو کیا سمجھتے ہو انہوں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے آج تک غسل نہیں کیا ہے "

کسی کے اللہ والا ہونے کی نشانی یہ بیان کریں گے کہ اس کے جسم پر سردی ہو یا گرمی ایک چیتھڑا تک نہیں ہوتا۔

کسی کے ولی اللہ ہونے کا ثبوت یہ پیش کریں گے کہ اس نے آج تک اپنے جسم کے کسی بھی حصے کا کوئی بال نہیں کاٹا۔

کسی کے خدا رسیدہ اور باکمال ہونے پر یہ دلیل دیں گے کہ اس نے گیارہ سال تک کچے دھاگے کے ساتھ اندھیرے کنویں میں الٹا لٹک کر ریاضت کی ہے کسی کی ولایت یہ بتائیں گے کہ اس نے دریا میں ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر گیارہ لاکھ مرتبہ قرآن شریف پڑھا۔

میں نے خود ریل گاڑی کے ایک سفر میں ایک بارہ سال کا بچہ دیکھا جس کے سر کے بال میل کچیل کی وجہ سے آپس میں جڑے ہوئے تھے جوئیں اس کے سر میں آزادانہ گھوم رہی تھیں وہ سگریٹ پر سگریٹ پھونک رہا تھا مگر اس کے اہل خاندان جو اس کے ہم سفر تھے وہ اسے " باواجی " کہہ رہے تھے استفسار پر معلوم ہوا کہ انہوں

نے کسی مزار پر نذر مانی تھی کہ اگر ہمیں بیٹا عطا کر دیا جائے تو ہم اس کے سر کے بال نہ کاٹیں گے نہ ان پر پانی ڈالیں گے اور باباجی کا باوا بنا دیں گے اور اب وہ سر پر غلاظت کی پوٹ جمع کر کے باوا تو بن ہی چکا تھا اور انہیں اس وقت کا انتظار تھا جب ان کا بیٹا خود باباجی بن جائے گا گویا وہ فی الحال ولایت کے مراحل طے کر رہا تھا اور ان کی نظر میں پہلا مرحلہ تو اس نے بخوبی طے کر لیا تھا جو غلاظت اور گندگی پر مشتمل تھا۔

ولایت کے بارے میں عوام الناس کی اسی سوچ کی ترجمانی کے لئے کسی نے کہا ہے جو آدھا ننگا وہ آدھا ولی اور جو پورا ننگا وہ پورا ولی!

مگر میرے دوستو! اولیاء' اتقیاء' اذکیا' علماء اور انبیاء کے سردار علیہ السلام کی سیرت ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ولایت ننگے یا گندے رہنے سے حاصل نہیں ہوتی یہ تو ہندوؤں اور عیسائی راہبوں کا تصور تھا کہ ترک دنیا اور طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانے سے خدا مل جاتا ہے ہمارے مولی و آقا صاف ستھرے لباس پہنتے تھے بالوں میں کنگھی کرتے تھے' آنکھوں میں سرمہ لگاتے تھے' دندان مبارک کو منجن کرتے تھے لباس کو خوشبو سے معطر فرماتے تھے اور بات یہ ہے کہ آپ تو پہلے ہی معطر ہوتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو فطری طور پر طاہر و مطہر اور طیب و مطیب بنایا تھا لیکن آپ اپنی امت کو طہارت و نفاست کی تعلیم دینے کے لئے صفائی ستھرائی اور خوشبو کا مزید اہتمام فرماتے تھے اور آپ کا جس گلی کوچے سے گزر ہوتا تھا وہاں حضرت عارفیؒ کے بقول صورتحال کچھ یوں ہوتی تھی۔

بس گئی ہے فضا میں نکہت حسن ۔ وہ جہاں بھی جدھر سے گزرے ہیں

عورت۔ جن لوگوں کے قلب و دماغ میں ہوس کاری کے جذبات ہیں وہ جب یہ سنتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تین چیزیں پسند تھیں ان میں عورت

بھی ہے تو ان کا ذہن فوراً شہوانی پہلو کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لیکن خدارا سوچئے اس مقدس انسان پر شہوت پرستی کا کوئی شبہ بھی ہو سکتا ہے جس نے اپنی بھرپور جوانی ایک بیوہ کی ساتھ گزار دی اور ڈھلتی عمر میں بعض مذہبی مصلحتوں اور تالیف قلوب کی خاطر شادیاں کیں بھی تو ایسی عورتوں کے ساتھ جو بیوہ تھیں یا مطلقہ تھیں سوائے یار غار سیدنا ابوبکر صدیق کی قابل فخر صاحبزادی سیدہ عائشہؓ کے ۔

حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب عرب و عجم آپ کے زیرنگیں تھا جانثاروں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی اگر آپ اشارہ بھی فرما دیتے تو سینکڑوں فدا کار اپنی باکرہ بیٹیوں کو آپ کے نکاح میں دینا اپنی سب سے بڑی خوش بختی تصور کرتے۔

اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں کا باطن صاف ہے انہیں اس کثرت ازدواج میں بہت ساری دینی مصلحتیں نظر آتی ہیں اور جن کا باطن سیاہ اور دل میں چور ہے وہ جب اس معاملے کو دیکھتے ہیں تو انہیں کچھ اور ہی دکھائی دیتا ہے کیونکہ ایک ہی چیز کو ہر شخص اپنے اپنے مزاج اور اپنی اپنی نظر سے دیکھتا ہے۔

لطیفہ۔ جیسے وہ لطیفہ مشہور ہے کہ کچھ نابیناؤں نے ہاتھی دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ انہیں چڑیا گھر لے جا کر ہاتھی کا معائنہ کروایا گیا وہ آنکھوں سے تو دیکھ نہیں سکتے تھے انہوں نے ہاتھوں سے ٹٹول ٹٹول کر ہاتھی کا معائنہ کیا ان میں سے جس کا ہاتھ ہاتھی کی سونڈ پر پڑا اس نے کہا ہاتھی تو رسے جیسا ہوتا ہے دوسرے نے ہاتھی کے کانوں کو ہاتھ لگایا تو وہ کہنے لگا نہیں بھائی ہاتھی تو چھاج جیسا ہوتا ہے تیسرے نے اس کی ٹانگوں پر ہاتھ لگایا تو اس نے کہا ارے میاں ہاتھی تو درخت کے تنے جیسا ہوتا ہے چوتھے نے پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو اس نے کہا تم تینوں بدھو ہو وہ تو دیوار جیسا ہوتا ہے۔

ہاتھی تو ایک تھا مگر اس کا معائنہ کرنے والے مختلف تھے اور اتفاق سے وہ بصارت سے بھی محروم تھے تو ہر ایک نے اپنے اپنے معائنہ کے مطابق ہاتھی کی کیفیت

بیان کی۔

یہی ان لوگوں کا حال ہے جو ایمانی بصیرت سے محروم ہیں وہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر نظر ڈالتے ہیں تو اپنی بد باطنی اور کور چشمی کی وجہ سے ان کو تاریکی دکھائی دیتی ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ شہوانی جذبے کے علاوہ بھی عورت سے محبت ہو سکتی ہے بات یہ ہے کہ ہر دردمند انسان کو مظلوم سے محبت ہوتی ہے اور عورت زمانہ جاہلیت میں مظلوم ترین مخلوق تھی۔

وہ یونان میں تھی تو اسے شیطان کی بیٹی اور نجاست کا مجسمہ سمجھا گیا غلاموں کی طرح بازاروں میں اس کی نیلامی ہوئی۔

وہ روم میں تھی تو اس کے ساتھ حیوانوں کا سا سلوک کیا گیا معمولی غلطی پر اس کا قتل روا تھا۔

وہ عرب میں تھی تو زندہ درگور کی جاتی تھی اسے رہن اور ضمانت کے طور پر رکھا جاتا تھا ہندوستان میں اس کے لئے حکم تھا کہ شوہر کی چتا پر زندہ جل کر مرجائے اسے پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔

یہودی دانشور عرصہ تک یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ عورت انسان بھی ہے یا نہیں وہ اسے شیطان کی سواری اور بچھونا کہتے تھے۔

عیسائی لیڈروں نے ۵۸۲ء میں کلیسا سے متفقہ فتویٰ جاری کیا کہ عورتیں روح نہیں رکھتیں۔

کسی نے صحیح کہا ہے کہ "یہ بدنما داغ انسان کی پیشانی سے کبھی دھویا نہ جا سکے گا کہ جاہلیت میں مرد نے اسی گود کو بے عظمت و بے قیمت کیا جس میں خود پرورش پا کر آدمی بنا"

مظلوم نسوانیت کے سر پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت و شفقت کا

ہاتھ رکھا اور اسے ماں بہن بیٹی اور بہو کی حیثیت سے حقوق عطا کئے آپ کو میری وہ بات یاد ہوگی جو میں نے پہلے بھی کہی تھی کہ اگر آپ کا ضمیر زندہ اور عقل روشن ہے تو آپ اسلام اور دیگر مذاہب کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد یقینا " یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ

عورت تحت الثری تھی اسلام نے اسے فوق الثریا پہنچا دیا۔

وہ گرد راہ تھی اسلام نے اسے سرمہ چشم (نور چشم) بنا دیا۔

وہ کانٹوں کے بستر پر تھی اسلام نے اسے پھولوں کی سیج پر بٹھا دیا

وہ موت و حیات کی کشمکش میں تھی اسلام نے اسے زندگی عطا کر دی

وہ زیب میخانہ تھی اسلام نے اسے زینت کا شانہ بنا دیا

وہ پامال تھی اسلام نے اسے باکمال بنا دیا۔

وہ برباد تھی ناشاد تھی اسلام نے اسے شاد کیا آباد کیا۔

اس کا کام صرف مرد کے دل کو لبھانا تھا اسلام نے اس کے ذمے گھر کا سجانا لگا دیا

(۸)

محبت کے قابل۔ اور حقیقت میں عورت ہے بھی محبت کے قابل ! جس شخص کو ماں کی محبت ' بہن کے ایثار بیٹی کے پیار اور بیوی کی وفا کا تجربہ ہوا ہوگا وہ یقینا ہماری اس بات سے اتفاق کرے گا کہ عورت زمین کا زیور ہے گھر کی زینت قوم کی عزت ' دل کا سکون ' ویرانے کی رونق خلوت کی آبادی اور گلشن ہستی کا سب سے خوبصورت پھول ہے۔

اسی لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک عورت کو ایمان کے بعد سب سے بہترین متاع قرار دیا ہے اور اسے ایمان کی مددگار اور سب سے اچھا خزانہ کہا ہے۔

یہاں دو نکتے بھی ذہن میں رکھیں ایک تو یہ کہ حضور صلی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم نے عورت کا خوشبو کے ساتھ ذکر کیا ہے یہ بتانے کے لئے کہ جیسے خوشبو سے ہر صحیح الفطرت انسان کو محبت ہوتی ہے اسی طرح عورت سے بھی ہر صاحب الفکر انسان کو محبت ہوتی ہے۔

دوسرا یہ کہ آپ نے مجہول کا صیغہ بولا ہے جس کا معنی ہے "مجھے پسند کرائی گئی ہے" یا میرے دل میں اس کی محبت ڈالی گئی ہے گویا میں نے از خود عورت سے محبت نہیں کی بلکہ اس کی محبت کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے۔

یوں تو آپ نے مطلقاً فرما دیا کہ عورت کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی ہے لیکن ظاہر ہے کہ عورت کی تو مختلف حیثیتیں ہیں اور اس کی ہر حیثیت کے اعتبار سے محبت کا انداز بھی مختلف ہوگا۔

عورت اگر ماں ہو تو اس کی محبت یہ ہے کہ اس کی خدمت کی جائے اور اس کے جذبات کا خیال رکھا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ماں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا ہے عورت اگر بیٹی کے روپ میں ہو تو اس کی محبت یہ ہے کہ اسے کمتر نہ سمجھا جائے اور اس کی تعلیم و تربیت کا حق ادا کیا جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بیٹیوں کی پرورش کرنے والے کو جنت میں اپنا قریبی رفیق قرار دیا ہے۔

عورت اگر بہن ہو تو اس کی محبت یہ ہے کہ اسے ایک مخلص بھائی کا پیار دے۔ اور اسکے مالی حقوق ادا کرے۔

عورت اگر بیوی ہو تو اس کی محبت یہ ہے کہ اس کے ساتھ حسن معاشرت سے رہے اس کی معاشی ضروریات پوری کرے اسے تحفظ دے اور اسے پیار کی تشنگی محسوس نہ ہونے دے۔

عورت ان چاروں حیثیتوں میں محبت کے قابل ہے اور چونکہ وہ کمزور ہے صنف نازک ہے عام طور پر بیماریوں کا ہدف بنتی ہے ماہواری اور زچگی اور رضاعت کے

تکلیف وہ لمحات سے گزرتی ہے اس لئے وہ مرد کی بہ نسبت زیادہ توجہ اور زیادہ ہمدردی اور زیادہ پیار کی مستحق ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدبو دار ماحول میں جہاں عورت سے شہوانی پیاس تو بجھائی جاتی تھی مگر اس کے وجود سے نفرت کی جاتی تھی اس کی ولادت پر نالہ و شیون کیا جاتا تھا اس کے والدین اور بھائی شرم سے منہ چھپاتے پھرتے تھے اسے زندہ درگور کیا جاتا تھا ' اسے زہریلا سانپ اور شیطان کی نمائندہ کہا جاتا تھا ـــــــ آپ نے اس بدبو دار ماحول میں پوری جرات کے ساتھ پوری دلیری کے ساتھ واشگاف الفاظ میں یہ انقلابی اعلان فرمایا۔

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمُ الطِّیْبُ وَالنِّسَآءُ مجھے تمہاری دنیا میں خوشبو اور عورتیں پسند ہیں

نماز۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تیسری چیز پسند تھی وہ یہ کہ آپ نے فرمایا مجھے نماز میں اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔

آپؐ کو نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک اس لئے محسوس تھی کیونکہ نماز میں بندہ کو محبوب حقیقی کا وصال ہوجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی بھی محب کو دل کا سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک تو اسی وقت نصیب ہوگی جب وصال میسر آجائے۔

نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک اس لئے ہے کہ نماز کا حکم ہمارے خالق اور رازق نے دیا ہے نماز کا حکم ہمارے سب سے بڑے محسن نے دیا ہے نماز کا حکم ہمارے حقیقی مالک اور آقا نے دیا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہر باضمیر انسان اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے اور ہر نمک حلال غلام اپنے آقا کے احکام کی تعمیل میں خوشی محسوس کرتا ہے ــــ تو پھر مسلمان کو اس محسن اور مالک کی عبادت میں خوشی محسوس کیوں نہ ہو

جس نے ہمیں زندگی اور زندگی کی رعنائیاں عطا کیں۔

جس نے بصارت و بصیرت اور عقل و شعور کی توانائیاں عطا کیں جس نے اعضاء کی سلامتی اور تندرستی اور قوت گویائی دی جس نے آنکھوں کو چمک کانوں کو شنوائی اور چہرے کو دلربائی دی جس نے ہمیں انسان بنایا ایمان دیا اور قرآن جیسی نعمت عظمیٰ عطا کی جس نے ہمارے لئے ارض و سماء ندی نالے ' گل و لالہ اور پھل اور پھول پیدا کئے **یقیناً** جس انسان کی نظر اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں اور احسانات پر ہوگی اسے اللہ کی عبادت میں نا قابل بیان حلاوت اور لذت محسوس ہوگی اور چونکہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت رب کریم کی نعمتوں کا استحضار رہتا تھا بلکہ آپ تو ہر وقت **ربانی تجلیات** کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے اس لئے آپ کو نماز میں اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی نماز کی اہمیت اور فضیلت کے بارے میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیسیوں ارشادات حدیث کی کتابوں میں منقول ہیں۔

کبھی تو آپ نے نماز کو دین کی بنیاد قرار دیا (۹)

کبھی یوں فرمایا کہ نماز سے انسان کے گناہ اس طرح گرتے ہیں جس طرح موسم خزاں میں درختوں کے پتے گرتے ہیں (مسند احمد)

کبھی آپ نے پانچ نمازوں کو اس نہر کے ساتھ تشبیہ دی جس میں کوئی شخص دن میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہے اور میل کچیل سے پاک ہو جاتا ہے (۱۰)

کبھی یوں فرمایا کہ نماز مومن کا نور ہے ' افضل جہاد ہے جنت کی کنجی ہے دین کا ستون ہے ' شیطان کا منہ کالا کرتی ہے مسلمان ہونے کی نشانی ہے نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیسے سر کا مرتبہ بدن میں (۱۱)

امت کا حال۔ یہ تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادت ہیں لیکن امت کا حال یہ ہے کہ اسے رقص و سرود اور گانے بجانے میں مزہ آتا ہے مگر اسے نماز سے

وحشت ہوتی ہے کتنے ہی لوگ ہیں جو نماز کے نام سے بدکتے ہیں اس لئے کلب اور سینما آباد ہیں مگر مسجدیں ویران ہیں۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے۔

لیکن آپ کی امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کو نماز کے علاوہ کسی چیز میں لذت ہی محسوس نہیں ہوتی۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ مولانا عبدالواحد لاہوری نے ایک دن ارشاد فرمایا کیا جنت میں نماز نہ ہوگی؟ کسی نے عرض کیا کہ حضرت جنت میں نماز کیوں ہو وہ تو اعمال کے بدلہ کی جگہ ہے نہ کہ عمل کرنے کی اس پر آپ نے ایک آہ کھینچی اور رونے لگے اور فرمایا کہ بغیر نماز کے جنت میں کیونکر گزر ہوگی۔

گویا نہ تو حور و غلمان سے مطلب تھا اور نہ دودھ اور شہد کی نہروں سے غرض تھی بلکہ انہیں جو فکر تھی تو یہ کہ وہاں نماز کی اجازت بھی ہوگی یا نہیں۔

صدیقؓ کی پسند۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تین چیزوں کی پسندیدگی کا ذکر سن کر رفیق غار و مزار، مخلص جانثار، شریک عسرو یسر، خادم سفرو حضر خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق بھی گویا ہوئے اور فرمایا۔

صدقت یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول آپ نے سچ فرمایا۔

مجھے بھی دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں۔

چہرہ اقدس۔ پہلی چیز یہ کہ دل چاہتا ہے کہ چہرہ اقدس کو دیکھتا رہوں۔ وہ چہرہ جس کے حسن کی تابانی چاند کو شرماتی ہے جس کی ملاحت و لطافت کو دیکھ کر پھولوں کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے جس چہرے کی معصومیت اور کشش دیکھ کر یہودیوں کے مایہ ناز عالم حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکار اٹھے تھے۔

إِنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ — یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔

جس چہرے کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ گویا سورج ان کے چہرہ اقدس میں رواں دواں ہے حضرت انسؓ نے اس چہرہ انور کو دیکھا تو لوگوں کو بتلایا۔

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أَزْهَرَ اللَّوْنِ كَأَنَّ عَرَقَهُ اللُّؤْلُؤُ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید روشن تھا پسینہ کی بوند آپ کے چہرہ پر ایسی نظر آتی تھی جیسے موتی۔

حضرت ربیع بنت معوذ نے اس چہرے کی نورانیت کو یوں بیان فرمایا۔

لَوْ رَأَيْتَهُ رَأَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً اگر تم آپ کو دیکھ لیتے تو سمجھتے کہ سورج نکل آیا ہے اسی چہرے کے بارے میں حضرت صدیق فرما رہے ہیں کہ میری آرزو ہے کہ اس مقدس منور، متبرک محترم، محتشم اور روشن چہرے کو دیکھتا رہوں رب کریم نے صدیق کی تمنا اور آرزو کو یوں پورا فرمایا کہ وہ تازیست چہرہ اقدس کی تابانیوں سے فیض یاب ہوتے رہے اور غار ثور میں تو بلا شرکت غیرے دیدار یار سے کاسۂ چشم کو بھرتے رہے غار کے آس پاس دشمنوں کا جمگھٹا تھا، جان کا خطرہ تھا، غار کے اندر سناٹا تھا، خلوت تھی، نہ کوئی تیسرا بندہ تھا نہ کوئی دوسرا کام تھا رفیق غار کی گود تھی، نبوت کا حسین چہرہ تھا اور سیدنا صدیق کی آنکھیں تھیں اور غالباً ان کے ہر بن مو سے یہ آواز بلند ہو رہی تھی۔

تصور عرش پر ہے وقف سجدہ ہے جبیں میری
مرا اب پوچھنا کیا ہے فلک میرا زمیں میری

اور جب حضرت صدیقؓ کا انتقال ہو گیا تو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی صورت پیدا فرما دی کہ ابوبکر کی حسرت دیدار پوری ہوتی رہے اور کہنے والے بجا طور پر کہتے ہیں کہ قبر

میں بھی صورتحال کچھ یوں ہے کہ ۔

پروانے کے لئے چراغ بلبل کے لئے پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

انفاق مال۔

یا رسول اللہ! میری دوسری پسند یہ ہے کہ اپنا مال و متاع آپ پر نچھاور کرتا رہوں۔۔ اور واقعۃً زندگی بھر اپنا مال حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر بلکہ بغیر اشارہ کے بھی دین کی سربلندی کے لئے خرچ کرتے رہے۔

تجارت ان کا ذریعہ معاش تھی جب اسلام قبول کیا اس وقت مالی سرمایہ چالیس ہزار درہم ان کے پاس تھا اس سرمایہ کو اسلام کی خدمت میں خرچ کرتے رہے، جب ہجرت کر کے مدینہ کو چلے تو پانچ ہزار درہم باقی تھے پینتیس ہزار خرچ ہو چکے تھے جب دارالبقاء کی طرف انتقال فرمانے لگے تو نقد ایک حبہ بھی نہ تھا، کفن دیا جانے لگا تو اس میں دو چادریں تو وہی تھیں جو پہلے سے بدن پر تھیں اور ایک چادر نئی لی گئی (سیرۃ الصدیق)

حضرت ابوبکرؓ کے انفاق مال کی گواہی اللہ کا کلام بھی دیتا ہے فرمایا۔

وسیجنبها الاتقی الذی یوتی ماله یتزکی — اور بچایا جائے گا جہنم کی آگ سے وہ جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے اور اپنا مال تزکیہ باطن کے لئے دیتا ہے

(۱۲)

مفسرین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ یہ آیات سیدنا صدیق کی شان میں نازل ہوئیں اور خود زبان نبوت نے بھی آپ کی سخاوت اور ایثار کا اعتراف کیا۔

" حضرت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر کسی کا احسان

نہیں جس کا بدلہ ہم نے دیا ہو مگر ابوبکر کہ ان کا جو احسان ہمارے ذمہ ہے اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دے گا اور کبھی کسی کے مال نے وہ نفع مجھ کو نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔

حضرت ابوبکرؓ اس ارشاد مبارک کو سن کر اترائے نہیں، غرور نہیں کیا بلکہ رو دئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرا مال آپ کا مال نہیں حضرت صدیقؓ کی سبقت فی الخیرات اور سخاوت کی گواہی صحابہؓ کرام بھی دیتے ہیں حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت شیر خداؓ کی شہادت ہے۔

ما استبقنا الی خیر قط الا سبقنا ابوبکر — ہم جس نیکی کی طرف جھپٹے اس میں ابوبکر ہم سے سبقت لے گئے۔

کتنے ہی کمزور مسلمان تھے جن کو آپ نے خرید کر ظالم آقاؤں کے پنجے سے چھڑایا حضرت بلالؓ کو آپ ہی نے خرید کر آزاد کیا تھا، غزوہ تبوک کے موقع پر جو کچھ تھا سب لاکر حاضر کر دیا، حضرت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر دریافت فرمایا۔

اے ابوبکر! بال بچوں کے لئے کیا چھوڑا؟

جواب میں عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا۔

پاکیزہ سرمایہ۔

صدیق اکبر کے سرمائے کی پاکیزگی اور طہارت کے کیا کہنے جب ایسے مصارف میں ان کا سرمایہ صرف ہوا کہ جن چیزوں کے لئے باعث رشک ہے آپ نے وہی ٹکڑے زمین کی قیمت دی، عظمت کا اندازہ کیجئے ہیں جن سے مسجد نبوی کی زمین خرید کی گئی ہے؟

واہ صدیق اکبر! آپ پاک سرمایہ کی سعادت پر قربان جائیے تو کہئے کہ

خرید کر مسجد نبوی کے لئے وقف کیا تھا اس پاک سرزمین کا ایک ٹکڑا ریاض الجنۃ قرار پایا جس کے بارے میں زبان نبوت نے بتایا کہ یہ جنت کا باغ ہے گویا تو نے جنت کا باغ خرید لیا اور دوسرا ٹکڑا وہ ہے جو عرش سے بھی افضل ہے اور جس کے حوالے کائنات کی سب سے بڑی نعمت کی گئی یعنی وہاں شفیع المذنبین ' سید الاولین و الآخرین ' رحمۃ للعالمین شافع محشر ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کئی تک استراحت پذیر ہیں۔

جب تک مسجد نبوی میں اللہ کی عبادت ہوتی رہے گی صدیق اکبرؓ کو ثواب ملتا رہے گا صدقہ جاریہ رہے گا۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حلال اور پاک سرمایہ ہو تو اچھے مصرف پر خرچ ہوتا ہے اور اگر حرام سرمایہ ہو تو غلط جگہ پر خرچ ہوتا ہے اس لئے تو کہا جاتا ہے کہ مال حلال بود بجائے حلال رفت ' مال حرام بود بجائے حرام رفت۔

اور بعض بدبخت تو ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں مرتے دم تک خرچ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی کسی بخیل سے مرتے وقت لوگوں نے کہا تھا او بدبخت! تیرا آخری وقت ہے اب تو اللہ کی راہ میں کچھ دے دے اس نے جواب دیا یہ کیا کم ہے کہ اب میں عزرائیل کو جان دے رہا ہوں ' ایسے بخیلوں کی سوچ فکر اور عقل یہ ہوتا ہے کہ چمڑی جائے دمڑی نہ جائے۔

بیٹی کی سعادت!

صدیق اکبرؓ نے اپنی تیسری آرزو یہ بتلائی کہ میری بیٹی کو آپ کے عقد میں آنے کی سعادت حاصل ہو جائے دراصل حضرت ابوبکر کے پاس جو کچھ تھا غلام کے لئے تھا حضورؐ کے لئے قربان تھا تو دین کے لئے وقف تھا دو بیٹوں میں سے ایک حضرت عبداللہؓ غزوہ طائف میں شہید ہوگئے ' حضرت عبدالرحمٰنؓ نے بھی تلافی

رسول اختیار کر لی، فتح مکہ کے وقت اپنے نوے سالہ بوڑھے اور نابینا باپ کو آپ کی خدمت لا کر حاضر کر دیا کہ ظاہری بینائی نہ سہی ایمان سے باطنی بصیرت عطا ہو جائے آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ

ابوبکر بڑے میاں کو کیوں تکلیف دی میں خود ان کے پاس
جاتا عرض کیا کہ انہیں کو حاضر خدمت ہونا چاہئے تھا (گویا پیاسے کو چشمے پر آنا چاہئے تھا)

دونوں بیٹیاں اسلام کے لئے وقف رہیں، یہ مطلب ٹھیک ٹھیک اور کامل طور پر آپ کے گھرانے پر صادق آتا تھا کہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است یوں تو سارا صدیقی گھرانہ ہی خدمت اسلام کے لئے وقف تھا لیکن اس کے باوجود حضرت ابوبکر محسوس کرتے تھے کہ میری ایک بچی سرکار کی خانگی خدمت میں اور اسلامی احکام و مسائل کی تعلیم کے لئے وقف ہونی چاہئے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی بیویاں معمر تھیں
یا بیوہ تھیں عمر رسیدہ تھیں مقتضائے عمر کے تحت علمی مسائل کو عرصہ تک یاد رکھنا ان کے لئے مشکل تھا

میرے دوستو! ذرا اہلسنت اس بات پر گواہ ہے کہ امت کو قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر، عقائد و عبادات، حلال و حرام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی اور خانگی زندگی کے بہت سارے مسائل صدیق کی بچی صدیقہ کے واسطہ سے معلوم ہوئے، جب کسی مسئلہ میں تنازع ہو جاتا تو بڑے بڑے صحابہ صدیقہ کائنات کے دروازے پر حاضر ہوتے اور فیصلہ پوچھتے عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو بھی قرآن کے معانی، میراث، حلال و حرام، فقہ، اشعار، عرب کے احکام، علم الانساب میں آپ سے زیادہ [illegible]

حضرت مسروق کہتے ہیں میں نے بڑے بڑے صحابہ کو میراث کے مسائل سیدہ عائشہ سے پوچھتے دیکھا ہے۔ بہرحال سیدنا ابوبکر صدیق کی اس آرزو کی بھی اللہ تعالیٰ نے تکمیل فرمادی اور تکمیل بھی اس شان سے کہ عقد نکاح کا فیصلہ صدیق اکبر کے رب نے آسمانوں پر کیا ہے اور اس عقد کی بشارت جبرئیل علیہ السلام نے خواب میں آپ کو دی (مسلم)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تو آپ نے سنا ہی ہوگا کہ عورت کا انتخاب چار اوصاف کی بناء پر ہو سکتا ہے دولت، حسن و جمال، حسب نسب، دینداری مگر تم دینداری کو ترجیح دو ـــــ یعنی سیدہ عائشہ میں یہ چاروں اوصاف علیٰ وجہ الکمال پائے جاتے تھے خاص طور پر دینداری، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، دیانت و شرافت اور ایثار و سخاوت جیسے اوصاف بدرجہ اتم پائے جاتے تھے اسی لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا "مرد تو بہت کامل ہوئے ہیں اور عورتوں میں سے صرف مریم بنت عمران آسیہ زوجہ فرعون کامل ہوئی ہیں اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر"

واضح رہے کہ عربوں کو اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ثرید بڑا محبوب تھا۔

فاروقؓ کی پسند۔

صدیق اکبر اپنی پسند بیان کرنے کے بعد خاموش ہوئے تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا اے ابوبکر آپ نے بھی سچ فرمایا اور مجھے بھی تین چیزیں محبوب ہیں۔ پہلی چیز ہے نیک کاموں کا دوسروں کو حکم دینا اور دوسری چیز ہے برائیوں سے روکنا،

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حقیقت میں انبیاء کا فریضہ اور ان کا شیوہ رہا ہے

انبیاء کے بعد یہ کام وہی لوگ کریں گے جو انبیاء کے سچے وارث ہوں گے اور حضرت عمر فاروقؓ چونکہ علوم نبوت کے وارث اور سچے جانشین تھے اس لئے یہ صفت ان کی ذات میں نمایاں تھی شاید اسی لئے اللہ کے رسولؐ نے فرمایا "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے"

بدی کی قوتیں اور شیطانی کارندے سیدنا فاروقؓ اعظم سے بدکتے تھے اور ان کے سامنے سے بھی بھاگتے تھے اللہ کے رسول نے فرمایا۔

انی لانظر الی شیاطین الجن والانس یفرون من عمر

میں انسانی اور جنی شیطانوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ عمر سے بھاگتے ہیں۔

ایک مرتبہ قریش کی کچھ خواتین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کسی معاملے میں بلند آواز سے گفتگو کرنے لگیں، اتفاق سے حضرت عمرؓ بھی کہیں سے تشریف لے آئے انہیں دیکھتے ہی عورتیں خاموش ہوگئیں اور پردے کے پیچھے چھپ گئیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی اور آپؐ نے فرمایا۔

یا ابن الخطاب والذی نفسی بیدہ ما لقیک الشیطن سالکا فجا الا سلک فجا غیر فجک

اے خطاب کے بیٹے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے شیطان جب تجھے کسی راستے میں چلتے ہوئے پاتا ہے تو تیرا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے میں چلنے لگتا ہے۔

گویا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حضرت فاروق اعظمؓ کو اس قدر اہتمام تھا کہ وہ جدھر سے گزر جاتے تھے وہاں معروفات اور نیکیاں عام ہوتی جاتی تھیں اور منکرات اور برائیاں رخصت ہوتی جاتی تھیں بد [illegible] اپنی زبان سے [illegible]

کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی بس ان کی ذات کی موجودگی ہی حسنات کی اشاعت اور سیئات کے سدّباب کی روشن دلیل اور واضح سند تھی وہ حقیقت میں امربالمعروف اور نہی عن المنکر میں فنا تھے اور اس کا انہیں بہت زیادہ اہتمام تھا اور اہتمام اس لئے تھا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ان کی بڑی تاکید آئی ہے اور ان کے ترک پر بڑی سخت وعیدیں وارد ہیں سورہ آل عمران میں اس امت کے خیر الامم ہونے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ امربالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی ہے (۱۴)

قرآن کریم نے حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں نقل کی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے "بیٹا نماز پڑھا کرو اچھے کاموں کی نصیحت کیا کرو اور برے کاموں سے منع کیا کرو"۔ (۱۵)

حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کردے تو اس کو بند کرے اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کردے اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے" (۱۶)

حضرت عمرؓ کی سیرت اس بات پر گواہ ہے کہ وہ عزیمت پر عمل کرتے ہوئے سب سے پہلے ہاتھ ہی سے روکنے کی کوشش فرماتے تھے اور برائی سے تو وہ روکتے ہی تھے برائی کے اسباب کا بھی قلع قمع فرماتے تھے۔

غزوہ تبوک کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے لوگوں سے جہاد پر بیعت لی تھی اس بناء پر یہ درخت متبرک سمجھا جانے لگا تھا اور لوگ اس کی زیارت کو آتے تھے، حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر اس کو جڑ سے کٹوا دیا (۱۷) چونکہ اندیشہ تھا کہ کہیں لوگ اس درخت کی پوجا پاٹ نہ شروع کردیں اور

یہاں نذر و نیاز نہ مانتے تھیں اس لئے آپ نے درخت ہی کٹوا دیا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ شرک سے اور لکڑی پتھر اور دھاتوں کے بتوں سے آپ کے دل میں اس قدر نفرت تھی کہ جب حجر اسود کے سامنے کھڑے ہوتے تو اعلانیہ کہتے

انی اعلم انک حجر وانک لا تضر ولا تنفع (۴۰)

میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے ' فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔

بعض روایات میں ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ اگر میں نے حضورؐ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

جس انسان کو بت پرستی اور شرک سے اس قدر نفرت ہو وہ شجر پرستی کیسے برداشت کر سکتا تھا۔

عجیب واقعہ۔ محترم حاضرین۔ میں یہاں آپ کو ایک عجیب واقعہ سنانا چاہتا ہوں جس سے ایک طرف عدل فاروقی معلوم ہوتا ہے دوسری طرف یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے دل میں امر بالمعروف اور لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کا کس قدر جذبہ تھا۔

جبلہ بن ایہم غسانی ' شام کا مشہور رئیس بلکہ بادشاہ تھا وہ مسلمان ہو گیا ' کعبہ کے طواف میں اس کی چادر کا ایک گوشہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آگیا ' جبلہ نے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا ' اس نے بھی برابر کا جواب دیا ' جبلہ غصے سے بے تاب ہو گیا اور حضرت عمرؓ کے پاس آیا حضرت عمر نے اس کی شکایت سن کر کہا کہ "تم نے جو کچھ کیا اس کی سزا پائی" اس کو سخت حیرت ہوئی اور کہا کہ ہم اس رتبہ کے لوگ ہیں کہ کوئی شخص ہمارے ساتھ گستاخی سے پیش آئے تو قتل کا مستحق ہوتا ہے

حضرت عمر نے فرمایا " جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلام ۔ نے پست و بلند کو ایک

کر دیا"

اس نے کہا کہ اگر اسلام ایسا مذہب ہے جس میں شریف و ذلیل کی کوئی تمیز نہیں تو میں اسلام سے باز آتا ہوں" غرض وہ چھپ کر قسطنطنیہ چلا گیا لیکن حضرت عمر نے اس کی خاطر قانون انصاف کو بدلنا نہیں چاہا (۱۲)

حضرت قاری محمد طیب اس کے بعد کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد ایک صحابی کا قسطنطنیہ جانا ہوا تو جبلہ نے ان کے سامنے ندامت کا اظہار کیا اور کہا کہ میں دوبارہ اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہوں لیکن لوگوں کی ملامت سے ڈرتا ہوں اگر عمر فاروق مجھے اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیں تو میں اسلام قبول کرلوں گا اس صحابی نے کہا کہ تمہاری اس بات کا جواب تو امیرالمومنین کی مرضی ہی سے دیا جا سکتا ہے وہ جب مدینہ منورہ واپس آئے تو انہوں نے حضرت عمر کو سارا ماجرا سنایا تو آپ نے فرمایا اللہ کے بندے! اگر میری بیٹی کا رشتہ لے کر ایک شخص مسلمان ہو رہا تھا تو تم نے فوراً اس کی پیش کش کو قبول کیوں نہ کرلیا مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی" یہ صحابی قسطنطنیہ واپس گئے مگر چونکہ جبلہ ایک دفعہ نعمت اسلام کی ناقدری کر چکا تھا اس لئے رب ذوالجلال نے اسے اس عظیم نعمت سے یوں محروم کیا کہ جب وہ صحابی قسطنطنیہ پہنچے تو جبلہ کا حالت ارتداد میں انتقال ہو چکا تھا اور اب اس کا جنازہ اٹھ رہا تھا۔

پرانا لباس-

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی قمیص پسند جو بیان فرمائی وہ تو پڑھ لیں! یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت عمر کا جسم کبھی نرم و نازک کپڑے سے مس نہیں ہوا بدن پر بارہ بارہ پیوند کا کرتہ، سر پر پھٹا ہوا عمامہ اور پاؤں میں پھٹی پرانی جوتیاں ہوتی تھیں اسی حالت میں وہ عرب و عجم میں لشکر کشی کے لئے فوجیں بھیجتے تھے وہ قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے ملتے تھے اور مفتوحہ علاقوں سے آنے والے سفیروں

سے ملاقاتیں کرتے تھے مسلمانوں کو شرم آتی تھی مگر اقلیم زہد کے بے تاج بادشاہ کے آگے کون زبان کھولتا ایک دفعہ بعض صحابہ کے کہنے پر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے کہا امیر المومنین اب اللہ نے خوشحالی دی ہے بادشاہوں کے سفراء اور عرب کے وفود آتے رہتے ہیں اس لئے آپ کو اپنے طرز معاشرت میں تبدیلی کرنی چاہئے حضرت عمرؓ نے کہا افسوس تم دونوں ام المومنین ہو کر دنیا طلبی کی ترغیب دیتی ہو، عائشہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کو بھول گئیں کہ تمہارے گھر میں صرف ایک کپڑا تھا جس کو دن کو بچھاتے تھے اور رات کو اوڑھتے تھے (۲۰)

ایک مرتبہ حضرت عمر کو جمعہ کی نماز کے لئے تشریف لانے میں تاخیر ہو گئی جب تشریف لائے تو معذرت کی کہ مجھے اپنے کپڑے دھونے میں دیر ہوئی اور ان کپڑوں کے علاوہ اور کپڑے تھے ہی نہیں جب شام کا سفر کیا تو شہر کے قریب پہنچ کر کسی وجہ سے اپنے غلام اسلم کے اونٹ پر سوار ہو گئے ادھر اہل شام استقبال کو آرہے تھے جو آتا تھا پہلے اسلم کی طرف متوجہ ہوتا تھا وہ حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کرتا تھا لوگوں کو تعجب ہوتا تھا اور آپس میں (حیرت سے) سرگوشیاں کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان کی نگاہیں شان و شوکت ڈھونڈ رہی ہیں (وہ یہاں کہاں)

یہ اس شخص کی معاشرت تھی جو ۲۲ لاکھ مربع میل سے زیادہ کا فاتح تھا عراق و مکران اور فارس و طبرستان اس کے زیر نگیں تھے، قیصرو کسریٰ جس کے نام سے لرزتے تھے جو خالد بن ولیدؓ اور امیر معاویہؓ جیسے جرنیلوں اور سعد بن ابی وقاص، ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمرو بن العاص جیسے گورنروں اور اکابر صحابہؓ کے نام احکام جاری کرتا تھا جس کے رعب داب کا یہ عالم تھا کہ خالدؓ سیف اللہ کو معزول کر دیا تو کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی سکندر و تیمور تیس تیس ہزار فوج رکاب میں لے کر نکلتے تھے جب ان کا رعب قائم ہوتا تھا عمر فاروقؓ کے سفر شام میں سواری کے ایک اونٹ کے

سوا اور کچھ نہ تھا لیکن چاروں طرف شور تھا کہ مرکز عالم جنبش میں آگیا ہے لیکن اس سارے رعب داب اور شان و شوکت کے باوجود حالت یہ ہے کہ سر پر پرانا سا عمامہ ہے' بدن پر پیوند کی قمیض ہے پاؤں میں پھٹا ہوا جوتا ہے کاندھے پر مشک رکھ کر غریب عورتوں کا پانی بھر رہے ہیں تھک جاتے ہیں تو فرش خاک پر پڑ کر سوجاتے ہیں جہاں جاتے ہیں تنہا جاتے ہیں اونٹوں کے بدن پر اپنے ہاتھ سے تیل مل لیتے ہیں' درو دربار' نقیب و چاؤش اور حشم خدم کا نام تک نہیں۔

ایک سوال۔

مجھے یہاں ان بدبخت بدکردار' بدزبان اور بد فکر انسانوں سے ایک سوال کرنے کی اجازت دے دیجئے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ خلافت کا غاصب اور لٹیرا کہتے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کہ ظالمو! اگر تمہارے اندر حیا کی ادنیٰ سی رمق بھی باقی ہے

اگر تمہارے ضمیر میں چند سانسیں بھی باقی ہیں۔

اگر تمہاری انسانیت نے دم نہیں توڑ دیا ہے۔

تو خدارا' سینے پر ہاتھ رکھ کر بتاؤ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا غصب کیا؟ کونسی چیز لوٹی؟ پیوند لگی ہوئی قمیض لوٹی؟ پھٹا پرانا عمامہ لوٹا؟ گھسی پٹی جوتی لوٹی؟ آرام کرنے کے لئے زمین کا ننگا فرش اور اینٹ کا تکیہ لوٹا؟ مدینہ میں کونسا بنگلہ بنوایا؟ کیا عیاشی کی؟

ذرا سوچو تو سہی لیٹروں کی زندگی ایسی ہوتی ہے۔

لباس کے بارے میں تو آپ سن ہی چکے' غذا بھی عموماً نہایت سادہ ہوتی تھی دسترخوان پر روٹی اور روغن زیتون کا معمول تھا روٹی اگر گندم کی ہوتی تو آٹا چھانا نہیں جاتا تھا مہمان یا سفراء آتے تو ان کو کھانے میں تکلیف ہوتی تھی کیونکہ وہ ایسی سادی

اور معمولی غذا کے عادی نہیں ہوتے تھے۔

عتبہ بن فرقد نے ایک روز اچھی غذا کھانے کی آپ سے درخواست کی تو فرمایا " افسوس ہے کیا میں اس چند روزہ زندگی کو اچھا کھا کر اور دنیا کے مزے لے کر گزار دوں؟

ذوالنورینؓ کی پسند اب حضرت ذوالنورین کی باری تھی انہوں نے عرض کیا اے عمر! آپ نے بھی سچ فرمایا اور مجھے بھی دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں پہلی اور دوسری چیز یہ ہے کہ

اِشْبَاعُ الْجِیَاعِ وَکِسْوَۃُ الْعُرْیَانِ بھوکوں کا پیٹ بھرنا اور ننگوں کو کپڑے پہنانا اور یہ وہ کام ہیں کہ جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں بڑی اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی ہے اور چونکہ اسلام کا ابتدائی دور مسلمانوں کے لئے بڑی غربت و عسرت اور فقر و فاقہ کا دور تھا حالت یہ تھی کہ بعض صحابہ کے پاس تن ڈھانپنے کے لئے معقول لباس تک نہ تھا حضرت مصعب بن عمیرؓ کو بعض اوقات ننگا اس حالت میں گھر سے نکالا گیا کہ ان کے کپڑے بھی چھین لئے گئے

حضرت ابوہریرہؓ کا حال یہ تھا کہ بھوک کی وجہ سے غشی طاری ہو جاتی تھی اور وہ بے ہوشی کی حالت میں سر راہ پڑے رہتے تھے ناواقف لوگ سمجھتے کہ مرگی کا دورہ پڑا ہے اور وہ اپنے خیال کے مطابق مرگی کا علاج کرنے کے لئے گردن پر پاؤں رکھ کر دباتے تھے تاکہ افاقہ ہو جائے لیکن حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بھوک کے علاوہ اور کوئی بیماری نہیں ہوتی تھی۔

کئی صحابہ ایسے تھے جنہوں نے پیٹ کی بھوک مٹانے کے لئے درختوں کے پتے کھائے اور خاردار جھاڑیوں کی نرم نرم شاخیں چبا ڈالیں۔

تو ان حالات میں ظاہر ہے کہ بھوکوں کو کھانا کھلانا اور محتاجوں کو لباس پہنانا بہت بڑی نیکی تھی اور حضرت عثمانؓ اس نیکی کو حاصل کرنے میں سب سے پیش پیش تھے آپؓ کو اللہ تعالٰی نے مال کی فراوانی عطا کی تھی اور آپ محض رضاءِ الٰہی کے حصول کے لئے اس فراوانی کو مسلمانوں کے لئے سامان زیست کی بہم رسانی میں خرچ فرماتے تھے اللہ تعالٰی نے آپ جیسے صاحب خیر انسانوں کے بارے میں فرمایا۔

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ (۳۱) وہ اللہ تعالٰی کی محبت کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا مسکین اور یتیم اور قیدی کو

اور اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی جو مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے قیامت کے دن جہنمیوں سے سوال و جواب کا اللہ تعالٰی نے یوں ذکر فرمایا ہے۔

مَا سَلَكَكُمْ فِىْ سَقَرَ ○ قَالُوْا (پوچھا جائے گا) تمہیں کس چیز نے جہنم میں ڈالا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ تو کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور ہم مسکینوں کو نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (۳۲) کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

اور خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کی مذمت یوں بیان فرمائی۔

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِىْ يَشْبَعُ وَ (۳۳) وہ انسان کامل مومن نہیں ہو سکتا جو پیٹ بھر کر جَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰى جَنْبِهٖ کھائے اور اس کے قریب اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

اور بات صرف کھانا کھلانے اور لباس پہنانے تک محدود نہ تھی بلکہ حضرت ذوالنورین مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے تھے ' ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے ' بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرتے تھے ' مسلمانوں کی غربت اور فقر و فاقہ سے ان کو دلی صدمہ ہوتا تھا ایک دفعہ ایک جہاد میں مفلسی کی وجہ سے مسلمانوں کے چہرے اداس تھے اور منافق خوشی کے مارے اکڑتے پھرتے تھے

آپ نے اسی وقت چودہ اونٹوں پر کھانے پینے کا سامان لاد کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا کہ اس کو مسلمانوں میں تقسیم کرادیں (۴۴)

مدینہ میں تمام کنویں کھاری تھے ' صرف بیر رومہ جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا وہ میٹھا تھا ' حضرت عثمانؓ نے رفاہ عام کے خیال سے اس کو بیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا اسی طرح جب مسلمانوں کی کثرت ہوئی اور مسجد نبویؐ میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے نمازیوں کو تکلیف ہونے لگی تو حضرت عثمانؓ نے ایک بڑی رقم خرچ کر کے توسیع کرائی۔

غرضیکہ کوئی بھی موقع ہوتا کوئی بھی حالت ہوتی حضرت ذوالنورینؓ کی دولت مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور اسلام کی حفاظت و اشاعت کے لئے وقف رہتی تھی بالخصوص وہ کسی مسلمان کو بھوکا اور ننگا نہیں دیکھ سکتے تھے۔

حضرت ذوالنورین کی سیرت اور پسند میں ان سرمایہ داروں کے لئے درس ہے جن کو زیادہ کھا لینے کی وجہ سے بد ہضمی ہوجاتی ہے حالانکہ ان کا پڑوسی غریب اور مسلمانوں کے بچے بھوک سے بلکتے ہوئے رات گزار دیتے ہیں اور ان خوشحال لوگوں کے لئے بھی درس ہے جن کی الماریوں میں بیسیوں قسم کے لباس ہوتے ہیں حالانکہ وہ دن بھر ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کو تن ڈھانپنے کے لئے چیتھڑے تک میسر نہیں ہوتے۔

تلاوت قرآن۔

حضرت ذوالنورینؓ نے اپنی تیسری پسند قرآن کی تلاوت بیان فرمائی ' دورِ حاضر کے مسلمانوں میں کئی لوگ ہیں جو بڑی دیدہ دلیری سے کہتے ہیں کہ خالی خولی تلاوت کا کوئی فائدہ نہیں جب تک کہ قاری معانی کو نہ سمجھتا ہو میں بھی مانتا ہوں کہ قرآن کے معانی کو سمجھنا ' اس میں تدبر کرنا از حد ضروری ہے اور استطاعت کے باوجود فہم قرآن

سے محروم رہنا بہت بڑی بدبختی ہے لیکن اس کے باوجود صرف الفاظ کی تلاوت بھی فائدہ سے خالی نہیں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت کے جو چار مقاصد بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک مقصد تلاوت کتاب بھی ہے اور آپ نے خود بھی تلاوت کتاب کا حق ادا کیا اور اپنی امت کو بھی تلاوت کرنے کی ترغیب دی اور اس کے لئے بے شمار فضائل بیان فرمائے۔

"آپ ؐ نے فرمایا قیامت کے دن صاحب قرآن سے کہا جاوے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا بس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہنچے" (۲۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھے اس کے لئے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ سارا "الٓمٓ" ایک حرف ہے بلکہ "الف" ایک حرف "لام" ایک حرف "میم" ایک حرف (۲۶)

نکتہ۔ میرے دوستو! کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو شب و روز قرآن کی تلاوت میں مصروف رہتے ہیں اور کتنے بدبخت ہیں وہ لوگ جن کے دن کا آغاز بھی گانے سننے سے ہوتا ہے اور اختتام بھی اس پر ہوتا ہے بلکہ زندگی بھی اسی کام میں گزرتی ہے اور موت بھی اسی حالت میں آجاتی ہے۔

تلاوت کرنے والا ایسے ہوتا ہے گویا کہ وہ اللہ سے باتیں کر رہا ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم اٹھا لے کہ میں آج اللہ تعالیٰ سے باتیں کروں گا پھر اگر وہ تلاوت کر لے تو قسم سے بری ہو جائے گا پھر اس نکتے پر بھی تو غور کرو کہ

اگر کسی عام آدمی کو کسی بڑی شخصیت سے' کسی وزیر سے' کسی سرمایہ دار سے' کسی بڑے محدث سے بات کرنے کا موقع مل جائے تو وہ اپنے آپ کو بڑا خوش بخت سمجھتا ہے تو جسے اللہ سے کلام کرنے کا موقع مل جائے تو وہ کتنا عظیم خوش نصیب ہوگا' اس موقع پر میں آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سناتا ہوں جس سے تلاوت قرآن کی فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے اور حضرت ذوالنورینؓ کی عظمت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

"آپ نے فرمایا کہ حسد دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے دوسرے وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ رات دن اس کو خرچ کرتا ہے" (۴۷)

(واضح رہے کہ اس حدیث میں حسد' رشک کے معنی میں ہے کیونکہ حسد تو کسی حال میں بھی جائز نہیں)

عظمت ذوالنورینؓ۔ اگر اس حدیث کی روشنی میں جناب ذوالنورین کی عظمت کو پرکھیں تو وہ پوری امت کے لئے قابل رشک انسان نظر آتے ہیں ایک طرف تو وہ ہر وقت اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے سیم و زر لٹانے اور نچھاور کرنے پر آمادہ رہتے تھے اور دوسری طرف وہ شب و روز قرآن کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے تلاوت قرآن کے ساتھ ان کی سچی لگن اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جامع و ناشر قرآن بننے کی سعادت عطا فرمادی انہوں نے پوری امت کو ایک لغت قریش پر جمع کر کے اس بارے میں اختلاف کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا اور مصحف کے تصدیق شدہ صحیح نسخے سارے عالم اسلام میں پھیلا دیئے اور آج تک مصحف عثمانی قرآن حکیم کی کتابت و اشاعت کے لئے ایک

معیار اور کسوٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔

تلاوت قرآن کے لئے ذُوالنّورین کی خوش نصیبی ملاحظہ کیجئے کہ جب زندگی بھر جی بھر کر تلاوت اور مسلسل تلاوت کے بعد زندگی کا سورج غروب ہونے لگا اور شام شہادت قریب آئی تو اس وقت بھی آپ تلاوت میں مصروف تھے۔

گرامی قدر حاضرین ! زبان سے اپنی پسندیدہ اور مرغوب چیزوں کو بیان کرنا بہت آسان ہے مگر ان کا ساتھ نبھانا بڑا مشکل ہے مگر قربان جائیے اس عظیم انسان کی استقامت و صداقت پر ' عہد و وفا پر ' صبر و رضا پر ' صدق و صفا پر ' جود و سخا پر جو ابوبکرؓ و عمرؓ کے بعد افضل البشر تھا ' دوہرا دامادِ رسول ؐ تھا ' کاتبِ الوحی تھا ' جامع و ناشر قرآن تھا ' سفیر بیعت رضوان تھا ' امیر المومنین اور امام المتقین تھا ' کہ مکان باغیوں کے محاصرے میں ہے مخالفانہ نعرے لگ رہے ہیں ' حملہ کی سازشیں آخری مرحلے میں ہیں تلواریں لہرا رہی ہیں ' نیزے چمک رہے ہیں ' مگر جبل استقامت پورے انہماک کے ساتھ معانی میں ڈوب کر ' معارف میں غوطہ زن ہو کر تلاوت میں بلکہ یوں کہیں کہ اپنے مالک حقیقی سے سرگوشیوں میں مصروف ہے ' روزہ رکھا ہوا ہے ' محاصرے کو پچاس دن گزر گئے ہیں ' گھر میں نہ پانی ہے نہ کھانے کا سامان ' ابھی کچھ ہی دیر پہلے آنکھ لگ گئی تو سید الکونین جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ملے اور فرمایا عثمان ! آج روزہ ہمارے ساتھ افطار کرنا اور کہنا چاہیے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ افطار کی خوشی میں مزے مزے سے تلاوت میں مصروف ہو گئے یوں تو ساری زندگی ہی تلاوت میں گزری تھی لیکن آج کی تلاوت کا مزہ ہی کچھ اور تھا یہ تو زندگی کی آخری تلاوت تھی اور بات یہ ہے کہ جب عبادت کو زندگی کی آخری عبادت سمجھ کر ادا کیا جائے تو اس کی لذت کچھ اور ہوتی ہے تو اندازہ لگایئے کہ اس پاکیزہ انسان کو تلاوت میں کتنا مزہ آ رہا ہو گا جسے اپنی تلاوت کے بارے میں یقین ہو

کہ یہ میری زندگی کی آخری تلاوت ہے۔

اور اے قتیل تیغ ابن سبا اور امام صبر و رضا! تیرے قدموں کی دھول پر ہزاروں اسلم قربان! تو نے کہا تھا کہ مجھے تلاوت قرآن پسند ہے تو قرآن کے نازل کرنے والے کو تیری پسند اس قدر پسند آئی کہ تیری زندگی کی آخری سانس نکلی تو وہ بھی قرآن کے مقدس و مطہر حروف سے معطر تھی۔

گواہی اور میرے دوستو! بات یہ ہے کہ کسی کی تلاوت کی گواہی فضا دے گی کسی کی تلاوت کی گواہی مسجد کی دیواریں دیں گی کسی کی تلاوت کی گواہی گھر کی چھت دے گی کسی کی تلاوت کی گواہی انسان دیں گے کسی کی تلاوت کی گواہی ملائکہ دیں گے مگر اے جامع و ناشر قرآن' کامل الحیاء و الایمان تیرے نصیب کی عظمت و رفعت پر کیوں نہ زمانہ رشک کرے کہ تیری تلاوت کی گواہی خود قرآن کے با برکت اوراق دیں گے اس لئے کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ کے جسم سے نکلنے والے خون کے چند قطرے قرآن کے اوراق میں جذب ہو گئے اور یہ قطرے جہاں گرے وہ الفاظ یہ تھے " **فسیکفیکھم اللّٰہ** " اور دیکھا جائے تو اس مختصر جملے میں قاتلان عثمان کے لئے دھمکی بھی تھی کہ اللہ ان کو کافی ہو جائے گا اللہ ان سے نمٹ لے گا اور تاریخ بتاتی ہے کہ اللہ! سیدنا عثمان بن عفانؓ کے قاتلوں سے نمٹا' کیسے نمٹا؟ یہ تفصیلات انشاء اللہ پھر کبھی سہی۔

اسدؓ اللہ کی پسند! چوتھے نمبر پر اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالبؓ گویا ہوئے اور فرمایا عثمان! تم نے سچ کہا اور مجھے بھی تین چیزیں مرغوب ہیں پہلی چیز ہے مہمان کی خدمت کرنا اور جناب مرتضٰیؓ کو مہمان نوازی کرنا پسند کیوں نہ ہوتا جبکہ وہ نسل ابراہیمؑ سے تعلق رکھتے تھے اور جناب خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے تو اس وقت کھانا کھانا بھی مشکل ہو جاتا تھا جب کہ ان کے دستر خوان پر کوئی مہمان نہیں

ہوتا تھا '

ایک دن یوں ہوا کہ کوئی مہمان نہیں آیا تو ایک بوڑھے کو تلاش کرکے لائے اور دستر خوان پر اسے بٹھایا اور اسے کہا کہ اللہ کا نام لے تو اس نے کہا میں تو نہیں لیتا آپ نے اسے اٹھا دیا تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا کہ اے ابراہیمؑ وہ اسی سال تک بتوں کی پرستش اور مجھ سے بغاوت کرتا رہا مگر میں نے اسے کھانے سے محروم نہیں کیا اور تم نے اسے ایک وقت کے کھانے پر دھتکار دیا ' حضرت ابراہیمؑ اسے بڑی مشکل سے تلاش کرکے لائے اسے جب ساری بات سنائی تو وہ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

اسلامی روایت۔ اور بات صرف نسلی اور خاندانی اثرات کی نہیں تھی بلکہ مہمان نوازی ' مسلمانوں کا امتیازی شعار اور اسلامی روایت بھی ہے بلکہ اللہ کے رسولؐ نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو
الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے

اور حضرت ابو شریح کعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور خاطر و مدارت کا زمانہ ایک دن اور ایک رات ہے (یعنی تکلفات اور احسان کا) اور مہمان کی ضیافت کی مدت تین دن اور تین رات ہے اور اس کے بعد کی مہمان نوازی صدقہ اور خیرات ہے اور مہمان کو چاہیے کہ وہ اپنے میزبان کے ہاں زیادہ عرصہ تک نہ ٹھہرے کہ وہ تنگ آجائے (۲۸)

سبحان اللہ ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت و دانائی اور دور اندیشی کے کیا کہنے ایک طرف تو میزبان کو ارشاد فرمایا کہ اپنے مہمان کی عزت کرو اور دوسری

طرف مہمان کو سمجھا دیا کہ اپنے میزبان کے ہاں اتنا طویل قیام نہ کرنا کہ وہ بیچارا تنگ آجائے اور معاملہ اس میزبان کی طرح نہ ہوجائے جس نے تنگ آکر مہمان سے بظاہر بڑی ہوشیاری سے کہا تھا کہ اب تو جناب کے بیوی بچے اداس ہو گئے ہوں گے تو اس مہمان نے بڑے ڈھٹائی پن سے کہا تھا کہ ہاں اسی لئے میں سوچ رہا ہوں کہ انہیں بھی یہیں بلا لوں۔

غناء دل! سیدنا علی مرتضیٰؓ اگرچہ دنیاوی دولت سے تہی دامن تھے لیکن دل غنی تھا کبھی کوئی سائل آپ کے دروازے سے ناکام واپس نہیں ہوا، حتیٰ کہ قوت لا یموت تک دے دیتے ایک دفعہ رات بھر باغ سینچ کر تھوڑے سے جو مزدوری میں حاصل کئے، صبح کے وقت گھر تشریف لائے تو ایک تہائی جو پسوا کر حریرہ پکوانے کا انتظام کیا، ابھی پک کر تیار ہی ہوا تھا کہ ایک مسکین نے صدا دی، حضرت علیؓ نے سب اٹھا کر اس کو دے دیا اور پھر دوسرے تہائی کے پکنے کا انتظار کرنے لگے لیکن تیار ہوا ہی تھا کہ ایک مسکین یتیم نے دست سوال بڑھایا اسے بھی اٹھا کر اس کی نذر کیا، غرض اس طرح تیسرا حصہ بھی جو بچ رہا تھا، پکنے کے بعد ایک مشرک قیدی کو دے دیا گیا، اور یہ مرد خدا رات بھر کی مشقت کے باوجود دن کو فاقہ میں مست رہا اللہ پاک کو یہ ایثار کچھ ایسا پسند آیا کہ اس نے یہ آیت آپؓ کی تعریف میں نازل فرما دی۔

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا — اور وہ اللہ کی محبت کی خاطر (یا کھانے کی خواہش کے باوجود) مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں

(۲۹)

ایک دفعہ شدید بھوک کی وجہ سے گھر سے مزدوری کی نیت سے نکلے ایک ضعیف عورت کے باغ کو سینچ کر چند کھجوریں اجرت میں لیں لیکن اکیلے کھانے کی عادت ہی نہیں تھی اپنے جد امجد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا خون رگوں میں تھا،

تو کھجوریں لیے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہیں کر آپ نے نہایت شوق کے ساتھ کھانے میں ساتھ دیا (۳۰)

ذرا سوچئے تو سہی کہ اگر ہم جیسا کوئی ہو اور شدید بھوک کی حالت میں سخت مزدوری کے بعد اگر اسے چند کھجوریں مل جائیں تو وہ کسی کا انتظار بھی کرتا ہے؟ مگر جناب مرتضیٰؓ کے لئے تنہا خوری بڑی مشکل تھی کیونکہ مہمان نوازی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

گرمیوں کے روزے! داماد رسول، زوج بتول، حسنینؓ کے گرامی قدر والد سید الصوفیاء جناب علی مرتضیٰؓ نے اپنی دوسری پسند گرمیوں کے روزے رکھنا بیان فرمائی، آپ مطلقاً یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ مجھے روزے رکھنا پسند ہے خواہ گرمیوں کے ہوں یا سردیوں کے لیکن آپ نے خاص طور پر گرمیوں کے روزوں کو پسند فرمایا کیونکہ وہ نفس امارہ کی مغلوبیت کے لئے زیادہ موثر ہوتے ہیں، طبیعت پر زیادہ مشکل ہوتے ہیں اور سیدنا علی مرتضیٰؓ تو امیر عزیمت تھے نفس امارہ کا سرکش گھوڑا ان کے تابع فرمان تھا، مشکلات ان کے سامنے آسان ہو جاتی تھیں اور بظاہر ناممکن نظر آنے والے مسائل کا کوہ گراں ان کے لئے گرد راہ ثابت ہوتا تھا، روزے تو سارے ہی صحابہؓ رکھتے تھے کیونکہ روزوں میں بے حساب فضائل و ثمرات پوشیدہ ہیں مگر جناب مرتضیٰؓ نے بلند ہمتی کی وجہ سے اپنے لئے گرمیوں کے روزے پسند فرمائے

صحابہ کرامؓ فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزوں کا اہتمام بھی کرتے تھے اور اس لئے کرتے تھے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں کے فضائل بہت زیادہ بیان فرمائے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی ایک روزہ دار کی افطار کے وقت دوسرے عادل بادشاہ کی

دعا تیسرے مظلوم کی (۳۱)

ایک حدیث قدسی ہے اللہ کے رسولؐ نے فرمایا۔

روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں۔

عبادتیں تو ساری ہی اللہ کے لئے ہیں لیکن روزے کو خاص طور پر اپنی عبادت اس لئے قرار دیا کہ دوسری عبادات میں پھر بھی انکسار ہو جاتا ہے لوگوں کو پتہ چل جاتا ہے لیکن روزے میں سب سے زیادہ اخلاص سب سے زیادہ اخفاء ہے اس عبادت کا عام طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو پتہ نہیں چلتا۔

ایک روایت میں "وانا اجزی بہ" کے الفاظ ہیں جن کا معنی یہ ہے کہ میں ہی روزے کی جزا ہوں گویا روزہ اتنی بڑی عبادت ہے کہ دوسری چیز سے اس کی جزاء دینا ناممکن ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے کی جزا میں خود ہوں۔

اور جس عبادت کی جزا خود رب کائنات ہو وہ عبادت کتنی عظیم، کتنی ارفع اور کتنی اعلیٰ ہوگی اور وہ انسان بھی کتنا عظیم ہوگا جو حجاز کی شدید گرمیوں میں، تپتی ہوئی دوپہروں میں، جھلسی ہوئی فضاؤں میں، جب سورج کی کرنیں آگ کی سلاخیں بن جاتی تھیں، جب زمین کا فرش تپائے ہوئے تانبے کی طرح دہکنے لگتا تھا، جب چرند پرند درختوں کے سائے میں پناہ لے لیتے تھے۔۔۔۔۔۔ ایسے وقت میں روزے بھی رکھتا تھا اور محنت مزدوری کرکے حلال روزی بھی کماتا تھا، روزے بھی رکھتا تھا اور قولی اور عملی جہاد میں بھی حصہ لیتا تھا۔

میرے دوستو! یہ مرتضوی کردار کا آئینہ ہے میں دعوت دیتا ہوں اہل بیت اور جناب حیدر کرار کے ساتھ محبت کے دعوے کرنے والے عاشقوں کو، فقیروں کو، ننگ دھڑنگ ملنگوں کو کہ وہ آئیں اور اس روشن آئینے میں اپنی صورت دیکھیں یقیناً

انہیں اپنی صورت دیکھ کر شرم آئے گی بلکہ اپنی صورت سے نفرت ہو جائے گی۔

ایک طرف تو علی مرتضیٰ ہیں جو دہکتے ہوئے موسم میں نفلی روزوں کا اہتمام کرتے ہیں دوسری طرف ان کے محب ہیں جو سردیوں میں بھی فرض روزے چھوڑ دیتے ہیں۔

ایک طرف حسینؓ کے والد ہیں جو سخت گرمی میں محنت مزدوری کے باوجود روزے رکھتے تھے دوسری طرف حسینؓ کے عشق کے ٹھیکیدار ہیں جو ائر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھ کر بھی روزے نہیں رکھتے۔

قتال بالسیف۔ شیر خدا نے اپنی تیسری پسند بیان فرمائی "الضرب بالسیف" یعنی تلوار سے اللہ اور رسول اللہ کے دشمنوں کا قلع قمع کرنا کیونکہ اللہ کا حکم ہے۔

وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ اور ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے (سورۃ البقرہ) (۳۲)

اللہ نے اپنے نبی سے فرمایا

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ تو آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے آپ پر ذمہ داری نہیں ڈالی جاتی بجز اپنی ذات کے اور آپ مسلمانوں کو بھی آمادہ کرتے رہیے۔ (سورۃ النساء) (۳۳)

یہ بھی یاد رکھئے کہ ایک زمانہ تھا جب تلوار سے قتال کیا جاتا تھا آج اس مقصد کے لئے رائفلیں اور بم ایجاد ہو چکے ہیں اس وقت تیر و تفنگ سے دشمنان دین پر بوچھاڑ کی جاتی تھی آج اس کے لئے بمبار طیارے استعمال کئے جاتے ہیں اس وقت مشرکوں پر رعب اور ہیبت کے لئے گھوڑوں کی ساخت پرداخت کار ثواب تھی آج توپوں اور ٹینکوں کی تیاری کار ثواب ہے وہ زمانہ چونکہ سیف و سنان کا تھا اس لئے شیر خدا نے قتال بالسیف کو اپنی پسندیدہ چیز بتایا اگر آپ موجودہ دور میں ہوتے تو آپ موجودہ حالات کے لحاظ سے اپنے مرغوب ہتھیار کا ذکر فرماتے اپنے دور کے حالات کے

مطابق آپ نے اسلام کے دفاع اور کفر و شرک کے قلع قمع کے لئے تلوار کا بھرپور استعمال کیا ' کفر و ایمان اور حق و باطل کے ہر معرکہ میں اس تلوار نے اپنے جوہر دکھائے اور دربار رسالت سے داد پائی۔

غزوہ بدر میں آپ کی تلوار نے ولید اور شیبہ کے علاوہ بھی متعدد مشرکوں کو واصل جہنم رسید کیا اور اپنی شجاعت کی بدولت اس جنگ کے ہیرو قرار پائے غزوہ احد میں کفار کا جھنڈا طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا اس نے مبارزت طلب کی تو حیدری تلوار نے اس کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے ' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے فرط مسرت میں نعرہ تکبیر بلند کیا۔

غزوہ خندق میں عرب کے مشہور پہلوان عمرو بن عبدود نے مبارزت طلب کی تو حضرت علی مرتضیٰؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میدان میں جانے کی اجازت چاہی آپ ؐ نے ان کو اپنی تلوار عنایت فرمائی خود اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور دعا کی کہ اے اللہ تو اس کے مقابلہ میں ان کا مددگار ہو۔

جب ہاتھ اسد اللہ کا ہو تلوار رسول اللہ کی ہو ' نصرت رب کائنات کی ہو تو فتح کیوں نہ ہو آپ نے عرب کے اس شہ زور پہلوان کو زیر کر کے سب ہی کو حیرت زدہ کر دیا۔

غزوہ خیبر تو آپ کے یادگار معرکوں میں سے ہے جب خیبر کا قلعہ کئی دن تک فتح نہ ہو سکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور رسول ؐ کو محبوب رکھتا ہے اور جسے اللہ اور رسول ؐ محبوب رکھتے ہیں چنانچہ دوسرے دن آپ نے حضرت علیؓ کو جھنڈا عنایت فرمایا ' خیبر کا رئیس مرحب تلوار ہلاتا ہوا اور رجز پڑھتا ہوا مقابلہ میں آیا حضرت علیؓ بھی رجز پڑھتے ہوئے اس کے مقابلے میں آگے بڑھے اور مرحب کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ سر پھٹ گیا اور خیبر

فتح ہو گیا غرضیکہ ہر کٹھن مقام پر حیدری تلوار کے کارنامے نمایاں رہے ہیں اور آپ نے اپنی شجاعت اور سیف زنی سے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ جب تک تم جہاد اور قتال کرتے رہو گے دنیا میں تمہیں غلبہ اور عزت حاصل رہے گی اور جب تم جہاد و قتال سے منہ موڑ دو گے تو عزت و حکمرانی، جاہ و جلال اور سطوت و ہیبت بھی تم سے منہ موڑ لیں گے اور ذلت و رسوائی تمہارا مقدر ہو گی۔

جبرئیل امین کی پسند! ابھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور چار یاروں یا یوں کہیں کہ چاند اور ستاروں کی یہ محفل قائم ہی تھی کہ جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لے آئے اور دربار اقدس میں عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پانچوں کی یہ گفتگو سننے کے بعد مجھے بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپ سے درخواست کروں کہ آپ مجھ سے پوچھیں کہ اگر میں دنیا والوں میں سے ہوتا تو میری پسند کیا ہوتی۔ چنانچہ آنحضورؐ نے دریافت فرمایا اور جواباً جبرئیل امینؑ نے عرض کیا کہ میری پہلی پسند تو یہ ہوتی کہ میں گمراہوں کو راستہ بتاتا۔

جبرئیلؑ نے اس بات کو پسند اس لئے فرمایا کیونکہ ابتداء ہی سے ہدایت کا پیغام اور وحی پہنچانا جبرئیل امینؑ کے ذمہ رہا ہے اور سب سے زیادہ اسی کو اس بات کا علم بھی تھا اور احساس بھی کہ گمراہوں پر اللہ کا عذاب کس طرح ٹوٹتا ہے اور ان کا انجام کتنا ہولناک اور عبرتناک ہوتا ہے وہ ہدایت و ارشاد کی اہمیت اور عظمت سے بخوبی آگاہ تھا جس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہزاروں انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے اور انہیں مصائب و آلام میں ڈالا اور امتحانوں سے دو چار کیا اس کام کی عظمت سے کس احمق کو انکار ہو سکتا ہے ہدایت ہی تو ہے جس کے لئے کلام اللہ نازل کیا گیا۔

اس ماہ میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے (۹)

ہدایت ہے (۳۴)

ہدایت ہی تو ہے جس کی دعا ساری امت ہر نماز میں کرتی ہے۔

اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ہم کو ہدایت دے سیدھے راستے کی (۳۵)

اور یہی وہ نور ہدایت تھا جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو دیا گیا۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ھَدَی اللّٰہُ یہی (انبیاء) وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت

فَبِھُدٰھُمُ اقۡتَدِہۡ دی پس آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں

اور ہدایت ہی تو تھی جس کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری زندگی اور ساری صلاحیتیں لگا دیں، اسی لئے سید الملائکہ کو گمراہوں کو ہدایت دینا پسند تھا۔

نیکوں کی محبت۔ دوسری چیز جو جبرئیل امینؑ کو دنیا میں رہنے کی صورت میں پسند ہوتی وہ ہے عبادت گزار غریبوں سے محبت،

یوں تو دنیا میں ہر کسی سے محبت ہی کرنی چاہئے خواہ مخواہ نفرت کسی سے بھی مناسب نہیں اور محبت بھی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہونی چاہئے کیونکہ ایسی محبت کی اللہ کے ہاں بڑی قدر ہے حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جب عرش الٰہی کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ سات خوش نصیبوں کو اپنے عرش تلے سایہ دے گا ان میں سے دو وہ ہوں گے جو آپس میں صرف اللہ کی رضا کی خاطر محبت کرتے ہوں گے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس شخص نے صرف اللہ کے لئے محبت کی اور اسی کے لئے نفرت کی اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔

لیکن ان تمام فضائل کے باوجود اکثر لوگ پیسے کی خاطر، اقتدار کی خاطر، حسن و جمال کی خاطر محبت رکھتے ہیں اسی لئے جبرئیل امین نے عبادت گزار غریبوں سے محبت

کو اپنی پسند بتایا' یوں تو ہر نیک اور عبادت گزار سے محبت رکھنی چاہئے اور یہ محبت' فلاح دارین کی کنجی ہے لیکن اگر کوئی شخص عبادت گزار بھی ہو اور مالدار بھی ہو تو ممکن ہے کوئی شخص اس سے محبت تو اس کی مالداری کی وجہ سے کرتا ہو لیکن ظاہر یہ کرتا ہو کہ میں تم سے صرف تمہاری عبادت و ریاضت کی وجہ سے محبت کرتا ہوں اس بناء پر سیدالملائکہ نے عبادت گزار کے ساتھ غریب کی قید بھی لگائی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جب وہ انسان غریب بھی ہے تو اس کے ساتھ محبت اس کے مال و دولت کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اور صرف اس کی عبادت گزاری اور بندگی رب کی وجہ سے ہے۔

نیک غرباء سے محبت صرف سید الملائکہ کو نہیں تھی بلکہ سید المرسلین کو بھی تھی آپؐ تو دعا فرمایا کرتے تھے کہ اللہ مجھے غریبوں میں زندہ رکھنا' غریبوں میں مارنا اور قیامت کے دن غریبوں میں اٹھانا۔

اگرچہ بعض لوگوں کی نظر میں غربت بہت بڑا جرم ہے مگر اللہ کے ہاں یہ کوئی جرم نہیں ہے جرم تو وہ دولت ہے جو حلال و حرام کی حدود کو توڑ کر غریبوں کا خون چوس کر جمع کی گئی ہو۔

ممکن ہے کہ جس غریب کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو وہ اللہ کے نزدیک قیمتی ہو اور جس سرمایہ دار کے آگے تم بچھ بچھ جا رہے ہو وہ اللہ کی نظر میں حقیر ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی ازہرؓ نام کا تھا صورت سادہ سی تھی' رنگ بھی کالا اور نقوش بھی غیر متوازن تھے وہ جب گاؤں سے آتا تھا تو آپؐ کے لئے کچھ نہ کچھ ہدیہ لے کر آتا تھا آپؐ بھی اسے شہر کی چیزیں عنایت فرماتے تھے ایک دن وہ مدینہ کے بازار میں بیٹھا ہوا کوئی سبزی وغیرہ بیچ رہا تھا آپؐ پیچھے سے آئے اور خاموشی سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا اس نے ریشم جیسے ہاتھوں کے لمس اور

جسم اطہر کی خوشبو سے جان لیا کہ جان دو عالمؐ ہیں آپؐ نے ازراہ مذاق کہا بھائی اس غلام کو کون خریدے گا؟ اس نے جواب دیا کہ اگر آپ نے مجھے بیچا تو آپ خسارے میں رہیں گے (کیونکہ میرے تو بہت تھوڑے دام آپؐ کو ملیں گے میں تو بہت سستا اور کم قیمت ہوں) اللہ کے رسولؐ نے عجیب جواب دیا فرمایا ہاں ہو سکتا ہے کہ تم لوگوں کی نظر میں سستے ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر میں تم بہت قیمتی ہو۔

جبرئیل کی پسند کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص نیک غریبوں سے محبت رکھتا ہے اس کے اندر ملکوتی صفت اور خصلت پائی جاتی ہے۔

عیالداروں کی امداد۔ جبرئیل علیہ السلام نے اپنی جو تیسری پسند بتائی وہ تھی "تنگ دست عیال داروں کی امداد کرنا" اور یہ عمل بھی حقیقت میں پیغمبرانہ عمل ہے رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی تنگدست شخص کو دیکھ کر پریشان ہو جاتے تھے اور آپؐ کے جانشینوں اور خلفاء کی بھی یہی حالت تھی، حضرات شیخین تو راتوں کو گلیوں میں چل پھر کر معلوم کرتے تھے کہ کسی کے اہل و عیال بھوکے تو نہیں، سیدنا عمر فاروقؓ کے تو اس بارے میں بیسیوں واقعات مشہور ہیں۔

اسلم جو حضرت عمرؓ کا غلام تھا اس کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کو گشت کے لئے نکلے مدینہ سے تین میل پر صرار ایک مقام ہے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں پاس جا کر حقیقت حال دریافت کی اس نے کہا کہ کئی وقتوں سے بچوں کو کھانا نہیں ملا ہے۔ ان کو بہلانے کے لئے خالی ہانڈی میں پانی ڈال کر چڑھا دی ہے حضرت عمرؓ اسی وقت اٹھے مدینہ میں آکر بیت المال سے آٹا، گھی، گوشت اور کھجوریں لیں اور اسلم سے کہا کہ میری پیٹھ پر رکھ دو اسلم نے کہا میں لئے چلتا ہوں فرمایا ہاں لیکن قیامت میں میرا بار تم نہیں اٹھاؤ گے غرض سب چیزیں خود لاد کر لائے اور عورت کے آگے رکھ دیں اس نے آٹا

گوندھا ہانڈی چڑھائی حضرت عمرؓ خود چولہا پھونکتے جاتے تھے' کھانا تیار ہوا تو بچوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور اچھلنے کودنے لگے حضرت عمرؓ دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے عورت نے کہا اللہ تم کو جزائے خیر دے ' سچ یہ ہے کہ امیرالمومنین ہونے کے قابل تم ہو نہ کہ عمرؓ (۳۶)

اس جیسے واقعات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین میں ملکوتی صفات پائی جاتی تھیں کہ جن چیزوں کو سیدالملائکہ نے پسند فرمایا خلفاء وہی کام کرنے والے تھے ' گمراہوں کو ہدایت وہ دیتے تھے نیک غریبوں سے محبت وہ رکھتے تھے ' تنگدست عیالداروں کی مدد وہ کرتے تھے۔

رب کائنات کی پسند۔ پھر جبریل نے کہا کہ اللہ رب العزت کو اپنے بندوں کی تین باتیں پسند ہیں پہلی چیز ہے طاقت کا خرچ کرنا ' یاد رکھیں ! کہ رب کائنات انسان کی صلاحیتوں سے آگاہ ہے اور اس کی کمزوریوں سے بھی واقف ہے وہ انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا اس کا اعلان ہے **لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا** اللہ کسی انسان کو مکلف نہیں کرتا مگر اسکی طاقت کے مطابق

مگر اللہ تعالیٰ کاہلوں ' نکموں کو بھی پسند نہیں کرتا وہ صاف صاف بتاتا ہے کہ اے انسان ! تجھے اتنا ہی ملے گا جتنی تو جہد و سعی کرے گا۔

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (۳۸) انسان کو وہی ملے گا جو وہ کوشش کرے گا۔

جہاں دشمنان دین کے مقابلہ میں تیاری کی بات کی تو فرمایا۔

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ اور ان سے مقابلہ کے لئے اپنی استطاعت کے مطابق سامان تیار رکھو قوت میں سے (۳۹)

تو اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو پسند کرتا ہے جو محنتی ہوں ' جفاکش ہوں ' عامل ہوں ' مجاہد

ہوں، اس کی عطا کردہ صلاحیتوں کو اس کے احکام کی تعمیل میں کھپا دیتے ہوں، ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، آنکھ اور عقل کو ویسے اور وہیں استعمال کرتے ہوں جیسے اور جہاں استعمال کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کیونکہ ان اعضاء کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا۔

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا	بے شک کان اور آنکھ اور دل ان کے بارے میں ہر شخص سے پوچھا جائے گا۔ (۴۰)

میرے دوستو! ہم صرف اس بات کے مکلف ہیں کہ ہم اپنی ذاتی اصلاح اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے پوری طاقت لگا دیں ساری صلاحیتیں کھپا دیں اور نتائج کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں، دشمنان دین کے مقابلے میں وسائل جمع کرنا ہمارا کام ہے ان وسائل میں برکت دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے تلوار اٹھانا ہمارا کام ہے اسی تلوار سے کشتوں کے پشتے لگانا اللہ کے اختیار میں ہے جان لڑانا ہمارا کام ہے فتح اور کامیابی رب تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے، عمل کرنا ہمارا کام ہے اور ہمارے اعمال کو دخول جنت کا پروانہ بنانا اسی کے اختیار میں ہے، محنت کرنا ہمارا کام ہے اور شجر محنت کو پھل لگانا اسی کی مرضی پر منحصر ہے مگر میرے ساتھیو! حقیقت یہ ہے کہ آج ہم دین اور دنیا کے اعتبار سے سب سے نکمی قوم بن چکے ہیں نہ تو ہمارے پاس اسلامی اخلاق کی قوت ہے نہ دنیا کا کوئی فن ہے ہر چیز میں ہم دوسروں کے محتاج ہیں اگر کوئی چیز ہمارے پاس ہے تو وہ صرف بزرگوں کی عظمت ہے، ان کا کردار ہے، ان کے کارنامے ہیں، ان کے اونچے نام ہیں، ان کی قبریں ہیں جنہیں ہم بیچ بیچ کر کھا رہے ہیں اقبال نے بالکل حسب حال کہا ہے ۔

جن کو آتا نہیں دنیا میں فن کوئی تم ہو ۔ نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن، تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن، تم ہو ۔ بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے ۔ کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

آج بھی اگر ہم اپنے وسائل اور اپنی صلاحیتیں دین کی حفاظت و اشاعت اور دنیاوی فلاح و بہبود کے لئے لگا دیں اور اپنے آپ کو کسی قابل بنا لیں تو ہمارے حالات دن بدن بدل سکتے ہیں۔ اس کا تو اعلان ہے۔

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

ندامت کے آنسو۔ دوسری چیز جو اللہ تعالیٰ کو بڑی پسند ہے وہ ندامت کے آنسو ہیں جان لیجئے! کہ گناہ ہر انسان سے ہو سکتا ہے یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے صرف انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں ان کے علاوہ دنیا میں کوئی انسان معصوم نہیں ہے یہ اہلسنّت و الجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے ' صحابہؓ تک کو اہلسنّت و الجماعت معصوم نہیں مانتے ہاں یہ کہتے ہیں کہ ان سے جو غلطیاں ہوئیں وہ اللہ نے ان کو معاف فرما دی ہیں اور ان کو اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دے دیا ہے لہٰذا ہمیں بات کرنے کا کوئی حق نہیں ہے تو غلطی تو ہر انسان سے ہو سکتی ہے مگر بہترین انسان وہ ہے جو غلطی کا اقرار کر کے اس پر ندامت کا اظہار کرے اگر بالفرض کوئی شخص ستر پچھتر سال کی زندگی بھی گناہوں میں گزار لے' وہ نماز روزے سے دور رہے' وہ فسق و فجور میں مشغول رہے ' وہ شراب ' زنا ' جھوٹ اور ہر طرح کی معصیتوں کو اپنائے رکھے اور پھر جب بڑھاپے کی وجہ سے صورتحال یوں ہو جائے کہ کمر میں خم آجائے ' بال سفید ہو جائیں' بینائی کمزور ہو جائے ' شنوائی پر پتھر پڑ جائیں ' چال میں لڑکھڑاہٹ آجائے 'گویائی میں لرزش آجائے ' ہاتھوں میں رعشہ آجائے ' عزیز و اقارب ساتھ چھوڑ جائیں اور وہ شخص جس کے دم قدم سے کل تک گھر کی رونقیں آباد تھیں اور جو چھوٹوں کا سہارا اور

بڑوں کے دل کا قرار تھا آج وہ زبان حال سے کہہ رہا ہے۔

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں ' نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
کسی کے کام میں جو نہ آسکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں
میرا وقت مجھ سے بچھڑ گیا ' مرا رنگ و روپ بگڑ گیا
جو چمن خزاں سے اجڑ گیا میں اسی کی فصل بہار ہوں

اور جب وہ پچھتر سالہ بوڑھا گنگنانے لگتا ہے۔

تنہائی ہے ' غریبی ہے صحرا ہے خار ہے
کون آشنائے حال ہے کس کو پکاریے

تو اسی دم ہاتف غیبی اسے پکار کر کہتا ہے ارے بڑے میاں ! پریشان اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں تم کو سب نے ٹھکرا دیا مگر اب بھی ایک دروازہ ایسا کھلا ہوا ہے جہاں اگر تم ہاتھ اٹھاؤ گے تو تمہیں ٹھکرایا نہ جائے گا مانگو گے تو محروم نہ کئے جاؤ گے ' دامن پھیلاؤ گے تو خالی نہیں لوٹو گے ' مانا کہ تم نے بڑے بڑے جرم کئے ہیں ' پہاڑوں جیسے گناہ لے کر آئے ہو ' ریگستان کے ذروں کی مقدار میں حکم عدو لیوں کا انبار لے کر آئے ہو لیکن تم ایک دفعہ ہاتھ اٹھا کر تو دیکھو ' ندامت کے آنسو بہا کر تو دیکھو ' تمہارے معافی مانگنے میں دیر ہو سکتی ہے لیکن اس کے بخشش کا پروانہ عطا کرنے میں دیر نہیں ہوگی اس کی طرف سے تو عام اعلان ہے۔

باز آ باز آ ' ہر آنچہ ہستی باز آ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں در گہ ما در گہ نا امیدی نیست اگر صد بار توبہ شکستی باز آ

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ

آپ ' میری طرف سے کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جو اپنے اوپر زیادتیاں کر چکے ہو اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو بے شک اللہ سارے گناہ

جَمِیْعًا اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۴۱) معاف کردے گا بے شک وہ بڑا غفور بڑا رحیم ہے۔

اور یہ توبہ کا دروازہ زندگی کی آخری سانس تک کھلا رہتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ بے شک اللہ عزوجل بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک اس کی روح حلق تک نہ پہنچ جائے (۴۲)

خود اللہ کے رسولؐ معصوم و مغفور ہونے کے باوجود کثرت سے توبہ اور استغفار بھی کرتے تھے اور آپؐ جب روتے تھے تو صحابہؓ کہتے تھے کہ آپؐ کے سینے سے ایسی آواز نکلتی تھی جیسی ہنڈیا کے ابلنے کی آواز نکلتی ہے (۴۳)

اور اللہ تعالیٰ کو گناہوں پر ندامت کی وجہ سے رونا اس قدر پسند ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ کے ڈر سے رونے والے کا جہنم میں داخل ہونا ایسے ہی محال ہے جیسے دودھ کا تھنوں میں واپس جانا (۴۴)

حضرت ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کو دو قطروں سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں ایک وہ آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے ٹپکتا ہے دوسرا وہ خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں بہایا جاتا ہے'' (۴۵)

وہ انسان انتہائی خوش قسمت ہے جس کی آنکھوں میں کبھی نہ کبھی اللہ کے خوف سے اپنے گناہوں پر ندامت کی وجہ سے آنسو نکل آتے ہیں اور اس شخص کو اپنی قساوت قلبی کا علاج کرنا چاہیے جسے نہ تو اپنی خطاؤں پر ندامت ہوتی ہے اور نہ ہی اس کی آنکھوں سے کبھی بھی خوف خدا سے آنسو نکلتے ہیں۔

فاقہ کے وقت صبر۔ تیسری چیز جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے وہ ہے فاقہ کے وقت صبر کرنا اصل میں مطلقاً صبر ایک ایسی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے اس کا

فرمان ہے ان اللہ مع الصابرین (سورہ البقرہ) بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے
حدیث میں ہے "جو شخص صبر کرنے تو اللہ اسے صبر کی توفیق دیتا ہے اور کسی شخص کو صبر سے بہتر اور بڑا خلق عطا نہیں کیا گیا" (۴۶)
مسلمان پر جب آزمائشیں آتی ہیں تو وہ صبر کرتا ہے اور وہ کونسا مسلمان ہے جو آزمائشوں میں مبتلا نہیں ہوتا وہ کونسا عاشق صادق ہے جس نے عشق ربانی کا دعوی کیا اور پھر اسے آزمایا نہیں گیا وہ کونسا عابد و زاہد ولی ' قطب ابدال ' تابعی صحابی اور نبی ایسا ہے جسے مصائب کا سامنا کرنا نہیں پڑا بلکہ جو اللہ کے جتنا قریب ہوتا جاتا ہے اس پر آزمائشیں اسی قدر زیادہ آتی ہیں ان آزمائشوں میں اگر وہ ثابت قدم رہے اور صبر کرے تو اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور اگر بے صبری کرے تو راندہ درگاہ ہو جاتا ہے۔
فقرو فاقہ بھی ایک امتحان ہے ایک آزمائش ہے ایک ابتلا ہے جس کا سامان ہمیشہ سے اہل اللہ بڑے حوصلے سے کرتے رہے ہیں خود حرم نبوت کا حال یہ تھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مہینے کے بعد دوسرے مہینے کا چاند طلوع ہو جاتا تھا مگر ہمارے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا ' اصحاب صفہ کا یہ حال تھا کہ کئی کئی وقت کے فاقوں کی وجہ سے نقاہت ہو جاتی تھی اور بعض اوقات غشی طاری ہو جاتی تھی مگر صبر کرتے تھے سورہ آل عمران میں اللہ تعالٰی نے گواہی دی ہے کہ وہ فقرو فاقہ کے باوجود کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ جب دامن نبوتؐ کے ساتھ وابستگی اختیار کی ہے تو ان چیزوں کو تو برداشت کرنا ہی پڑے گا ایک صحابیؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ مجھے آپ سے محبت ہے آپؐ نے فرمایا سوچ لو کیا کہہ رہے اس نے بار بار یہی کہا تو آپؐ نے فرمایا کہ پھر فقرو فاقہ کے لئے تیار ہو جاؤ کیونکہ یہ میرے ساتھ محبت رکھنے والوں کی طرف ایسے تیزی سے جاتا ہے جیسے پانی ڈھلان کی طرف جاتا ہے تو اللہ اور رسولؐ کے سچے ماننے والوں پر فقرو فاقہ تو آئے گا

مگر اللہ کا محبوب وہی بنے گا جو صبر کرے گا جو قناعت اختیار کرے گا جو مستغنی بن کر رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو فاقہ کا سامنا کرنا پڑا پھر اس نے اسے لوگوں کے سامنے پیش کر دیا تو اس کا فاقہ کبھی ختم نہیں ہوگا اور جس نے اسے اللہ کے سامنے پیش کیا تو اللہ تعالیٰ اسے جلد یا بدیر رزق دے گا (۴۷)

بہرحال اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ ولادت سے وفات تک اس کی نعمتوں سے مستفید ہونے والے بندے کو اگر کبھی فقر و فاقہ کا سامنا کرنا پڑے تو وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتا پھرے بلکہ اسے وہ لوگ پسند ہیں جو اس آزمائش میں صبر کریں اور اپنا دامن صرف اللہ کے سامنے پھیلائیں۔

امام ابو حنیفہؒ کی پسند۔ گرامی قدر حاضرین! نزہۃ المجالس میں ہے۔

لَمَّا وَصَلَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اِلَى الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ فَقَالَ الْاِمَامُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَ اَنَا حُبِّبَ اِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ تَحْصِيْلُ الْعِلْمِ فِيْ طُوْلِ اللَّيَالِيْ وَ تَرْكُ التَّرَفُّعِ وَ التَّعَالِيْ وَ قَلْبٌ مِّنْ حُبِّ الدُّنْيَا خَالِيْ (۴۸)

جب یہ حدیث ائمہ اربعہ تک پہنچی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں ساری رات جاگ کر علم حاصل کرنا، تکبر چھوڑنا اور ایسا دل جو دنیا کی محبت سے خالی ہو

بات چونکہ پہلے ہی کافی طویل ہو چکی ہے اس لئے میں اب انتہائی اختصار کے ساتھ تقریر کو سمیٹ رہا ہوں اور اب بعض مقامات پر صرف اشاروں پر اکتفاء کروں گا
امام ابو حنیفہؒ نے اپنی پسند راتوں کو جاگ کر علم حاصل کرنا بتائی اس لئے کہ علم

اللہ کا نور ہے ' انبیاء کی میراث ہے' علماء کا زیور ہے اور تاریک راہوں کے لئے قندیل ہے۔ طالب علم کے لئے فضاؤں میں پرندے ' دریاؤں میں مچھلیاں اور بلوں میں چیونٹیاں دعائیں کرتی ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی شب بیداریوں کی اس قدر شہرت ہو گئی تھی کہ آپ راستے میں چلتے تھے تو لوگ اشارے کرکے ایک دوسرے کو بتاتے تھے۔

هٰذَا اَبُوْحَنِيْفَةَ لَا يَنَامُ اللَّيْلَ (۱۷) یہ ابوحنیفہ ہیں جو تمام رات نہیں سوتے۔

بعض لوگ آپ کو شب بیداری کی وجہ سے و تد یعنی میخ کہتے تھے (۴۹)

آپ نے مسلسل محنت سے علم میں ایسا کمال حاصل کر لیا کہ امام شافعیؒ تک کہہ اٹھے کہ لوگ حصول فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔

امام صاحب اپنے علمی کمال کی بدولت ایسے ایسے مسائل حل کر دیتے تھے جہاں دوسرے علماء اور فقہاء پریشان ہو جاتے تھے۔

طلاق واقع نہیں ہوئی۔ امام محمدؒ کا بیان ہے کہ ایک شخص کے گھر میں چور داخل ہوئے اور اس کے گھر سے سامان اور قیمتی مال و متاع اٹھا لیا گھر کا مالک بیدار ہو گیا تو چوروں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کو تین طلاق کا حلف لینے پر مجبور کر دیا کہ کسی کو نہیں بتائے گا ' صبح وہ شخص بازار آیا تو دیکھا کہ چور اس کا مال و متاع اور اس کے گھر کے قیمتی اسباب بازار میں فروخت کر رہے ہیں مگر وہ حلف کی وجہ سے انہیں کچھ کہنے یا کسی دوسرے کو آگاہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا ' بالآخر سوچ بچار کے بعد سارا معاملہ امام صاحب کے سامنے رکھا امام صاحب نے محلے کے چند بااثر افراد کو بلا کر ان کے سامنے تجویز رکھی کہ تم لوگ اپنے ہاں کے تمام بدنام افراد کو کسی گھر میں یا مسجد میں جمع کر لو ایک دو آدمی دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کی چوری ہوئی ہے اس کو بھی اپنے ساتھ کھڑا کر لو ' پھر گھر سے ایک ایک کو باری باری نکالتے جاؤ اور اس شخص سے ہر ایک کے بارے میں دریافت کرتے رہو کہ کیا یہ تمہارا چور ہے ؟ اگر وہ

شخص اس کا چور نہ ہو تو یہ کہہ دیا کرے کہ یہ میرا چور نہیں اور اگر لٹنے والا شخص
واقعی اس کا چور ہو تو خاموش رہے جس کے بارے میں یہ سکوت اختیار کرے اسے
اپنے قبضہ میں لے لو۔ اس تجویز پر عمل کرنے سے چور بھی پکڑا گیا اور طلاق بھی واقع
نہ ہوئی (۵۰)

تواضع۔ دوسری چیز جس کو آپ نے پسند فرمایا وہ ہے تکبر و غرور کا چھوڑنا یعنی تواضع
اور عاجزی اختیار کرنا' یہ ایک حقیقت ہے کہ جو شخص جتنا بڑا عالم اور صاحب کمال
ہوگا اس میں اسی قدر تواضع' کسر نفسی اور عاجزی زیادہ ہوگی کیونکہ پھل دار شاخ ہمیشہ
جھکی ہوتی ہے' صاحب علم کو اپنے علم پر ناز نہیں ہوتا بلکہ وہ ہمیشہ اپنی جہالت کا اقرار
کرتا ہے ایک شاعر نے بہت خوب کہا ہے

یہ زہد و ورع یہ اتقاء کچھ بھی نہیں　　　یہ فضل و ہنر یہ فلسفہ کچھ بھی نہیں
دے جان کہ انتہائے علم اے ساقی　　　اقرار جہالت کے سوا کچھ بھی نہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے تواضع کرتا
ہے اللہ اسے رفعت عطا کرتا ہے (۵۱)
خود امام ابو حنیفہ کو دیکھ لیجئے کہ انہوں نے تواضع اختیار کی تو اللہ نے کس قدر
رفعت و عظمت عطا کی' دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں ان کے نام لیوا نہ ہوں۔
آج سے کافی عرصہ پہلے عالمی سطح پر ایک جائزہ لیا گیا تھا اور اس غرض سے لیا گیا
تھا کہ دنیا بھر میں مسلمان کہلانے والوں کے جو مکتب فکر زیادہ مشہور ہیں ان میں سے
ہر ایک کے پیروکاروں کی تعداد کتنی ہے چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام مختصر ایڈیشن ۱۹۹۱ء
کے مطابق دنیا بھر میں
زیدیہ کی تعداد تیس لاکھ' اثناء عشریہ تقریباً ایک کروڑ چھتیس لاکھ اور اہل
سنت والجماعت میں امام احمدؒ کے مقلدین کی تعداد تقریباً تیس لاکھ' امام مالکؒ کے

مقلدین تقریباً چار کروڑ ، امام شافعیؒ کے مقلدین کی تعداد تقریباً دس کروڑ ، حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مقلدین اور فقہ حنفی کے پیرو کار تقریباً چونتیس کروڑ سے زیادہ پائے گئے تو عالم اسلام کا سواد اعظم امام ابو حنیفہؒ کی تحقیقات پر اعتماد کرتا اور اس کی پیروی کرتا ہے۔ (۵۲)

امام صاحب کی زندگی ہی میں ان کے ماننے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی لیکن ان کی تواضع کا یہ حال تھا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ کوفہ کے بازار میں ایک آدمی یہ کہتے ہوئے داخل ہوا کہ ابو حنیفہؒ فقیہ کی دکان کہاں ہے؟ اتفاق سے یہ سوال اس نے خود امام ابو حنیفہؒ سے کیا تو امام صاحب نے جواب میں فرمایا۔
لیس ھو بفقیہ انما ھو مفت وہ فقیہ نہیں بلکہ زبردستی مفتی بن بیٹھا ہے

صاف دل۔ تیسری چیز جس کو امام ابو حنیفہؒ نے پسند فرمایا وہ ہے ایسا صاف شفاف دل جس میں دنیا کی محبت نہ ہو تاکہ اس دل میں ایمان کا نور اور اللہ کی معرفت سما سکے کیونکہ جب تک اس دل میں گناہوں کی ہوس اور دنیا والوں کی محبت باقی رہے گی اس میں معرفت کا چشمہ نہیں پھوٹے گا ، حضرت مجذوبؒ نے بھی دل کو صاف کرنے کے بعد کہا تھا۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

اللہ کے سچے رسولؐ نے دنیا کو مردار قرار دیا ہے دنیا کی محبت کو ہر گناہ کی جڑ بتایا ہے مگر یہ بات ذہن میں رکھیں کہ دنیا سیم و زر کا نام نہیں ہے یہ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھی تھا ، دنیا منصب اور اقتدار کا نام نہیں ہے یہ تو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس بھی تھا ، دنیا زراعت و کاشتکاری کا نام نہیں ہے یہ تو حضرت داؤد علیہ السلام بھی کرتے تھے ، دنیا بیوی بچوں کا نام نہیں ہے وہ تو حضور علیہ السلام کو بھی

اللہ نے دے رکھے تھے ارے بابا! دنیا نام ہے اللہ کی یاد سے غافل ہو جانے کا' اس کے احکام کو بھول جانے کا' آخرت سے بے خبر ہو جانے کا' حلال و حرام کی حدود کو یاد نہ رکھنے کا۔

امام ابو حنیفہؒ کے پاس دولت تھی' دوکانیں تھیں' کارندے تھے' وسیع کاروبار تھا مگر ان کی زندگی اس شعر کا مصداق تھی۔

دنیا میں ہوں' دنیا کا طلبگار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں' خریدار نہیں ہوں

وقت نہیں ہے ورنہ میں آپ کو بتاتا کہ امام ابو حنیفہؒ شریعت کے احکام کی تعمیل میں دولت اور عہدوں کو کس طرح ٹھکرا دیتے تھے اور وہ اللہ کے دیئے ہوئے مال کو' علم کی اشاعت اور علماء و طلباء کی خبر گیری اور راحت رسانی کے لئے کس قدر خرچ کرنے والے تھے۔

امام مالکؒ کی پسند

قَالَ الْإِمَامُ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ لَمَا حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلٰثٌ مُجَاوَرَةُ رَوْضَتِهِ وَ مُلَازَمَةُ تُرْبَتِهِ وَ تَعْظِيْمُ

پھر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تین چیزیں پسند کی ہیں روضہ رسولؐ کے قریب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاک کے ساتھ چمٹے رہنا اور اہل بیت کی تعظیم کرنا۔

نقلِ نمبر

چنانچہ امام مالکؒ نے اپنے اس قول کو پورا کر دکھایا ساری زندگی مدینہ منورہ میں گزاری اور یوں گزاری کہ مدینہ کی سنگلاخ گلیوں میں جوتا تک استعمال نہ کرتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا جوتا اس جگہ نہ پڑ جائے جہاں سید الثقلینؐ کے قدم مبارک لگے ہوں۔

روضہ رسولؐ کے ادب کا یہ حال تھا کہ درس حدیث دیتے ہوئے بچھو نے گیارہ
مرتبہ ڈنک مارا، چہرے کا رنگ متغیر ہوتا رہا مگر جنبش کرنا گوارا نہ کیا کہ کہیں بے
ادبی نہ ہو جائے۔

ساری زندگی اسی انداز سے گزار دی، روضہ رسولؐ کی جدائی انھیں گوارا نہ تھی
دل میں رہ رہ کر مکہ کی یاد آتی تھی، کعبے کے طواف کے لئے دل بے چین تھا حجر اسود
کو بوسہ دینے کے لئے لب بے قرار تھے صفا مروہ کی سعی کے لئے طبیعت مچلتی تھی،
زمزم کی یاد تشنگی کو بڑھا دیتی تھی، ملتزم کے ساتھ چمٹنے کو جی چاہتا تھا، میزاب
رحمت کے نیچے آب رحمت سے نہانے کا خیال بے کل کر رہا تھا مگر چونکہ زندگی کا
کوئی بھروسہ نہ تھا اس لئے مدینہ منورہ سے باہر نہیں نکلتے تھے کہ کہیں مدینہ میں وفات
کی حسرت ناتمام نہ رہ جائے۔

ایک دن خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے دریافت
کیا یا رسول اللہ میری کتنی زندگی باقی ہے اگر کچھ عرصہ جینے کی امید ہے تو میں مکہ
المکرمہ کی زیارت کر آؤں اللہ کے رسولؐ نے جواب میں خاموشی سے پانچ انگلیوں
سے اشارہ کر دیا، امام مالکؒ بیداری کے بعد مخمصے میں مبتلا ہو گئے کہ پانچ سے آپ
کی مراد پانچ دن ہیں، ہفتے ہیں، مہینے ہیں یا کہ سال ہیں، آپ نے مشہور معبر حضرت
ابن سیرینؒ سے تعبیر کی بابت پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ حضورؐ کا اشارہ ان پانچ
مغیبات کی طرف تھا جن کا ذکر سورہ لقمان میں کیا اور جنہیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا

حضرت امام مالکؒ کو ہر اس چیز سے محبت تھی جس کا تعلق فخر کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ تھا، اہل بیت کے ساتھ بھی ان کی محبت کی یہی وجہ تھی۔

امام شافعیؒ کی پسند۔ حضرات گرامی! اختصار کی خاطر میں آپ کو امام شافعیؒ اور
امام احمدؒ کی پسند بتا رہا ہوں لیکن تفصیل پھر کبھی سہی۔

فَقَالَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى وَ أَنَا حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ عِشْرَةُ الْخَلْقِ بِالتَّلَطُّفِ وَتَرْكُ مَا يُؤَدِّي إِلَى التَّكَلُّفِ وَالْاِقْتِدَاءُ بِطَرِيقِ التَّصَوُّفِ۔ (ا ص ۵)

پھر امام شافعیؒ نے فرمایا مجھے بھی تمہاری دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں خلق کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا، تکلفات سے کنارہ کشی اور تصوف کی راہ کو اختیار کرنا۔

امام احمد بن حنبلؒ کی پسند۔

فَقَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى وَ أَنَا حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ مُتَابَعَةُ النَّبِيِّ فِي قَوْلِهِ وَالتَّبَرُّكُ بِأَنْوَارِهِ وَ سُلُوكُ طَرِيقِ آثَارِهِ۔

پھر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے بھی تمہاری دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی اتباع کرنا آپ کے انوار سے برکت حاصل کرنا اور آپؐ کے نقوش قدم (ا ص ۵) پر چلنا۔

ایک خطا کار کی پسند۔

آخر میں میرے دوستو! ریشم میں ٹاٹ کا پیوند لگانا چاہتا ہوں، کرنوں کے ساتھ ظلمت کے تار ملانا چاہتا ہوں، پھولوں کے ساتھ خار کا رشتہ جوڑنا چاہتا ہوں، پستی کو بلندیوں کے ہمدوش کرنا چاہتا ہوں، دریاؤں کے ساتھ ایک قطرے کو ملانا چاہتا ہوں، افلاک کے ساتھ خاک کی نسبت قائم کرنا چاہتا ہوں، انسانوں کے جھرمٹ میں ایک حیوان کو جگہ دینا چاہتا ہوں گویا اصحاب کہف کی چوکھٹ پر ایک کتے کو بٹھانا چاہتا ہوں۔

ہاں ہاں میں اپنی پسند بتانا چاہتا ہوں

اگر مجھ سے کوئی میری مرغوبات کے بارے میں دریافت کرے تو مرغوبات کا ایک

ہجوم تصوراتی نظروں کے سامنے صف بستہ کھڑا ہو جائے لیکن دل پر بھاری پتھر رکھ کر ان ہزاروں تذکروں میں سے اگر تین کا انتخاب کروں تو یہ ہوں گی۔ مخلوق خدا کی خدمت، کتابوں کی کثرت، آخرت میں اپنے لئے اور متعلقین کے لئے بخشش اور مغفرت۔

وما علینا الا البلاغ

حوالہ جات پندرہواں باب

(۱) سورۃ الروم

(۲) صواعق ابن حجر

(۳) مشکوٰۃ شریف

(۴) مشکوٰۃ شریف

(۵) مشکوٰۃ شریف

(۶) مدارج النبوۃ

(۷) شمائل ترمذی

(۸) زاد المعاد

(۹) ندائے منبر و محراب جلد اوّل

(۱۰) بخاری و مسلم

(۱۱) مسند احمد

(۱۲) بخاری و مسلم

(۱۳) نزہۃ المجالس

(۱۴) ترمذی شریف

(۱۵) سیرۃ الصدیق

(۱۶) سورۃ اللیل

(۱۷) ترمذی

(۱۸) سیرت عائشہؓ

(۱۹) ترمذی

(۲۰) سورۃ آل عمران

(۲۱) سورۃ لقمان

(۲۲) الترغیب و الترہیب

(۲۳) مسلم شریف

(۲۴) ازالۃ الخفاء

(۲۵) الفاروق

(۲۶) خلفائے راشدین

(۲۷) الفاروق

(۲۸) تاریخ الخلفاء

(۲۹) سورۃ الانسان

(۳۰) سورۃ القیامۃ

(۳۱) مشکوٰۃ شریف

(۳۲) کنز العمال

(۳۳) ترمذی

(۳۴) بخاری و ترمذی

(۳۵) بخاری و مسلم

(۳۶) سورۃ الدھر

(۳۷) بخاری کتاب المناقب

(۳۸) مسند احمد

(۳۹) مسند احمد ترمذی

(۴۰) سورۃ البقرۃ

(۴۱) سورۃ انعام

(۴۲) سورۃ الانعام

(۴۳) سورۃ البقرۃ

(۴۴) سورۃ فاتحہ

(۴۵) لقابوق

(۴۶) سورۃ البقرۃ

(۴۷) سورۃ الانفال

(۴۸) سورۃ بنی اسرائیل

(۴۹) سورۃ الزمر

(۵۰) ترمذی

(۵۱) ابو داؤد و ترمذی

(۵۲) ترمذی

(۵۳) ترمذی

(۵۴) سورۃ البقرۃ

(۵۵) بخاری و مسلم

(۵۶) ابو داؤد و ترمذی

(۵۷) عقد الجمان

(۵۸) کتاب الاذکیاء

(۵۹) مسلم شریف

(۶۰) حیرت انگیز واقعات

قبروں پہ مریدوں کو جھکاتے رہیے
ڈھولک پہ مخنثوں کو نچاتے رہیے
اللہ اگر روٹھ رہا ہے روٹھے
کیا اس سے غرض عرس مناتے رہیے
(جوش متوفی ۱۹۸۲ء)

ادھر اقتدار بدلا ہے ادھر یہ شیروانی پہن کر قراقلی سجا کر چشمے لگا کر پاجامے پر سفاری کی بجائے
لٹھ کر منتخب کئے قصیدے تیار کر کے ان بادشاہوں کے دربار میں پہنچ جاتے ہیں جن کا دامن
حماقت سے قطعاً عاری ہوتا ہے اور جن کے ہاتھ مظلوموں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔
صاحب اقتدار اگر رات کو دن کہے تو یہ فوراً ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور کہتے ہیں جی ہاں وہ دیکھئے
سورج کتنی آب و تاب سے چمک رہا ہے۔ وہ اگر دن کو رات کہے تو یہ ستارے گننا شروع کر
دیتے ہیں وہ اگر کوئی گپ دے تو یہ گڑگڑا کر کی آواز سے آسمان کو سر پر اٹھا لیتے ہیں وہ اگر گپ
لگا دے تو یہ فوراً ڈائری میں نوٹ کر لیتے ہیں تاکہ یہ نایاب نکتہ کہیں ضائع نہ ہو جائے وہ اگر کوئی
گھسا پٹا فضول لطیفہ سنائے تو یہ قہقہہ بیت کے اشعار بن جاتے ہیں اور معنوی لفظوں سے ان
کے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں اس کی پیشانی پر غصے کی سلوٹیں نمودار ہو جائیں تو انھیں اپنی عاقبت
کی بربادی کا یقین ہو جاتا ہے اس کی مسکراہٹ کو یہ اللہ کی خوشنودی کی دلیل سمجھتے ہیں اور اس
کے جوتے سیدھے کرنے کو جنت کا پروانہ خیال کرتے ہیں جب رات لگتا ہے اور سو جاتا ہے تو یہ
اسے جھوٹے اور من گھڑت خواب سنا کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے
دربار میں پہنچا دیتے ہیں اور اسے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور دوسرے اولیاء کے سلام پہنچاتے ہیں
پھر ان مبینہ بزرگوں کے انھوں نے خواب میں کہے ہوتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ
پیران پیر نے فرمایا تھا کہ بادشاہ کو ہماری طرف سے کہہ دینا کہ اللہ والوں کی خدمت کرتے رہو گے
تو اقتدار سے کبھی محروم نہ ہو گے (اور اللہ والا تو یہ اپنے سوا کسی کو سمجھتے ہی نہیں)۔"

تقلی مُلّا علی پیر

نحمده و نصلی علی سیدنا و رسولنا الکریم اما بعد

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ (۱)

اے ایمان والو اہل کتاب کے اکثر علماء اور مشائخ لوگوں کے مال باطل طریقوں پر کھاتے (اڑاتے) ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ (۱)

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (۲)

کیا تم دوسرے لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب (الٰہی) پڑھتے رہتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے (۲)

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ (۳)

حضرت کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے علم کو اس غرض سے حاصل کیا کہ وہ اس سے علماء پر فخر کرے یا جاہلوں سے جھگڑے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے اللہ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ (۳)

عَنِ الْأَحْوَصِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْأَلُونِي عَنِ الشَّرِّ وَاسْأَلُونِي عَنِ الْخَيْرِ يَقُولُهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ إِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَإِنَّ

احوص بن حکیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برائی کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا کہ مجھ سے برائی کے بارے میں نہ پوچھو بلکہ بھلائی کے

خَیْرُ الْخَیْرِ خِیَارُ الْعُلَمَاءِ (۴) متعلق پوچھو آپ نے تین بار ان جملوں کو ادا فرمایا
اور اس کے بعد فرمایا شریروں میں بدترین علماء سو
ہیں اور اچھے لوگوں میں سے بہترین لوگ اچھے علماء

بزرگان محترم و برادران عزیز! یہ حضرت انسان بھی بڑی عجیب چیز ہے کہنے والے کہتے ہیں کہ انسان بالطبع مظہر ضدین اور جامع نقیضین ہے یہ ظلماتی بھی ہے نورانی بھی ' زمینی بھی ہے آسمانی بھی ' ملکوتی بھی ہے ناسوتی بھی ' رحمانی بھی ہے شیطانی بھی ' عالم بھی ہے جاہل بھی عادل بھی ہے ظالم بھی ' عامل بھی ہے غافل بھی ' سعید بھی ہے شقی بھی ' فاسق بھی ہے متقی بھی ' ضار بھی ہے نافع بھی ' حریص بھی ہے قانع بھی ' ظلوم و جہول بھی ہے علوم و حمول بھی صبور و شکور بھی ہے شرور و کفور بھی ' رؤف و کریم بھی ہے ' قسی و لئیم بھی ' غرضیکہ اس میں محاسن بھی ہیں معائب بھی ' عیوب بھی ہیں کمالات بھی (۵) ..... اللہ نے اسے مختلف صفات اور کمالات سے نوازا ہے اسے کئی صلاحیتیں اور استعدادیں دی ہیں یہ اپنی صفات اور کمالات کو بروئے کار لاکر عبدالشیطن بھی بن سکتا ہے اور بندہ رحمٰن بھی بن سکتا ہے۔ یہ ان صلاحیتوں کی بدولت عالم انسانی کی اصلاح بھی کرسکتا ہے اور اس میں فساد اور بگاڑ بھی پیدا کرسکتا ہے ' اللہ نے انسان کو جو مختلف صلاحیتیں عطا کی ہیں ان میں سے میں سمجھتا ہوں کہ سب سے قیمتی نعمت اور صلاحیت "علم" ہے۔ بلکہ یہی وہ صلاحیت ہے جس کی بناء پر انسان اور حیوان میں فرق ہوتا ہے ورنہ معدہ اگر انسان کے پاس ہے تو حیوان کے پاس بھی ہے ' کان آنکھیں ' ہاتھ پاؤں انسان کے پاس ہیں تو حیوان کے پاس بھی ہیں بلکہ میں تو اس سے بھی آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ ملائکہ پر بھی انسان کو اگر فضیلت حاصل ہے تو وہ علم ہی کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کی برتری ان پر ثابت کی تھی تو اسی علم کی وجہ سے ثابت کی تھی کہ آدم علیہ السلام کو جن چیزوں کا علم تھا فرشتوں کو ان

چیزوں کا علم نہیں تھا مگر جیسے انسان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دوسری نعمتوں کے استعمال کرنے کی وجہ سے اللہ کا محبوب بھی بن سکتا ہے اور مغضوب بھی بن سکتا ہے۔ اسی طرح سے علم کو بھی اگر صحیح محل پر صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے تو انسان ملائکہ سے آگے بڑھ سکتا ہے اس کا سونا عبادت ہوجاتا ہے اس کے لئے کائنات کی ساری مخلوق دعائیں کرتی ہے وہ چلتا ہے تو فرشتے اس کے قدموں کے نیچے پر بچھاتے ہیں وہ مجلس میں بیٹھتا ہے تو اس مجلس کو نورانی مخلوق اپنے احاطہ میں لے لیتی ہے اور اگر اس علم کو ناجائز اغراض کے لئے حاصل کیا جائے ' علم حاصل کرنے کا مقصد جاہلوں کو مرعوب کرنا ہو ' علم حاصل کرنے کا مقصد بادشاہوں کا قرب حاصل کرنا ہو ' علم حاصل کرنے کا مقصد سونا چاندی جمع کرنا ہو علم حاصل کرنے کا مقصد تاویل و تحریف کے ذریعہ حق کو چھپانا ہو تو ایسا علم وبال بن جاتا ہے ' ایسا علم ضیاع ایمان کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

کمال علم عالم کا تو کمال یہ ہے کہ وہ اپنی جہالت کا اقرار کرے اور یہی سمجھتا رہے کہ میں کچھ بھی نہیں جانتا ' کبھی یہ گھمنڈ ' یہ فخر یہ غرور اس کے دل میں آئے ہی نہیں کہ میں بہت بڑا عالم ہوں ' میں کوئی انوکھی چیز ہوں ' کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

۱۔ آنکس کہ نداند و نداند کہ نداند ۔ در جہل مرکب ابدالدہر بماند

جو شخص کہ نہیں جانتا اور اسے یہ احساس بھی نہیں کہ میں نہیں جانتا وہ جہل مرکب میں ہمیشہ کے لئے مبتلا رہے گا۔

۲۔ آنکس کہ بداند و بداند کہ بداند ۔ آن ہم خرک لنگ بمنزل برساند

جو شخص کہ جانتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ جانتا ہے وہ بھی اپنے لنگڑے گدھے کو منزل پر پہنچا لیتا ہے۔

۳۔ آنکس کہ بداند و بداند کہ نداند ۔ اسپ طرب خویش بافلاک رساند

جو شخص کہ جانتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ نہیں جانتا وہ اپنے اسپ شادمانی کو آسمان تک پہنچا لیتا ہے۔

تو علم کا کمال یہ ہے کہ ہر وقت اپنی ہیچمدانی کا احساس رہے جتنا بڑا عالم ہوگا اتنی ہی اس میں تواضع اور انکساری ہوگی حضرت مولنا محمد قاسم نانوتویؒ جن کی کتابیں اس قدر دقیق ہیں کہ طلباء تو طلباء علماء کے لئے بھی ان کا سمجھنا بڑا مشکل ہے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایسی سادگی اور تواضع سے رہتے تھے کہ جب بازار سے گزرتے تو لوگ انہیں ایک عام مزدور اور کمی سمجھتے اور بعض اوقات ان کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو مزدوروں کے ساتھ کیا جاتا ہے مگر وہ کبھی بھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے کہ میں دارالعلوم کا محدث یا کوئی بہت بڑا عالم ہوں بلکہ کبھی کبھی فرمایا کرتے کہ اگر مجھ پر عالم ہونے کی تہمت نہ ہوتی تو میں اپنے آپ کو ایسا گمنام کر دیتا اور مٹا دیتا کہ دنیا والوں کو پتہ ہی نہ چلتا کہ قاسم نام کا کوئی بندہ تھا یا نہیں' یہ تواضع اور فنائیت صرف حضرت نانوتویؒ کی خصوصیت نہ تھی بلکہ ہمارے جتنے بھی اکابر و مشائخ گذرے ہیں ان سب میں یہ صفت پائی جاتی تھی یوں بھی آپ دیکھتے ہیں کہ جو پھل دار ٹہنی ہوتی ہے وہ جھکی ہوتی ہے اور جو پھل سے خالی ٹہنی ہوتی ہے وہ اٹھی ہوتی ہے اور اللہ کے رسولؐ کا فرمان ہے من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ (جو اللہ کی رضا کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اسے رفعت عطا کرتا ہے) (۹) ان حضرات نے عاجزی اختیار کی تو اللہ نے پوری دنیا میں ان کے نام کو چمکا دیا' عرب و عجم نے ان کے کمال علم کا اعتراف کیا' شرق و عجم میں ان کی خدمات کا اقرار کیا گیا تفسیر' حدیث' فقہ' ادب اور منطق و فلسفہ میں ان کی مہارت کو تسلیم کیا گیا حالانکہ انہوں نے کبھی یہ خواہش نہیں کی کہ ہماری مہارت اور قابلیت کو کوئی تسلیم کرے بلکہ وہ تو اپنے آپ کو مٹانے اور گمنام رکھنے کی کوشش کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ انکساری

اور عجز و نیاز بڑا پسند آیا اور اللہ نے ان کے نام کو دنیا میں چمکا دیا

علماء سوء مجھے اس وقت علماء حق کی صفات اور خصوصیات نہیں بیان کرنا ہے بلکہ میں تو آج کی نشست میں علماء سوء کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جہاں علماء حق میں عجز و نیاز قناعت و استغناء اور جرات و شجاعت جیسی صفات ہوتی ہیں وہیں علماء سوء میں تکبر، انانیت، حرص و طمع اور بزدلی اور کمینگی جیسی صفات پائی جاتی ہیں اور جس شخص میں یہ اخلاق رذیلہ پیدا ہو جائیں وہ کتنا ہی بڑا عالم و زاہد کیوں نہ ہو وہ اللہ کی بارگاہ میں مردود اور مبغوض ہو جاتا ہے علماء سو کا پیشوا اور مقتدا ابلیس بھی تو بہت بڑا عالم اور زاہد تھا لیکن تکبر اور "انا خیر منہ" کے گھمنڈ کی وجہ سے اللہ تعالی کی پھٹکار کا مستحق ہوا اسی طرح بلعم بن باعورا بھی تو بڑا زاہد و پارسا اور صاحب علم انسان تھا لیکن جب وہ حرص و طمع اور خواہشات کی اتباع میں مبتلا ہو گیا تو اللہ نے اسے کتے جیسی مصیبت میں مبتلا کر دیا اور اللہ نے اپنی کتاب مقدس میں اس کا ذکر بھی بڑی نفرت اور حقارت سے کیا ہے فرمایا۔

"اور سنا دے ان کو حال اس شخص کا جس کو ہم نے دی تھیں اپنی آیتیں پھر وہ ان کو چھوڑ نکلا پھر اس کے پیچھے لگا شیطان تو وہ ہو گیا گمراہوں میں اور ہم چاہتے تو بلند کرتے اس کا رتبہ ان آیتوں کی بدولت لیکن وہ تو ہو رہا زمین کا اور پیچھے ہو لیا اپنی خواہش کے تو اس کا حال ایسا ہے جیسے کتا، اس پر تو بوجھ لادے تو ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے یہ مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو سو بیان کر یہ احوال تاکہ وہ دھیان کریں" (٦)

واللہ العالم آپ جانتے ہیں کہ رب کریم نے بلعم بن باعوراء کی اس قدر مذمت کیوں بیان فرمائی اس لئے کہ اگر وہ مقتدی ہوتا اگر وہ جاہل ہوتا تو اس کی غلطی کا

نقصان صرف اس کی ذات تک محدود رہتا مگر وہ تو مقتدر تھا' زمانے کا پیشوا تھا ایک مسلم مذہبی رہنما تھا اس کی لغزش سے ہزاروں انسان گمراہی کا شکار ہو گئے اس لئے تو کہا گیا ہے " زلۃ العالم زلۃ العالم " ایک صاحب علم کی لغزش سے سارا جہان لغزش کا شکار ہو جاتا ہے جاہل انسان اگر کوئی ایسی ویسی بات کہدے تو لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے اور یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ اس کا کیا ہے وہ تو جاہل ہے ان پڑھ ہے بیوقوف ہے لیکن صاحب علم کی بات کا ایک وزن ہوتا ہے عوام کی نظر میں اس کی وقعت اور اہمیت ہوتی ہے وہ اگر حرص و طمع کی وجہ سے یا ارباب اقتدار کو خوش کرنے کے لئے کوئی غلط فتوی یا مسئلہ بتا دے گا تو اس کے فتوی اور مسئلہ کی وجہ سے ہزاروں انسان گمراہ ہو جائیں گے اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر دور میں اسلام اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان علماء سوء اور کاروباری اور جاہل پیروں کے ہاتھوں اٹھانا پڑا ہے اور دنیا میں پھیلنے والی اکثر گمراہیوں اور بدعقیدگیوں کے آخری سرے پر آپ کو کوئی نہ کوئی مذہبی دوکاندار کوئی نہ کوئی علم فروش' کوئی نہ کوئی نقلی ملا اور جاہل پیر دکھائی دے گا اور ان بدبختوں نے ہر دور میں چند ٹکوں کی خاطر غریبوں کا خون پینے والے سرمایہ داروں کسانوں پر ظلم ڈھانے والے جاگیرداروں اور رعایا کے حقوق دبانے والے جابر حکمرانوں کا ساتھ دیا ہے بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لادینی جماعتیں اور ارباب اقتدار' شو پیس کے طور پر چند ضمیر فروش نقلی ملاؤں اور جعلی پیروں کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ سیدھے سادے مسلمان یہ سمجھیں کہ "اسلام" تو ان کے پاس بھی ہے اگر آپ پاکستان کی سیاسی جماعتوں کا ایک سرسری جائزہ لیں تو آپ کو تقریباً ہر جماعت میں کوئی نہ کوئی ایسی شخصیت ضرور دکھائی دے گی جس کے چہرے پر سنت رسولؐ ہوگی سر پر عمامہ' جسم پر جبہ' آنکھوں میں سرمہ' ہاتھوں میں تسبیح' زبان پر خوشامد' دماغ میں فتور اور دل میں حرص و ہوس کا زور! ابھی زمانہ قریب ہی میں جب

مملکت پاک میں نسوانی حکومت قائم ہوئی تو کئی لوگوں نے اس حکومت کو شرعی جواز دینے کے لئے اپنی زبان اور اپنے قلم کی ساری توانائیاں صرف کردیں اور بعض عقیدت مندوں نے تو اسلام آباد میں علماء و مشائخ کانفرنس کے نام سے محترمہ کو ایک استقبالیہ دیا جس میں ملک بھر کے چوٹی کے ضمیر فروش جمع ہوئے اور انہوں نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر قصیدہ خوانی کی، دروغ گوئی اور کتمان حق کا ایسا مظاہرہ ہوا کہ ہر بعد میں آنے والا سوچتا تھا کہ پہلے مقرر نے جتنی بڑی گپ لگائی ہے شاید میں اتنی بڑی گپ نہ لگا سکوں اور پھر یہ مذہبی دوکاندار پرمٹوں لائسنسوں، اجازت ناموں، سفارشوں اور اپنی اپنی اغراض کے حصول کے لئے درخواستیں لے کر اسٹیج پر چڑھ دوڑے یہاں تک کہ محترمہ کے لئے اپنی عزت و آبرو اور جان بچانا مشکل ہو گیا ان سوالیوں نے سوچ لیا تھا کہ اپنی ایمان فروشی کا صلہ آج نقد لے کر جائیں گے، محترمہ انہیں وعدہ فردا پر ٹال رہی تھیں لیکن ملک کے ان نامور جغادریوں کا کہنا یہ تھا کہ

مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

اس وقت خوشامدیوں کا یہ سکہ بند ٹولہ کورس کے انداز میں گا رہا تھا۔

گل پھینکے ہے اوروں کی طرف اور ثمر بھی
اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی

قدر مشترک ارباب اقتدار اور اصحاب ثروت کے ساتھ علماء سوء کا گٹھ جوڑ ہمیشہ سے رہا ہے اور انہوں نے اپنے گٹھ جوڑ سے مسلمانوں کو غیروں کے مقابلے میں زیادہ نقصان پہنچایا ہے شاید اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن حکیم میں نقلی مولویوں، جعلی پیروں اور متکبر سرمایہ داروں کا ایک ہی آیت میں اکٹھے ذکر فرمایا ہے ان تینوں طبقات میں قدر مشترک مال و دولت کی ہوس اور عوام کو بیوقوف بنا کر ان کے حقوق

غصب کرتا ہے ' اللہ تعالی فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم (۷)

اے ایمان والو بہت سے علماء اور مشائخ لوگوں کے مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جولوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔

ان تین طبقات میں سے پہلا طبقہ علماء سوء کا ہے یہ روپے پیسے کی خاطر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں ' ان کا ذہن ایسے ایسے نکتے پیدا کرتا ہے کہ عقل اور شرع سر پیٹ کر رہ جائے ایک عورت کی ایک مرد سے شناسائی تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح خاوند سے چھوٹ کر آشنا سے نکاح ہو جاوے ایک ایسے ہی مولوی صاحب نے جو دین کے لیٹرے تھے اس کو ترکیب سکھائی کہ تو کافر ہو جا نکاح ٹوٹ جائے گا پھر توبہ کرکے دوسرے سے نکاح کر لینا ' خدا کی پناہ ایسے ہی ظالموں نے مولویوں کو بدنام کیا ہے (۸)

حدیث میں اس بات کو ناپسند کیا گیا ہے کہ علماء دنیا داروں سے ملیں تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ کہیں ایسے نہ ہو کہ وہ انہیں خوش کرنے کے لئے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے لگیں اس لئے کہا جاتا ہے۔ " **نعم الامیر علی باب الفقیر و بئس الفقیر علی باب الامیر** " (وہ امیر بہت اچھا ہے جو فقیر کے دروازے پر چل کر جائے اور وہ فقیر بہت برا ہے جو امیر کے دروازے پر جائے)

حضرت ابوالحسن نوریؒ ! ہاں اگر کوئی حقانی عالم ہو جس کی شان حضرت ابوالحسن نوریؒ جیسی ہو تو اس کے لئے استثناء ہے حضرت ابوالحسن نوریؒ کی حکایت ہے کہ ایک بار ایک موقع پر چلے جا رہے تھے ' چلتے چلتے دجلہ کے کنارے پر پہنچے دیکھا کہ

شراب کے مٹکے کشتیوں سے اتر رہے ہیں پوچھا کہ ان میں کیا ہے کشتی والے نے کہا
شراب ہے بادشاہ کے لئے آئی ہے اور وہ دس مٹکے تھے شیخ کو غصہ آیا اور کشتی والے
کی لکڑی مانگ کر انہوں نے لگا تار نو مٹکے توڑ ڈالے اور ایک مٹکا چھوڑ دیا چونکہ یہ
شراب بادشاہ کے لئے آئی تھی اس لئے سیدھا بادشاہ کے ہاں ان کا چالان کر دیا وہ
بادشاہ نہایت ڈراؤنی صورت میں بیٹھ کر دربار کیا کرتا تھا' لوہے کی ٹوپی اوڑھتا تھا
اور لوہے کی زرہ لوہے کا گرز ہاتھ میں ہوتا تھا اور لوہے کی کرسی پر بیٹھتا تھا' جب ان
کو دربار میں لایا گیا تو بادشاہ نے نہایت کڑک کر ڈراؤنی آواز سے پوچھا کہ تم نے یہ
کیا کیا حضرت شیخ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے آپ کو بھی معلوم ہے دریافت
کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ میں یہاں تک نہ لایا جاتا' بادشاہ یہ جواب سن کر غصہ
میں بھر گیا اور پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی کیا تم شرعی کوتوال ہو کہ لوگوں کے
کاموں کی دیکھ بھال کرتے پھرتے ہو' شیخ نے فرمایا کہ ہاں شرعی کوتوال ہوں' بادشاہ
نے پوچھا کہ تم کو کس نے کوتوال بنایا ہے فرمایا کہ جس نے تجھے بادشاہ بنایا ہے بادشاہ
نے پوچھا کوئی دلیل ہے فرمایا کہ ہاں یہ آیت ہے۔

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ

اے میرے بیٹے نماز قائم کرنا اچھے کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے روکنا اور جو
کچھ تم کو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنا۔

حاصل یہ کہ برے کاموں سے روکنے کا آیات میں حکم ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو
حق ہے کہ بری بات پر روک ٹوک کرے بادشاہ نے جو یہ نڈر پنے کی باتیں سنیں تو
اس پر بڑا اثر ہوا اور کہا کہ ہم نے تم کو آج سے کوتوال بنا دیا مگر ایک بات بتاؤ کہ
ایک مٹکا تم نے کیوں چھوڑ دیا فرمایا کہ جب میں نے نو مٹکے توڑ ڈالے تو نفس میں
خیال آیا کہ اے ابوالحسن تو نے بڑی ہمت کا کام کیا کہ بادشاہ سے بھی نہ ڈرا میں نے

اسی وقت ہاتھ روک لیا کیونکہ اس سے پہلے تو اللہ کی رضا مندی کے لئے توڑتے تھے اگر اب توڑوں گا تو وہ نفس کے لئے ہوگا اس لئے رمان منکا چھوڑ دیا ' بادشاہ پر اس کا بہت اثر ہوا (۲۰)

تو اگر حضرت ابو الحسن نوری جیسا مخلص ' نڈر ' حق گو اور مستغنی انسان ہو تو اس کے لئے بادشاہوں اور امیروں کے پاس جانا جائز ہے لیکن کسی حریص ' لالچی ' خوشامدی ' کاسہ لیس اور کمزور ارادے والے انسان کے لئے ایسی جگہ جانا جائز نہیں جہاں انسانوں کی بجائے حیوانوں کی بولی لگتی ہو جہاں ستمگر حق پر انعام ملتا ہو۔

ہمارے دور کے پیر! ہم اپنے دور کے علماء سوء اور دوکاندار پیروں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہر قافلے کے ہمنشین بننے کے لئے اور ہر چڑھتے سورج کے پجاری بننے کے لئے تیار رہتے ہیں ادھر اقتدار بدلتا ہے ادھر یہ شیروانی پہن کر قراقلی سجا کر ' چہرے پر مکاری کی سیاہی مل کر ' مقفیٰ مسجع قصیدے تیار کرکے ان بادشاہوں کے دربار میں پہنچ جاتے ہیں جن کا دامن حسنات سے قطعاً عاری ہوتا ہے اور جن کے ہاتھ مظلوموں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں اور یہ ضمیر فروش ان ظالموں اور وڈیروں کے سامنے صف بنا کر دست بستہ ہو کر ایسے خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں گویا رب کے دربار میں کھڑے ہیں یہ اپنے اوپر مصنوعی رقت طاری کر لیتے ہیں اور جب وقت کا جابر ان سے ہمکلام ہوتا ہے تو اتنی پست آواز سے جواب دیتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے بول نہیں رہے بلکہ منمنا رہے ہیں صاحب اقتدار اگر رات کو دن کہے تو یہ فوراً ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور کہتے ہیں جی ہاں وہ دیکھئے سورج کتنی آب و تاب سے چمک رہا ہے وہ اگر دن کو رات کہے تو یہ ستارے گننا شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے اگر باد مخالف صادر ہو جائے تو ان کو خوشبو کے جھونکے اٹھتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں وہ اگر گالی بک دے تو یہ مکرر مکرر کی آواز سے آسمان کو سر پر اٹھا لیتے ہیں وہ اگر کبھی

لگا دے تو یہ فوراً ڈائری میں نوٹ کر لیتے ہیں تاکہ یہ نایاب نکتہ کہیں ضائع نہ ہو جائے وہ اگر کوئی گھسا پٹا فضول سا لطیفہ سنا دے تو یہ ٹوتھ پیسٹ کے اشتہار بن جاتے ہیں اور مصنوعی قہقہوں سے ان کے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں اس کی پیشانی پر غصے کی سلوٹیں نمودار ہو جائیں تو انہیں اپنی عقبیٰ کی تباہی کا یقین آ جاتا ہے اس کی مسکراہٹ کو یہ اللہ کی خوشنودی کی دلیل سمجھتے ہیں اور اس کے جوتے سیدھے کرنے کو یہ جنت کا پروانہ خیال کرتے ہیں جب داؤ لگتا ہے اور موقع ملتا ہے تو یہ اسے جھوٹے اور من گھڑت خواب سنا کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دربار میں پہنچا دیتے ہیں اور اسے شیخ عبدالقادر جیلانی اور دوسرے اولیاء کے سلام پہنچاتے ہیں جو ان ضمیر فروشوں کو انہوں نے خواب میں کہے ہوتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ پیران پیر نے فرمایا تھا کہ بادشاہ کو ہماری طرف سے کہہ دینا کہ اللہ والوں کی خدمت کرتے رہو گے تو اقتدار سے کبھی محروم نہ ہو گے ' (اور اللہ والا تو یہ اپنے سوا کسی کو سمجھتے ہی نہیں)۔

عالم نہیں واعظ ! ان میں اکثر عالم نہیں بلکہ قصہ گو واعظ ہوتے ہیں یہ آدھے قوال اور گویے ہوتے ہیں۔

انہیں فنکاری پر پورا پورا عبور ہوتا ہے یہ حسب موقع روہانسی صورت بھی بنا لیتے ہیں اور قہقہے بھی لگا لیتے ہیں ' ان کا مبلغ عام طور پر "منیتہ المصلی ' پکی روٹی ' داستان یوسفؑ اور چند قصوں کی کتابوں تک محدود ہوتا ہے ' حضرت تھانویؒ نے ایک ایسے ہی عالم نما واعظ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ سہارنپور میں آئے۔ جمعہ کی نماز کے بعد پوچھا ساہبو (صاحبو) یہاں اواج (وعظ) بھی ہوا کرے ہے معلوم ہوا کہ نہیں ہوتا آپ نے پکار دیا بھائیو ! اواج ہو گی لوگ ٹھہر گئے منبر پر پہنچ کر یٰسین شریف کی غلط سلط آیتیں پڑھیں اور غلط سلط ترجمہ کر کے کھڑا ہو گیا وہاں ایک مولوی صاحب بھی

بیٹھے تھے مگر تھے بیچارے اندھے ' انہوں نے اس واعظ کو بلا کر پوچھا تمہاری تحصیل کہاں تک ہے (یعنی تم نے کہاں تک کتابیں پڑھی ہیں) تو آپ کیا فرماتے ہیں ہماری تسیل تحصیل) ہے ہاپوڑ ! پھر انہوں نے صاف کر کے پوچھا کہ تم نے پڑھا کیا کیا ہے تو آپ فرماتے ہیں ہم نے سب کچھ پڑھا ہے ' نورنامہ ' ساہن نامہ ' دائی حلیمہ کا قصہ ' معجزہ آل نبی ' اور تو کیا جانے اندھے یہ نمونہ ہے واعظ صاحب کی لیاقت کا (۱۱)

مانگو اور تبلیغ کرو ! جاہل ہونے کے باوجود محض خوش الحانی اور فتویٰ بازی کی وجہ سے ان پیشہ ور واعظوں کی فیس آسمان سے باتیں کرتی ہیں 'گویا ان کا منشور یہ ہے کہ مانگو اور تبلیغ کرو جیسا کہ وہ مشہور ہے کہ اکبر بادشاہ نے کسی بھانڈ کو خوش ہو کر ایک ہاتھی دے دیا تھا بھانڈ نے ہاتھی تو لے لیا لیکن اس کو خیال ہوا کہ میں غریب آدمی ہوں اس ہاتھی کو کھلاؤں گا کہاں سے ' اس کی تو چار خوراکوں میں میرا سارا گھر بھی ختم ہوجائے گا آخر اس کو معلوم ہوا کہ آج اکبر کی سواری فلاں طرف سے فلاں وقت گذرے گی جب وہ وقت آیا تو آپ نے ہاتھی کے گلے میں ایک ڈھول ڈال کر اسی طرف چھوڑ دیا اکبر کی سواری جب گذری تو اس نے دیکھا کہ سامنے ایک ہاتھی چلا آرہا ہے اور گلے میں ڈھول پڑا ہوا ہے غور کیا تو معلوم ہوا کہ شاہی سواری کا ہاتھی ہے ' لوگوں سے پوچھا کہ یہ ہاتھی اس حالت میں کیوں پھرتا ہے لوگوں نے کہا کہ حضور نے اپنے بھانڈ کو یہ ہاتھی دے دیا تھا اکبر نے بھانڈ کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم نے ہاتھی کو اس حالت میں کیوں چھوڑا ہے کہنے لگا کہ حضور نے ہاتھی تو مجھے عنایت فرمایا مگر میرے پاس کھلانے پلانے کو کیا دھرا تھا آخر یہ سمجھ میں آیا کہ جو میرا پیشہ ہے وہی اس کو بھی سکھاؤں گا اس لئے میں نے گلے میں ڈھول ڈال کر اس کو چھوڑ دیا کہ مانگو اور کھاؤ ' اکبر کو یہ لطیفہ پسند آیا اور اس نے ایک گاؤں بھی انعام میں دے دیا ۔ (۱۲)

تو آج کل کے واعظوں نے بھی یہی تجویز کر رکھا ہے کہ وعظ کرو اور مانگو اور کھاؤ۔

کامیاب کاروباری ! ہمارے ہاں تھوک کے حساب سے پائے جانے والے پیروں نے پیری مریدی کو منافع بخش کاروبار بنا دیا ہے' خانقاہیں دوکانوں میں تبدیل ہو چکی ہیں اسی لئے قبروں اور خانقاہوں پر قبضے جمانے کے سلسلے میں اکثر و بیشتر جھگڑے ہوتے رہتے ہیں ' دونوں جانب کے مرید اپنے اپنے " حضرت " کی حمایت میں مسلح ہو کر میدان میں آجاتے ہیں اور ایک دوسرے کا خون بہاتے ہیں ' ان کے تعویذوں کے ریٹ مقرر ہوتے ہیں یہ نوکری دلاتے ہیں عشق کو ساحل تک پہنچاتے ہیں ' ناکام محبت کو کامیاب بناتے ہیں ' شادیاں کرواتے ہیں ' کاروبار چمکاتے ہیں ' افسروں کے پتھر جیسے دلوں کو موم بناتے ہیں ' بیٹے اور بیٹیاں دلاتے ہیں اور یہ صرف دنیا ہی میں کام نہیں آتے ' آخرت میں بھی اپنے مریدوں کے کام آئیں گے ان کے وہ مرید جو ماہانہ یا سالانہ بھتہ باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں خواہ وہ شرابی اور زانی ہوں خواہ وہ ڈاکو اور لٹیرے ہوں ' ان کا ہاتھ پکڑ کر فرشتوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر آنکھ بچا کر چپکے سے انہیں فردوس بریں میں پہنچا دیں گے اگر ان کے مریدوں کے ذمہ کچھ حقوق ہوئے تو یہ ان کو اپنے ذمہ لے لیں گے ' مریدوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ان کے پیر صاحب بڑے پہنچے ہوئے ہیں وہ اپنے مریدوں کی طرف سے نماز روزہ بھی ادا کر لیتے ہیں۔

پل صراط اور پگڈنڈی ! ایک ایسے ہی پیر صاحب تھے وہ جب سالانہ دورے پر ایک گاؤں میں اپنے دیہاتی مریدوں کے پاس پہنچے تو ان میں سے کسی نے مذاق کے طور پر کہہ دیا کیا بات ہے حضرت آپ بڑے کمزور ہو رہے ہیں ایسے ہی جیسے لوگ ازراہ مذاق کسی موٹے کو کہہ دیتے ہیں کہ آپ تو کمزور ہو ہو کر ہاتھی ہو گئے ہیں ' تو اسی طرح ان میں سے کسی دیہاتی نے چھ فٹ لمبے اور چار فٹ چوڑے پیر صاحب

سے کہہ دیا کہ جناب تو بہت کمزور ہو رہے ہیں ' لیکن پیر صاحب کو کاروباری بات کرنے کا موقع ہاتھ آگیا ' جھٹ سے کہنے لگے ' کیا کروں بدبختو تمہاری نمازیں مجھے پڑھنی پڑتی ہیں تمہارے روزے مجھے رکھنے پڑتے ہیں اور تو اور تمہاری طرف سے پل صراط پر چلنے بلکہ دوڑنے کی مشق بھی میں ہی کرتا ہوں ورنہ تم کل روز محشر کو اس بال سے باریک اور تلوار سے تیز راستے پر کیسے چل سکو گے ' یہ کہتے ہوئے پیر صاحب کی سرگیں آنکھوں میں مصنوعی آنسو آگئے ' مرید بڑے متاثر ہوئے ' انہوں نے کہا حضرت آپ تو واقعی ہمارے لئے بڑی قربانیاں دیتے ہیں بڑی تکلیف اٹھاتے ہیں چلئے ہم اپنی زمین کا کوئی ٹکڑا جسے آپ پسند فرمائیں اسے ہم آپ کے نام لگادیتے ہیں ۔ پیر صاحب کی باچھیں کھل گئیں من کی مراد پوری ہوگئی اور وہ فوراً زمین دیکھنے کے لئے چل پڑے ۔ پیر صاحب آگے آگے تھے اور مریدوں کا لشکر پیچھے پیچھے ' دیہات کی زمینوں میں چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیاں ہوتی ہیں ۔ پیر صاحب کو ان پر چلنا پڑا تو لڑکھڑانے لگے کیونکہ وہ تو کھلے راستوں پر چلنے کے عادی تھے ' جب وہ لڑکھڑائے تو ایک گستاخ مرید نے پیٹھ پر ایک زور دار ٹک لگائی اور یہ کہہ کر حضرت جی کو پانی کے ٹھنڈے نالے میں گرادیا ۔ " سالا پگڈنڈی پر تو چل نہیں سکتا اور کہتا ہے کہ میں پل صراط پر دوڑنے کی مشق کرتا ہوں ۔ "

پہنچے ہوئے ! ان جاہل پیروں میں سے بعض ایسے بزرگ بھی ہیں کہ ان کو ابراہیم ادھمؒ کہنا چاہئے اور جنید بغدادیؒ کہنا چاہئے ۔ لیکن حضرت جنیدؒ کی تو یہ حالت تھی کہ ایک شخص آپ کا امتحان کرنے آیا اور دس برس تک آپ کے پاس رہا مگر معتقد نہ ہوا ایک روز کہنے لگا کہ میں نے آپ کی بزرگی کی شہرت سنی تھی لیکن دس برس سے آپ کے پاس ہوں اس مدت میں میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی ' آپ نے فرمایا کہ اس مدت میں تو نے جنید کو کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ کرتے بھی دیکھا ؟ اس

نے جواب دیا کہ گناہ تو کوئی نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا کہ یہ کچھ کم کرامت ہے کہ دس برس تک اس سے خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہوا' ایسا ہی ان کا ایک دوسرا قصہ ہے کہ ان کے زمانہ میں کچھ لوگ اپنے کو صوفی مشہور کرتے تھے کہ ہم تو پہنچے ہوئے ہیں نماز روزوں کی ہم کو ضرورت نہیں۔ یہ بات جب حضرت جنید" تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اس بات میں تو سچے ہیں کہ ہم پہنچے ہوئے مگر دوزخ تک پہنچے ہوئے ہیں خدا تک پہنچے ہوئے نہیں ہیں۔

ہمارے دور میں بھی ایسے مکار اور دنیا دار پیر ہیں جو اپنے آپ کو نماز روزہ سے آزاد کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم دل میں پڑھتے ہیں اور بعض تو ایسے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ہر نماز مدینہ میں جاکر پڑھتے ہیں وہ کھانا تو یہاں کھاتے ہیں مشروبات بھی یہیں کے پیتے ہیں مگر نماز وہاں جاکر پڑھتے ہیں ان سے کوئی پوچھے کہ اللہ کے بندو جب تم پانچ وقت کی نماز وہاں پڑھنے کے لئے جاتے ہو تو کھانا بھی وہیں سے کیوں نہیں کھا کر آتے یہاں کا جراثیم سے آلودہ پانی پینے کے بجائے وہاں سے زم زم کیوں نہیں پی کر آتے۔

بات طویل ہو گئی میں سورہ توبہ کی روشنی میں آپ کو بتا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دین فروش مولویوں' دوکاندار پیروں اور سنگدل سرمایہ داروں کا تذکرہ اس آیت کریمہ میں اکٹھے کیا ہے۔

ترتیب میں نکتہ! اس سے اگلی آیت بھی بڑی اہمیت والی ہے جس میں ان لوگوں کی سزا ذکر کی گئی ہے جو سونے اور چاندی کے انبار لگا لیتے ہیں لیکن انہیں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی ان کی سزا یہ ذکر فرمائی کہ ان کے جمع کردہ دراہم و دنانیر کو قیامت کے دن آتش دوزخ میں تپایا جائے گا اور ان سے پہلے ان کی پیشانیوں کو پھر ان کے پہلوؤں کو اور آخر میں ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ اس ترتیب میں نکتہ یہ ہے کہ ان سرمایہ داروں سے دنیا میں جب کبھی اللہ کے دین کے

لئے اور مستحق کی اعانت کے لئے خرچ کرنے کو کہا جاتا تھا تو سنتے ہی سب سے پہلے ان کی پیشانی پر بل پڑجاتے تھے پھر وہ تکبر کے انداز میں کندھے اچکتے اور پہلو بدل لیتے تھے اور آخر میں انتہائی غصے کی حالت میں پیٹھ پھیر کر چل پڑتے تھے۔ لہذا اسی ترتیب سے ان کے اعضاء کو داغا جائے گا۔

ایک دوسرا نکتہ جو کم علم راقم الحروف کے ذہن میں آتا ہے اگرچہ کسی تفسیر میں نہیں دیکھا (**ان کان صوابا فمن اللہ و ان کان خطا فمنی و من الشیطان**) یہ ہے کہ اس وعید سے پہلے سرمایہ داروں کے ساتھ ضمیر فروش صوفیوں اور مولویوں کا بھی تذکرہ ہے جو کہ بیک وقت تین جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ وہ روپے کی خاطر جبین نیاز کے تقدس کو لٹاتے ہیں اور اقتدار اور دولت کی چوکھٹ پر جبہ سائی کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ احکام ربانی سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ تیسرا یہ کہ کتاب و سنت کے صریح نصوص کو چند ٹکوں کی خاطر پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ لہذا ان کو سزائیں بھی تین دی جائیں گی اور اسی ترتیب سے دی جائیں گی جس ترتیب سے انہوں نے ان جرائم کا ارتکاب کیا۔ پھر ان تینوں گروہوں کو اس ترتیب سے ذکر کرنے میں بھی نکتہ ہے وہ یہ کہ دنیا میں جب کبھی جہاں تباہی آئی ہے وہ اسوقت آئی ہے جب ان تینوں طبقوں میں بگاڑ پیدا ہوا۔ اور اس میں بھی یہ ترتیب رہی کہ اسلام اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان علماء سوء سے پھر گمراہ اور حریص صوفیوں سے اور تیسرے نمبر پر وسائل معاش پر قابض ہوجانے والے سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور بادشاہوں سے! اور قرآن حکیم کی آیت بالا میں بھی اسی ترتیب سے ان گروہوں کا تذکرہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا مشہور قول ہے **ما افسد الدین الا الملوک و احبار سوء و رھبانھا** (دین کو بادشاہوں، علماء سوء اور صوفیوں نے تو تباہ کیا ہے) یہ بھی ایک حسن اتفاق ہے کہ یہاں ذکر بھی تین گروہوں کا ہے اور سزائیں بھی تین ذکر کی

گئیں ہیں ۔ ممکن ہے کہ اس میں بھی کوئی نکتہ اور حکمت ہو ۔ (۱۳)

گدھے کے ساتھ تشبیہ ! ایک دوسری جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہودی علماء کے بارے میں فرمایا ہے

" جن لوگوں کو تورات پر عمل کا حکم دیا گیا تھا پھر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو کتابیں لادے ہو " (۱۳)

یہودیوں کے جن علماء کے پاس علم تو تھا مگر وہ اس پر عمل نہیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو گدھے کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو کہ اپنی حماقت اور بیوقوفی میں ضرب المثل ہے ۔

یہ صرف یہودی علماء کی بات نہیں بلکہ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس امت کے بھی جو علماء کتاب و سنت پر عمل نہیں کرتے حق کو چھپاتے ہیں ' سچ کا سودا کرتے ہیں ضمیر کی بولی لگواتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے ۔

سب سے زیادہ نقصان ! میرے بزرگو اور دوستو ! آپ نے قرآن کریم کے حوالے سے سن لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان فروش علماء اور مشائخ کی کس قدر مذمت بیان فرمائی ہے ' آخر کیا وجہ ہے کہ جن انسانوں کے پاس علم کا نور ہے ' جن کے سینوں میں کتاب و سنت کا خزانہ ہے ' اور جو اپنے آپ کو میراث نبوت کے وارث سمجھتے ہیں ان کے لئے رب کائنات نے اس قدر سخت انداز اختیار فرمایا ہے کہ انہیں گدھوں تک سے تشبیہ دی ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہردور میں اسلام کو ' مسلمانوں کو ' مسلمانوں کے اقتدار کو ' اسلامی عقائد و نظریات کو جتنا نقصان منافقوں اور علماء سوء سے پہنچا ہے کسی اور سے نہیں پہنچا ' علماء حق پر ہر زمانے میں جس قدر مصائب آئے ان میں اکثر ان علماء سو اور تاجرانہ ذہنیت رکھنے والے مشائخ کا ہاتھ رہا ہے ' امام مالکؒ کو مدینہ منورہ کی گلیوں میں مجرموں کی طرح پھرایا گیا تو اس میں علماء سوء کا ہاتھ تھا ۔ امام ابو حنیفہؒ کو جیل میں ڈالا گیا تو اس میں پس پردہ علماء سوء کی کارستانیوں کو

دخل تھا ' امام احمد بن حنبل" کی پیٹھ کو کوڑے مار مار کر لہولہان کیا گیا تو اس میں علماء سوء دخیل تھے ' امام ابن تیمیہ" محبوس ہوئے تو یہ علماء سوء کی شرارتوں اور سازشوں کا نتیجہ تھا۔

دین اکبری ! متحدہ ہندوستان میں تو ان بدبختوں نے حد ہی کردی ۹۷۰ھ میں ہمایوں کے بیٹے اکبر بادشاہ کو گمراہ کرکے ایک نیا دین " دین الٰہی " کے نام سے ایجاد کروایا ' ان ضمیر فروشوں کا تذکرہ بڑی تفصیل سے ملتا ہے ان میں سے ایک مولانا ذکریا اجودھنی کے صاحب زادے تاج العارفین صاحب تھے ۔ انہوں نے بادشاہ کے لئے سجدہ کو واجب قرار دیا اور اس کا نام " زمین بوس " رکھا اور بادشاہ کے ادب کا خیال فرض عین قرار دے کر اس کے چہرہ کو قبلہ حاجات اور کعبہ مرادات بتایا۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں ایک اور درباری مولوی کا حال لکھا ہے " وہ گردن ٹیڑھی کرکے کورنش بجالایا اور دیر تک ہاتھ اور آنکھیں بند کرکے کھڑا رہا ' دیر کے بعد جب اس کو بیٹھنے کا حکم ملا تو فوراً سجدہ میں چلا گیا اور بے کینڈے اونٹ کی مانند بیٹھ گیا (۱۵)

درباریوں نے فتویٰ دیا کہ "شراب اگر بدن کی اصلاح کے لئے طبی طور پر استعمال کی جائے اور اس کے پینے سے کوئی فتنہ و فساد پیدا نہ ہو تو اس طرح پینا جائز ہے ' نوروز کی مجلسوں میں اکثر علماء و صلحاء بلکہ قاضی اور مفتی تک شراب نوشی کے میدان میں اتارے جاتے تھے ۔ (۱۶)

اکبر داڑھی منڈوانے لگا تو درباری مولویوں نے داڑھی منڈوانے کے حق میں عقلی اور نقلی دلائل کا انبار لگادیا اکبر نے کتے کے ناپاک ہونے کے مسئلہ کو منسوخ قرار دیا تو ایک درباری مولوی فیضی صاحب کتوں کو ہر وقت ساتھ رکھنے لگے اور کبھی کبھی کھانا بھی ان ہی کے ساتھ کھا لیتے تھے۔

انہی میں سے ایک ملا عبداللہ سلطان پوری تھے جن کا عہدہ مخدوم الملک تھا۔ انہوں نے صرف اس لئے کہ حج نہ کرنا پڑے ' فریضہ حج کے اسقاط کا فتویٰ دے دیا " ان کا

جب انتقال ہوا تو ان کے گھر سے بے شمار ریشے اور تر کیے ظاہر ہوئے۔

اکبر کے دماغ میں ایک نئے دین کا خیال آیا تو کئی علماء سوء نے اس نظریہ کی تائید میں دلائل کا ایک انبار جمع کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی عمر صرف ایک ہزار سال تھی اور وہ ختم ہو چکی ہے اور اب نئے دین کی ضرورت ہے بعض کاسہ لیس درباریوں نے اکبر کی ذات میں وہ علامتیں بھی تلاش کر لیں جن سے اس کا "صاحب زمان" ہونا ثابت ہوتا تھا۔ ایک مولوی صاحب تھے جن کا نام حاجی ابراہیم سرہندی تھا انہوں نے شیخ ابن عربیؒ کی پرانی کتاب میں یہ تلاش کر لیا کہ صاحب زمان کی علامت یہ ہوگی کہ اس کے پاس بہت سی عورتیں ہوں گی اور وہ داڑھی منڈا ہوگا۔ (۱۷)

ظلمت کی انتہا! گرامی قدر حاضرین! اکبر جو کچھ کر رہا تھا ان علماء سوء کی موجودگی میں اور ان کی تائید سے کر رہا تھا' مولوی تاج العارفین' ملا مبارک ناگوری' ملا عبدالنبی' ملا ابراہیم سرہندی' ابوالفضل اور فیضی یہ سب درباری مولوی تھے ان کی موجودگی میں اسلام کو تحریف کا نشانہ بنایا گیا اور ظلمت کی انتہا ہو گئی لا الہ الا اللہ کے ساتھ "اکبر خلیفۃ اللہ" بھی کہا جاتا تھا۔ جب اکبر کے مرید آپس میں ملتے تھے تو سلام کے بجائے ان میں سے ایک اللہ اکبر کہتا تھا اور دوسرا جل جلالہ کہتا تھا۔ بادشاہ کے لئے سجدہ واجب قرار پایا' سود اور جوا حلال کر دیا گیا غسل جنابت منسوخ کر دیا گیا' مردوں کے لئے سونا اور ریشم حلال کر دیا گیا' خنزیر اور کتا پاک شمار ہونے لگا' عربی پڑھنا اور عربی جاننا ناجائز قرار دیا گیا' مسجدیں ڈھائی جاتی تھیں اور مندر بنائے جاتے تھے۔

علماء سوء کا فتنہ! یہ سب کچھ اکبر کے ہاتھوں ہو رہا تھا مگر یہ مت سمجھئے گا کہ اکبر ابتداء ہی سے زندیق تھا وہ ابتداء میں ایک کٹر مسلمان تھا' نماز تو یوں تھی سے سفر و حضر میں جماعت بھی ترک نہیں ہوتی تھی' امامت کے لئے سات علماء مقرر تھے سفر میں ایک خاص خیمہ نماز کا ہوتا تھا' علماء کی جوتیاں خود سیدھی کرتا تھا۔ عرصہ تک پیدل اجمیر شریف حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو جایا کرتا تھا' نماز جمعہ کے

بعد چیدہ چیدہ علماء کا اجتماع ہوتا تھا جس میں اکبر بنفس نفیس شریک ہوتا تھا اور مختلف
مسائل میں ان کے بحث مباحثے سے مستفید ہوتا تھا۔ شروع شروع میں ان مولویوں کا
نشستوں پر جھگڑا ہوا کہ ان میں سے ہر ایک بادشاہ کے قریب ہونا چاہتا تھا۔ پھر ایک
دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے ایک دوسرے کی نفی اور تردید کرنے لگے یہاں تک کہ
ان میں سے ایک کسی چیز کو حلال کہتا تھا تو دوسرا حرام کہتا تھا۔ غصے میں ان کی گردن
کی رگیں پھول جاتیں اور وہ ایسا غل مچاتے کہ اللہ کی پناہ!

علماء سوء کی ان حرکات کی وجہ سے اکبر صرف علماء ہی سے نہیں آہستہ آہستہ
دین سے متنفر ہوگیا اور پھر اس نے "دین الٰہی" کے نام پر وہ اودھم مچایا کہ یوں محسوس
ہوا کہ ہندوستان سے دین اسلام کا نام و نشان تک مٹ جائے گا لیکن اللہ کا یہ دستور ہے کہ
شب کی تاریکی کے بعد صبح کا اجالا آتا ہے۔ خزاں کے بعد بہار آتی ہے "مد کے بعد
جزر ہوتا ہے۔ ہر فرعون کے لئے موسیٰ ہوتا ہے" اللہ تعالیٰ کے اسی قدیمی دستور
کے مطابق سرہند سے مجدد الف ثانیؒ اٹھے جن کے بارے میں اقبال نے کہا ہے۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار

حضرت مجدد الف ثانیؒ دین اکبری کے سامنے آہنی دیوار ثابت ہوئے انھیں گوالیار
کے قلعے میں قید کیا گیا مگر انہوں نے قید خانے کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ یہ ان کی جہد
مسلسل ہی کا نتیجہ تھا کہ اکبر کے بعد جہانگیر کے زمانے سے حالات بدلنے لگے اور شاہ
جہاں اور اورنگ زیبؒ کے دور میں تو صورتحال بالکل ہی بدل گئی۔ اہل علم کی قدر ہونے
لگی اور اسلامی شعائر زندہ ہونے لگے۔

چنگیز خان کو استعجاب محترم سامعین! نقلی مولویوں اور جعلی پیروں کے گھناؤنے
کردار کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے اس وقت کو یاد کیجئے جب ہندوستان پر انگریزوں کی
حکمرانی تھی اور انگریز حکمران ترکوں کے ساتھ لڑنے کے لئے ہندوستانی مسلمانوں کو

فوج میں بھرتی کر کے محاذ جنگ پر بھیجتے تھے اور بڑے بڑے گدی نشین پیر ان بھولے بھالے ہندی مسلمانوں کو تعویذ لکھ لکھ کر دیتے تھے کہ ترکوں کی گولیاں اور بم تم پر اثر نہیں کریں گے اور انہیں دعائیں دیتے تھے کہ اللہ تمہیں انگریزوں کی حمایت میں پوری جرات کے ساتھ لڑنے اور "جام شہادت" نوش کرنے کی توفیق دے اور جب بھی ان کو موقع ملتا تھا یہ فرنگی حکمرانوں کے دربار میں حاضر ہو کر کاسہ لیسی کرتے تھے اور منت سماجت کے بعد ان سے وقت لے کر انہیں استقبالئے دیتے تھے۔

متحدہ ہندوستان کی تاریخ سے معمولی سی دلچسپی رکھنے والا انسان جلیانوالہ باغ کے حادثہ کو فراموش نہیں کر سکتا جہاں وقت کے چنگیز خان جنرل ایڈوائر نے اپنے حکم سے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے پانچ سو انسانوں کا خون بہادیا تھا' جس پر ہندوستان کے در و دیوار تک چیخ اٹھے تھے۔ لیکن دوسری جانب نقلی مولویوں اور جعلی پیروں کا کردار یہ تھا کہ جب فرنگیوں نے ۱۹۲۸ء کے لگ بھگ مقامات مقدسہ کی حرمت کو تاراج کردیا اور خلافت اسلامیہ کو تباہ کردیا اور جزیرۃ العرب پر بالواسطہ قبضہ کر لیا تو اس وقت صورتحال ایسی تھی کہ مسلمانوں کے ہر گھر میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی لیکن ان ضمیر فروشوں نے لاہور میں اپنے دور کے چنگیز خاں مسٹر ایڈوائر اور لیڈی ایڈوائر کو سپاسنامہ پیش کیا جس میں یہ الفاظ بھی تھے۔

"بحضور نواب ہز آنر سر مائیکل فرانسس' اوڈ وائر جی' سی' آئی' ای کے' سی' ایس آئی لیفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب

حضور والا! ہم خادم الفقراء سجادہ نشیناں و علماء مع متعلقین شرکائے حاضر الوقت مغربی حصہ پنجاب نہایت ادب و عجز و انکسار سے یہ ایڈریس لے کر خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے ہیں اور ہمیں یقین کامل ہے کہ حضور انور جن کی ذات عالی صفات میں قدرت نے دل جوئی' ذرہ نوازی اور انصاف پسندی کوٹ کوٹ کر بھردی ہے ہم خاکساران وفا کے اظہار دل کو توجہ سے سماعت فرما کر ہمارے کلاہ فخر کو چار چاند لگادیں گے"

پورے سپاسنامہ میں اس قدر کاسہ لیسی' اتنی خوشامد' اتنی گراوٹ اور اتنی مداہنت ہے کہ ان کے الفاظ نقل کرنا مشکل ہے اور آپ جانتے ہیں کہ یہ سپاسنامہ پیش کرنے

والے کون لوگ تھے؟

پاکپتن کے سید دیوان محمد شاہ ملتان کے مخدوم حسین بخش قریشی شیرگڑھ ضلع منٹگمری کے سید محمد حسین شاہ، جلالپور کے محمد مرتضیٰ شاہ، سیال شریف کے صاحبزادہ محمد سعد اللہ، گولڑہ شریف کے سید غلام محی الدین، کوٹ سلطان جھنگ کے پیر چراغ شاہ وغیرہ وغیرہ (۲۹)

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اس سپاسنامہ کے بارے میں سنا تو انہوں نے باغ لنگے خاں میں مسلسل تین دن خطاب فرمایا اور ان پیروں کو مخاطب بناتے ہوئے کہا

"اے پیران طریقت! یہ سپاسنامہ فرنگی کے حضور پیش کر کے آپ نے اپنے آباء و اجداد کی تعلیم، ان کے اصول، انکی روحانی زندگی پر وہ کالک مل دی ہے کہ قیامت تک یہ داغ نہ دھویا جا سکتا ہے اور نہ یہ سیاہی مٹ سکتی ہے۔

اگر میں ابن سعود کی حمایت کروں تو کافر اور تم ترکوں کے قتل پر دستخط کرو تو مومن؟ تم فتح بغداد پر چراغاں کرو تو مسلمان، اور میں فرنگی سے آزادی کے لئے لڑوں تو مجرم؟ تمہارے تعویذ تمہاری دعائیں کافر کی فتح کی آرزو مند رہیں اور میں سلطنت برطانیہ کی بنیاد اکھاڑنے کے درپے رہا۔ تم نے افغانوں سے زیادہ کتے اور سوروں کی قدر کی اور گناہ کو ثواب کا درجہ دیا، تمہاری قبائیں خون مسلم سے داغدار ہیں۔

اے دم بریدہ سگان برطانیہ! صور اسرافیل کا انتظار کرو کہ تمہاری فرد جرم تمہارے سامنے لائی جائے اور تم اپنے نامہ اعمال کو ندامت کے آئینے میں دیکھ سکو، تمہاری تسبیح کا ایک ایک دانہ تمہارے فریب کا آئینہ دار ہے تمہاری دستار کے پیچ و خم میں ہزاروں پاپ جنم لیتے ہیں، وقت کا انتظار کرو کہ شاید تمہاری پیشانیوں کے محراب کی سیاہی تمہارے چہروں کو مسخ کر دے، تمہارا زہد و تقویٰ ہی تمہاری رسوائی کا باعث بن جائے۔" (۳۰)

میرات! گرامی قدر حاضرین! یہ وہ پیر تھے جنہیں اصلاح و ارشاد کا منصب میراث میں ملا تھا۔ آج بھی ہمارے سامنے بہت سارے ایسے پیر ہیں جو اپنے بزرگوں کا نام بیچ رہے ہیں ان کی قبریں بیچ رہے ہیں ان کے زہد و تقویٰ کی قیمت وصول کر رہے ہیں۔ یہ

اپنی دستار کے پیچ و خم بیچتے ہیں، یہ اپنے جبے کا تقدس بیچتے ہیں، یہ تعویذات بیچتے ہیں اور لاکھوں میں کھیلتے ہیں۔ ان کے مرید بھوکے مرتے ہیں۔ ان کے گھر میں فاقہ ہوتا ہے اور یہ ان کی سال بھر کی کمائی جو غلے یا نقدی کی صورت میں ہوتی ہے اٹھا کر لے گھر میں لے آتے ہیں۔ یہی ہیں جن کے بارے میں شاعر نے کہا۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
میراث میں آئی ہے انھیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

جن خانقاہوں میں کبھی عقاب بیٹھا کرتے تھے آج وہاں پر زاغوں کا قبضہ ہے۔ جہاں سے کبھی اللہ اللہ کی آوازیں آیا کرتی تھیں۔ آج وہاں سے گھنگروؤں کے ناچ اور گانے کی آوازیں آتی ہیں، جہاں معرفت کی شراب تقسیم ہوتی تھی، آج وہاں بھنگ کے کٹورے بٹتے ہیں جہاں آنے والے غریبوں اور مجبوروں کو نوازا جاتا تھا آج ان کو لوٹا جاتا ہے۔

میرے دوستو! ہم پیری مریدی کے خلاف نہیں ہم اسے روزگار اور کاروبار بنانے کے خلاف ہیں۔ ہم علماء حق اور مرشدان باصفا کی قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم حق بات چھپانے والوں، حکمرانوں سے جوڑنے والوں، سرمایہ داروں سے ساز باز کرنے والوں، قرآن و سنت کے معانی بدلنے والوں، یتیموں اور بیواؤں کو لوٹنے والوں، اہل حق پر کیچڑ اچھالنے والوں، اولیاء اللہ پر کفر و شرک کے فتوے لگانے والوں کے خلاف ہیں۔ ہمارے اسلاف ان کے خلاف جہاد کرتے رہے ہیں ہم بھی انشاء اللہ ان کے مصنوعی زہد و تقدس کا پردہ چاک کرنے کے لئے جہاد کرتے رہیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

حوالہ جات تعلق ملا جعلی پیر

(۱) سورۃ توبہ
(۲) سورۃ البقرہ
(۳) ترمذی
(۴) مشکوۃ
(۵) مخزن اخلاق
(۶) سورۃ اعراف
(۷) سورۃ توبہ
(۸) تسہیل المواعظ ج ۱
(۹) سورۃ لقمان
(۱۰) تسہیل المواعظ ج ۳
(۱۱) تسہیل المواعظ ج ۱
(۱۲) تسہیل المواعظ
(۱۳) سورۃ جمعہ
(۱۴) خزینہ
(۱۵) علماء ہند کا شاندار ماضی
(۱۶) علماء ہند کا شاندار ماضی
(۱۷) علماء ہند کا شاندار ماضی
(۱۸) مکتوبات مجدد الف ثانیؒ
(۱۹) حیات امیر شریعتؒ
(۲۰) حیات امیر شریعتؒ

اردو زبان میں اکیسویں صدی کی پہلی آسان فہم تفسیر

تسہیل البیان

فی

تفسیر القرآن

تالیف ۔۔۔۔۔۔۔۔ محمد اسلم شیخوپوری

☆ اپنے مخصوص انداز میں لکھی گئی اردو زبان کی پہلی موضوعاتی تفسیر۔

☆ خلاصۂ سورۃ، ربط اور قرآنی بصائر و حکم کے بیان کرنے کا خصوصی اہتمام۔

☆ پہلی جلد جو کہ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ پر مشتمل ہے اس میں ان دونوں سورتوں کی ۲۹۳ آیات کو ۱۰۳ عنوانات پر تقسیم کرنے کے بعد ان سے کم وبیش ۸۰۰ ہدایات اور مسائل اخذ کیے گئے ہیں۔

مکتبہ حلیمیہ سائٹ کراچی۔ ۷۵۷۰۰ فون: ۲۵۶۲۲۴۲۴

خطبات کی دنیا میں منفرد انداز کی حامل کتاب

ندائے منبر ومحراب

کی جلد سادس شائع ہوگئی ہے

جلد سادس کی تمام تقریریں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ہیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، بچپن، جوانی، نبوت، دعوت، ہجرت، غزوات، فتح مکہ، وفات، اخلاق ومعاملات اور سیرت وصورت کی پرکشش جھلکیاں، چیدہ چیدہ واقعات مستند نکات و اشارات، دلوں کو گرمانے والا انداز اور عشق و محبت کی آبیاری کرنے والے مواعظ، خطباء، طلباء اور تمام عاشقان شمع رسالت کے لیے ایک بے بہا تحفہ

مکتبہ حلیمیہ سائٹ کراچی ۔ ۷۵۲۰۰

فون: ۲۵۶۲۴۲۴

ایجنٹ پبلک پریس ۔ [illegible]